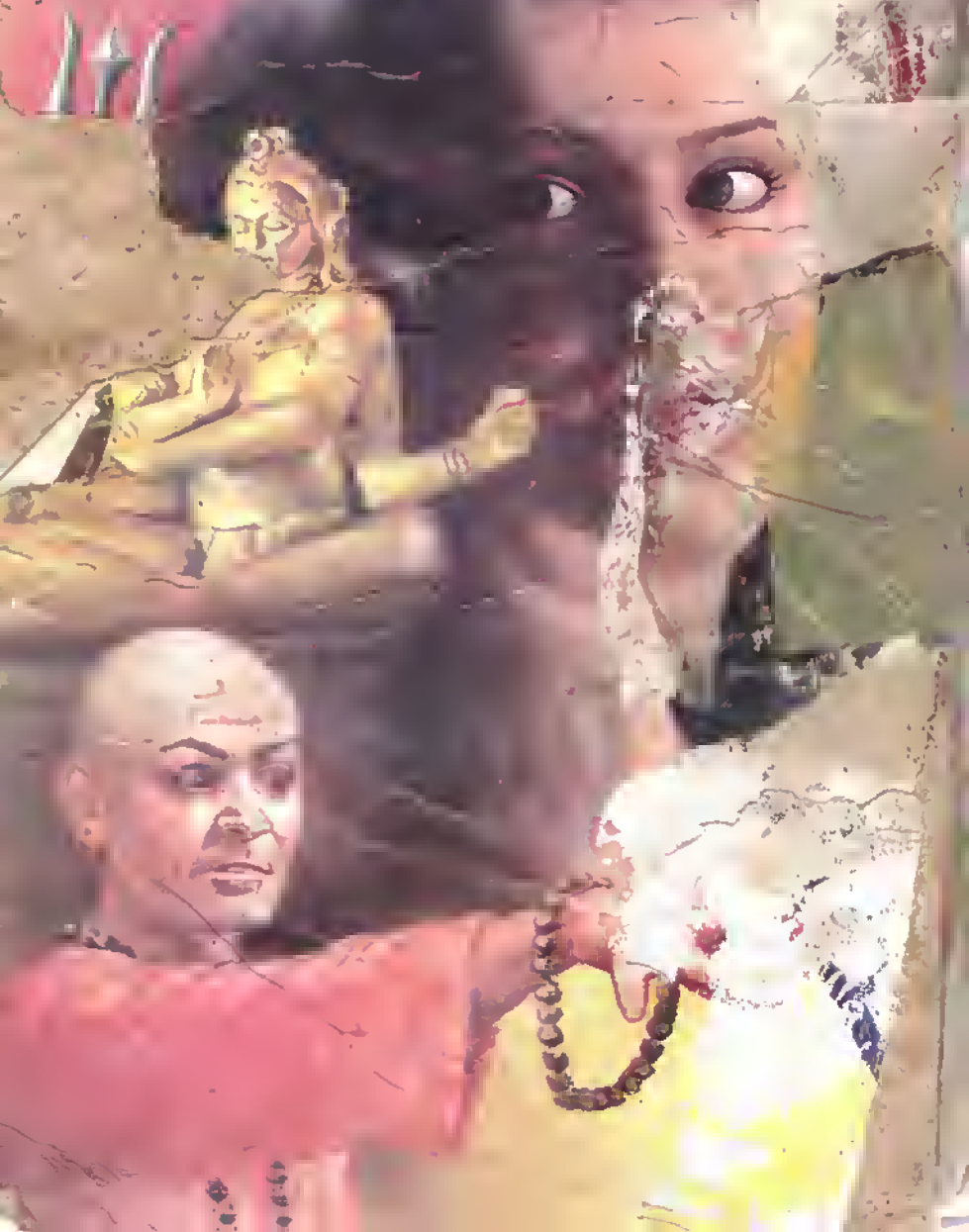


پیشانی

انوار صدیقی



ایک پراسرار
اور
طبعاتی
آپ بیتی

برہم چاری

انوار صدیقی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

مکتبہ القریش، سرک روڈ، اردو بازار لاہور

تعارف

”برہمچاری“ عین عالم شباب میں مکتبہ القریش لاہور سے منظر عام پر آ رہا ہے۔ عالم شباب سے میری مراد یہ ہے کہ اس کی قسط وار اشاعت ماہنامہ ”جاسوسی ڈائجسٹ“ کراچی میں تقریباً پچیس سال قبل شروع ہوئی تھی۔ کتابی صورت میں یہ پہلی بار آپ کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔ اس کی اشاعت کے سلسلے میں سب سے پیشتر میں برادر م معراج رسول صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ”برہمچاری“ کو کتابی شکل میں کسی دوسرے ادارے سے شائع کرنے کی اجازت دی۔ یوں بھی ان کے احسانات مجھ پر بے شمار ہیں۔

”برہمچاری“ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو پراسرار علم کے حصول میں تارک الدنیا تو نہیں ہوا لیکن اتنا طاقت ور ضرور ہو گیا کہ خود کو سب سے زیادہ قد آور اور حرف آخر سمجھنے لگا۔ انسان جب غرور اور تکبر کے نشے میں سرشار ہو تو پھر دوسری قوتوں سے ٹکرانا بھی اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور اب تک چلتا رہے گا۔ بڑائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے لیکن رحمانی قوتوں کے سامنے ان کی فرعونیت پانی کے بلبلے سے زیادہ ٹاپائیدار ثابت ہوئی، چوٹی جسامت کے اعتبار سے اگرچہ فیل بدست کے مقابلے میں بڑی حقیر ہوتی ہے لیکن قدرت کا ایک اشارہ اسی کو ہاتھی کی موت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

پراسرار اور ناقابل یقین کمائیوں کے پس منظر میں اگرچہ بڑھنے والوں کے ذوق اور شوق کے پیش نظر کچھ باتوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ قانون قدرت میں تبدیلیاں لانے والے ہمیشہ ہولناک اور عبرتناک انجام کو پہنچے ہیں، فتح ہمیشہ حق و صداقت کی ہوتی ہے۔

آپ ”انکا“ ”اقبال“ ”سونامگھٹ کا پجاری“ ”غلام روہیں“ ”امبر تیل“ اور ”غیث“ کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے سلسلے پڑھ چکے ہیں جن کا نام آپ کی پسند کی ضمانت بن چکا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ ”برہمچاری“ کے پراسرار ہنگامے اور ہولناک واقعات بھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔

انوار مدنی
کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	محمد علی قریشی
باہتمام	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	نیراسد پریس لاہور
سرورق	ڈاکر
بار اول	نومبر 1997ء
قیمت	=/150 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ناول : برہنچاری

مصنف : انوار سید

سین اشاعت : ۲۰۰۶ء

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبوعہ : قانون آف سیٹ پریس، شاہدہ، دہلی-32

ناشر : کتاب والا 2794، گلی بھوت والی،

پہاڑی پوچھو، دہلی-110006

ISBN : 81-89369-30-X

Barbanchri

By: Anwar Siddiqui

Price : Rs.350/-

Edition : 2007

KITAB WALA

2794, Gali Bhoi Wali,

Pahari Bhojla, Delhi-110006

Ph.: (O) 2328 1499, 2324 0979, (R) 2285 2249

اس وقت جبکہ میں اپنی زندگی کی یہ عجیب و غریب داستان تحریر کرتے بیٹھا ہوں میری عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ میرے قوی عمر کے ساتھ ساتھ بڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن میری پہلی پر عمر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہی طور پر اب بھی میں خود کو صحت مند اور توانا ہوتا ہوں مگر ایسا نہ ہوتا تو میں ابھی کی اس داستان کو جس کا شیرازہ ابھی کے سپرد مبالغہ میں نکھرا ہوا ہے اپنی اسلاف سے مرثیہ نہ کہ مشکل بھر بھی میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر انگریزی تحریر انگریز کمال کے درمیان کوئی جھلک نظر آئے تو اسے میرے دوست ہے۔ قبول کر کے فراہم کر دیا جائے۔ میں یہ عرض کیا بھی نہیں ہوں کہ ابھی کہ میں بنیادی طور پر کوئی خاصہ صاحب و کمالی نہیں ہوں اس لئے میری زندگی کی اس پر انوار داستان کو اب کی موتی پر نہ کہا جائے۔ میں جیسے مادے اور توانا میں اپنی کمالی تحریر کر رہا ہوں۔ لیکن انڈیا داستان کی پہلی کے سلسلہ میں نہ تو قسم کھائے گا نہ کوئی بچے نہ دے دے میرے کوئی کا لہجہ کا شہود کہیں گا کہ اگر میں دہلی اور شہر کی کسی پر ان واقعات کو نہ کہا جائے تو اس داستان کا ایک ایک نقطہ صداقت پر غنی نظر آئے گا۔ ان قلمی جملوں کے بعد اب میں اپنی کوئی شہود کر رہا ہوں جس کا ایک ایک واقعہ اور حادثہ آج بھی میرے دامن کے پھل پر روز اول کی طرح محفوظ ہے۔

میرا تعلق دہلی کے ایک صوبہ گرانے سے ہے۔ میرے والد کوئی جوتہ بندہ کوئی نہ تھے۔ ایک لڑکے کے ہوتے ہی باپ کا نام بچہ ہوتا تھا۔ ان کی چار اولاد میں شامل تھے۔ میرے والد راجہ تھے اور میری بی بی۔ ہماری بوائے کا بڑا تڑپ لڑکے کی شادی اور بھائی سے بھی ایک مختصر سے مہمان بھی تھا۔ لڑکے صاحب میرے والد پر بیٹے سے مراد تھے۔ بھائی کے علاوہ میں اکثر چھوٹے دوستوں کے ساتھ رہتا تھا۔ دہلی میں میرا والد بھی لڑکے صاحب کے گھر پر ہوا تھا۔ میں لڑکے کی شخصیت کو اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لئے فریاد و محنت سمجھتا تھا۔ لیکن فرشتوں کے گھر میں شیطان کا بھی ہوتا کوئی لمحہ خیر نہ تھا۔ لڑکے کا باپ اور کافر الدین اسماعیل و قاضی واقع ہوا تھا۔ اس کے گھر بیٹے بھی پڑھتے اور شوقی کے محاسبین کو لکھتے رہا تھا۔ ان کی عمریں تو اس وقت تک کہ میں بچوں

سبل دق ہوگی لیکن مسئلہ اعتبار سے اور اپنے کردار کی بنا پر وہ اپنی عمر سے بہت زیادہ
 لگا تھا۔ آئے دن قرۃ العین کی بدگامی کی کہانیاں سننے میں آتی رہتی تھیں۔ لیکن ان
 باتوں کو حویلی کے اندر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو لوب صاحب کی
 مختلف طبیعت شفقت پر مبنی ہو نہ تھی۔ اگر قرۃ العین کی غیر قابل مرگزیوں کی سرکوبی کے
 لئے بھلیا کرئی مثلاً قدم اٹھالے۔ ہر حال اس میں اقتدار سے کام لے کر بولہ درست اس
 واقعہ کی طرف آتا ہوں تو اس واسطے کا بیٹھی طبع ثابت ہوا۔

اس وقت میری عمر انیس سال کے گزرتی تھی، میری بہن مجھ سے دو سال بڑی
 تھی۔ والد صاحب اور میری بڑی والدہ کو شب و روز اس بات کی گزرتی رہتی کہ کسی
 طرح لڑکی کے ہاتھ پٹے کر دیتے جائیں اور اس پر مجھ سے یہ امن و خیال بھلا کر حاصل کر
 لیا جائے۔ یہ شریعت کے ان کے بڑوں کے دلوں پر ڈال رکھا تھا جس کو میری جلی کا
 وقت ہو وہاں بھر کا بیٹھی بات ہے۔ میری بہن کے لئے حدود رشتے کے پہنچنے لگیں
 چھان بھان کے اور میرے والد بڑی خوشحالی سے ان رشتوں کو چل دیتے جن کی وجہ یہ
 تھی کہ میری بہن کا رشتہ مانگنے والے ہمارے خاندان کی شرافت سے کم اور میری بہن کے
 حسن خدا دار سے لڑاؤ متاثر نہ کر آتے تھے۔ کچھ دنوں کے رشتے ایسے بھی آئے جن میں لڑکے
 والدین کی طرف سے میرے والد کو بھاری رقموں کا لالچ بھی دیا گیا لیکن والد صاحب نے ان
 رشتوں کو پہلے ہی دھتکار دیا۔ ہر حال خدا خدا کر کے ایک مناسب رشتہ کیا تو والد صاحب
 نے اپنے کاہن لکھ پت کی کر دی۔

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ لوب صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے اپنی
 خدائیں کا ثبوت دیتے ہوئے والد صاحب کو ایک عاصی مستقل رقم حثیت کر دی۔ مجھے
 ابھی طرح یاد ہے کہ جس روز والد صاحب نے حویلی سے واپسی پر میری نصیحت بھی کو یہ
 جڑو باغراں ملایا اس روز میری بھی کی آنکھوں سے جھار آنسو اٹھنا حقیقت و تفکر کے طور
 پر برسرِ تلک میری بھی نے گور بھلا کر لوب صاحب کو بڑا ملنا دیا میری بھی رقم مل
 جانے کے بعد کر کے بھانپیں میں اور اشد ہو گیا۔ کئی کئی دن بھر مانگے گھر میں
 اچھا بھلا لگتی۔ (حوالہ کی توجہ پر خوشیوں کے قوالے اور شادی بیاہ کے گیمت کو بچے
 رچے رات گئے تک میں بھگے رہے۔ پھر میں چاروں والے اپنے اپنے گھروں کو واپس
 چلے جائے۔

شادی میں جب میں دن بانی رہ گئے تو بھانک ایک بیا مارنے بھی آکر جس نے مارے

بھرے گلشن کو خزاں کے حوالے کر دیا۔ ہماری خوشیوں کو دھواں لگیں اور سرتن کا گھبراہٹ
 کہہ میں کہہ گئے غریب وادے کہ اس رات تقریباً چھ گھنٹے میں باہر رہا تھا۔ ہر
 جب بخیر نے مجھے لپٹا پریشان کیا تو میں اپنی چار پائی مکان کے بچنے سے واسطے میدان میں
 ڈال کر سو گیا۔ گرمیوں کے دن تھے گھر کے بچے کب شام ہوتے تھے اس کی کوئی خبر نہ
 ہوتی۔ البتہ آج اتوار یا ہے کہ جب میرے والد نے مجھے سوئے سے بھجوا کر اٹھایا اس
 وقت وہ خان میں سو رہے تھے۔ اندر میرے کے سب میں ٹیک طور پر ان کی بھڑکالت کا
 جائزہ نہ لے سکا لیکن میرے والد نے مجھے جھٹک کر کہا تو مجھے اس بات کا اندازہ کرنے میں
 کوئی دشواری نہیں آئی کہ وہ شدید طور پر ڈھکی ہیں۔ میں بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور گھبرا کر
 پوچھا۔

اب کیا بات ہے؟

شیر بچے۔۔۔۔۔ تو حاسوئی سے۔۔۔۔۔ بھانک جا۔۔۔۔۔ جلدی کہ تمہیں
 ۔۔۔۔۔ نور عالم۔۔۔۔۔ روئے۔۔۔۔۔

میرے والد صاحب اپنا جملہ پرانہ کر سکتے ایک دو پار انہوں نے اپنا توالت سنبھالنا
 چاہا پھر لیٹیں پر گر پڑے۔ میں بونکلا کر اپنے والد سے لپٹا تو پہلی وار مجھے محسوس ہوا کہ ابی کا
 پورا جسم خوں سے لٹ پٹ ہے۔ میں نے والد صاحب کو وہ بھی یاد تو لایا میں لیکن کوئی
 جواب نہ ملا۔ میرا ذہن لوب رہا تھا۔ میں اندر کر گھر کی طرف بھاگا تاکہ میں کو حالات سے
 باخبر نہ رہوں لیکن وہاں جو مہر مجھے بھر آیا اس نے مجھ پر سیکھنے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ میری
 بوڑھی بھی قریب پر چپ پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں سطوں سے باہر ابلی بھر آ رہی تھیں۔
 چلچل میری بھی کو گھبراہٹ کر دیا گیا تھا۔ ابھی میں اس خوفناک حادثات کے پس منظر کو
 پورے طور پر سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ وہاں سے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے گھوم
 کو دیکھا تو میں نے کئے تھپ پوٹ میری طرف لپک رہے تھے۔ میں سسم کینا ان تینوں
 نے مجھے بھوکہ پٹنے میرے حق میں پکڑا لیکن اس پر انکو چھوڑنا چاہئے باہر اٹھا کر
 لے گئے۔ وہ لوگ مجھے کہیں اور کھین لے جا رہے تھے مجھے بھوکہ طم نہ تھا۔ اندر میرے اور
 گھبراہٹ کی وجہ سے میں سست کا قہقہہ بھی نہ کر سکا۔ سو میں پکڑا لیٹا ہونے اور امان
 بددعا ہونے کے سبب بھرا دم گھٹ رہا تھا۔ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ میں خود کو
 اس صیبت سے نجات دلانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن میری قوت و طاقت ان
 بچے کے آنکھوں کے سامنے کارگر نہیں ہونے کے بجائے بددعا کھل رہی تھی۔ پتہ

”ہاں۔“ میں نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”مہ پارہ کو چھوٹے نواب نے اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر اسے بھی بیشم کے لئے خاموش کر دیا۔“ ہانکے خاں خشک کھجے میں کہتا رہا۔ ”اب تمہاری باری ہے، تم واحد ثبوت ہو جس کے ختم ہو جانے کے بعد معاملات ٹھنڈے پڑ سکتے ہیں، چھوٹے نواب نے تمہارے علاقے کے کچھ لوگوں کو خرید لیا ہے۔ وہ مہ پارہ کی بدکرداری کی گواہی نواب صاحب کے رو برو دیں گے، تمہارے والدین کی موت اسی سلسلے کی کڑی سمجھی جائے گی۔ تمہاری بہن کے لئے مشور کیا جائے گا کہ وہ اپنے کسی آشنا کے ساتھ بھاگ گئی اور تم۔ تم موت کے خوف سے کہیں رو پوش ہو گئے۔“

میں تصویر حیرت بنا کر اسب کچھ سناتا رہا، میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، میں نے ایک بار پھر دل کڑا کر کے کہا۔
”قدرت کو جو منظور ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ میری صرف اتنی درخواست ہے کہ تم مجھے۔۔۔۔۔“

”بند رکھو اپنی زبان۔“ بگئے خاں نے میرے منہ پر بھرپور طمانچہ مارتے ہوئے سرود آواز میں جواب دیا۔ ”تم شاید سمجھ رہے ہو کہ اب تک جو کچھ ہوا یا ہوتا رہا ہے اس میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ نہیں! چھوٹے نواب نے میرے دل پر بھی نشتر چھوئے ہیں مجھے کسی مناسب وقت کا انتظار ہے شیر! میں اس ننگ خاندان کو بڑی اذیتناک موت ماروں گا۔ خدا کی قسم شیر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ صداقت پر مبنی ہے۔ مہ پارہ اگر تمہاری بہن تھی تو میری بیٹی بھی تھی۔“

ہائے خاں کی باتوں نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا۔ میں میٹھی میٹھی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی قوتِ سماعت پر شبہ ہو رہا تھا، میری رگوں میں گردش کرنے والا خون، نئے انداز سے جوش مارنے لگا۔ شاید اس لئے کہ موت کے تصور کے گہپ اندھیروں سے ہائے خاں کی شخصیت میرے لئے امید کی ایک کرن بن کر پھوٹ رہی تھی۔ ہائے خاں مجھے چند لمحے خاموشی سے دیکھتا رہا، پھر یککھٹ اس نے مجھے سینے سے لپٹا کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

”شیر بیٹے!۔۔۔۔۔! ہمارے غم مشترک ہیں۔ ہم دونوں کے دل زخم خوردہ ہیں۔ ان زخموں کے لئے ہمیں چھوٹے نواب کے خون کی ضرورت ہے۔ یہ زخم اسی صورت میں مندمل ہو سکتے ہیں شیر!“

میں نے ہانکے خاں کے لہجے میں صداقت محسوس کی اور اسے اپنا ہمدرد پایا تو میں بھی

مجھے سوچ گئی۔ میں نے اپنے سر کو زور زور سے لوہے کے فرش سے ٹکراتا شروع کر دیا، مجھے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی۔ جلد ہی میرا ذہن گھپ اندھیروں کے اٹھارے سمندر میں ڈوب گیا، میرا خیال تھا کہ شاید اب میں دوبارہ کبھی ہوش میں نہیں آسکوں گا، مجھے مرنے کی آرزو بھی تھی۔ میرے لئے اب دنیا میں رکھا بھی کیا تھا لیکن قدرت کو غالباً میری حالت پر ترس نہ آیا۔ موت کی تمنا حسرت ناکام بن کر رہ گئی۔ مجھے حالات نے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔

میں کتنی دیر بے ہوشی کی حالت سے دوچار رہا۔ مجھے کچھ علم نہ ہو سکا۔ دوسری بار ہوش آیا تو میں ایک ویرانے میں سخت اور ٹائموار زمین پر پڑا تھا۔ میرے سر میں شدید ٹیس ہو رہی تھی، بالکے خال میرے اوپر جھکا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر اس نے میرے منہ سے کپڑا نکال دیا۔ مجھے رسیوں کی بندشوں سے آزاد کرنے لگا تو میں نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

”ہائیکے خاں۔ جب تم مجھے فوج کرنے کی ٹھان چکے ہو تو پھر آزاد کیوں کر رہے ہو؟“
 ”خاموش۔“ ہائیکے خاں کی سرد آواز کسی زہریلے سانپ کی پھکار کی طرح ابھری۔
 اگر منہ سے آواز نکالی تو اچھا نہ ہو گا۔“

میں نے سختی سے ہونٹ بھیج لئے۔ دل کی دھڑکنیں موت کے تصور سے ڈوب رہی تھیں، ہانکے ٹاٹاں نے مجھے رسیوں کی قید سے آزاد کر کے اٹھایا پھر کچھ دور لیجانے کے بعد

چلا۔

”اب بولو۔ تم کیا بکواس کر رہے تھے؟“

”بانگے خاں۔“ میں نے رحم طلب نظروں سے بانگے خاں کو گھورتے ہوئے رقت بھرے لہجے میں کہا ”میں تم سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا لیکن اتنی درخواست ضرور کروں گا کہ مجھے علیحدہ قبر میں دفن کرنا۔ خدا تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا بانگے خاں! یوں بھی تم نکلے گو ہو، خود سوچو کہ بھائی بن کو ایک ہی قبر میں۔“

”خاموش رہو شبیر۔“ بانگے خاں کرخت لہجے میں غرایا۔ اس کی آنکھوں سے غنیمت و غضب کے عالم میں شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی قبر آلود نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چند ثانیے تک وہ غصے میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا پھر بولا۔

”شبیر۔ کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے ماں باپ کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جا چکا

२२

حسرت بھری نظر ڈالتا، ہانگے خاں کے ساتھ ہو لیا۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی یہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ ہانگے خاں میرا بازو تھامے تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ ایک سچے دوست اور ہمدرد کی طرح وہ گزرے ہوئے اور آنے والے حالات کے بارے میں سمجھا رہا تھا۔ تقریباً دو فرلانگ تک وہ میرے ساتھ رہا پھر کچے راستے پر پہنچ کر رک گیا اور بولا۔

”شیر بیٹا! یہ راستہ تمہیں متھرا تک پہنچا دے گا۔ میں نے جو نصیحتیں تمہیں کی ہیں ان کا خیال رکھنا۔ جذبات سے کھیلنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ جلد بازی کرنے والے مایوسیوں کا شکار بن جاتے ہیں۔ تمہیں بڑے صبر و ضبط سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے میری باتوں پر عمل کیا اور موقع شناسی کا ثبوت دیا تو کامرانیاں تمہارے قدم ضرور چومیں گی۔“

مجھے وہ دن اور وہ لمحات آج بھی یاد ہیں جب ہانگے خاں نے آخری بار مجھے اپنے سینے سے لپٹا کر خدا حافظ کہا تھا۔ ہانگے خاں بڑے دل گردے اور انتہائی سخت جان کا مالک تھا لیکن مجھے رخصت کرتے وقت اس کی آنکھیں بھی ننناک ہو گئیں۔ آنسوؤں کا سمندر اس کی نظروں کے پیچھے موجزن تھا، جنہیں روکنے کیلئے وہ اپنے ہونٹوں کو بڑی سختی سے پیچھے ہوئے تھا۔ میں نے رندمی ہوئی آواز میں اسے خدا حافظ کہا اور کچے راستے پر ہو لیا۔ میرے سامنے ہر سو تاریکی تھی۔ مجھے ان تاریکیوں کا سینہ چیر کر آگے بڑھنا تھا!



متھرا پہنچ کر شبن مرزا کا مکان تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ راستے کی صعوبتوں نے مجھے بڑھال کر دیا تھا، اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر مجھے نواب فرید الدین کے کسی آدمی نے دیکھ لیا تو نہ صرف مجھ پر عرصہ حیات تک ہو جائے گا بلکہ ہانگے خاں کی بھی شامت آجائے گی۔ لیکن خدا شکر ہے کہ ایسی کوئی مشکل مجھے پیش نہیں آئی۔ شبن مرزا نے ہانگے خاں کا خط پڑھ کر مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ متھرا میں وہ دو کمروں کے ایک مختصر سے مکان میں رہتا تھا، جس کے آگے پیچھے بڑے بڑے دالان تھے۔ پچھلی سمت خاصا بڑا صحن تھا جس میں بیک وقت دس بارہ پلنگ بہ آسانی آسکتے تھے۔ رہائش کے لئے بس دو کمرے تھے۔ ایک میں شبن مرزا نے اپنی بیٹھک بنا رکھی تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کی نوجوان لڑکی نعیمہ تن تھا رہتی تھی۔ شبن مرزا کی بیوی کو مرنے تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ نعیمہ کے ضمن میں مجھے شبن مرزا نے بڑے درد بھرے لہجے میں بتایا کہ اس کی شادی گیارہ ماہ پیشتر ایک مقامی تاجر کے لڑکے سے ہوئی تھی لیکن بعد میں

بے اختیار اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ خاندان کی بربادی اور والدین اور ہمیشہ کی موت کا غم شدت اختیار کرتا جا رہا تھا میں سسکیاں لے لے کر روتا رہا۔ ہانگے خاں کی کشادہ آغوش میرے لئے وا تھی۔ جب میری سسکیاں مدہم پڑیں تو ہانگے خاں مجھے بازوؤں سے پکڑا کر بولا۔

”سنو شیر! میں نے نہ پارہ کی لاش کو پورے عزت و احترام سے دفن کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ راز طشت از پام نہ ہو میں اپنے ہمراہ دوسرے آدمیوں کو نہیں لایا۔ تم میری بات غور سے سنو۔ میں تم کو خدا کے حوالے کر کے آزاد کرتا ہوں۔ تم یہاں سے سیدھے متھرا جاؤ وہاں میرا ایک دوست شبن مرزا رہتا ہے، میں نے اس کے نام خط لکھ دیا ہے۔ تم اس خط کو لے کر شبن مرزا کے پاس جاؤ۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ تم سے محبت سے پیش آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ کچھ عرصے تک تمہیں پوشیدہ رہنا پڑیگا۔ اس کے بعد تمہیں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ نئی زندگی! جس کا ایک مقصد ہمیشہ پیش نظر رکھنا، تمہیں چھوٹے نواب سے انتقام لینا ہے۔ اپنے بوڑھے والدین اور اپنی مرحوم بہن کا انتقام۔ اس کے لئے تمہیں طاقت کی ضرورت ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے بیٹے کہ اگر عمر نے میرے ساتھ وفا کی تو میں اس انتقام کا موقع تمہیں ضرور فراہم کروں گا۔“

ہانگے خاں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ آئندہ کیلئے ضروری مشوروں سے نوازتا رہا پھر اس نے مجھے ایک بند لٹافہ دیا جس پر شبن مرزا کا پتہ درج تھا۔ بعد ازاں اس نے آخری بار مجھے سینے سے لگا کر روتے ہوئے خدا حافظ کہا تو میں ایک بار پھر رو پڑا۔ بڑی دیر تک سسکتا رہا پھر رندمی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہانگے خاں۔ جہاں تم نے میرے ساتھ اتنی مہربانی کی ہے وہاں ایک کرم اور کرو۔ مجھے نہ پارہ کی قبر تک لے چلو اگر میں نے بہن کی قبر پر فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی روح مجھ سے شاکی رہے گی۔“

ہانگے خاں نے نہ جانے کن مصلحتوں کی بنا پر تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے ساتھ میری درخواست منظور کر لی اور مجھے ساتھ لے کر اس جگہ پہنچا جہاں دیرانے میں ایک بڑی حسرت بھری نظروں سے میری آمد کی راہ تک رہی تھی، قبر کے قریب پہنچ کر فاتحہ پڑھی پھر دیوانہ وار اپنی مرحوم بہن کی قبر سے لپٹ کر رونے لگا۔ ہانگے خاں نے مجھے سمجھا بھجا کر فوری طور پر سرحد عبور کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کسی اندرونی کے تحت، بہن کی قبر کی تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنی جیب میں رکھی اور قبر پر آگے

شفیق آدمی مل گیا، ورنہ نہ جانے کیا حالات پیش آتے۔ میری رگوں میں شریف ماں باپ کا خون موجود ہے، میں تازیت آپ کا یہ احسان فراموش نہیں کروں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری وجہ سے آپ پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔

”اوہ۔ تو تم یہ سوچ رہے تھے۔“ شبن مرزا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر میرے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ ”میرے بیٹے! انسان وہی ہے جو وقت پر دوسرے کے کام آئے، تم اپنے دل میں ان باتوں کو کوئی جگہ نہ دو، اگر تم نے خود کو میرے لئے خدا کی رحمت کے بجائے بوجھ سمجھا تو مجھے شدید صدمہ ہو گا۔“

حالات نے مجھے بے بسی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ میں شبن مرزا کی بات پر سر تسلیم خم کر دوں، یوں بھی شبن مرزا میرے لئے فرشتہ رحمت سے کم نہ تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر خود کو حالات کے سپرد کر دیا۔!!



ڈیڑھ سال تک میری کیفیت اس مجرم جیسی رہی جسے نظر بند کر دیا گیا ہو۔ اس طویل عرصے میں میں نے خود کو شبن مرزا کے مکان کی چار دیواری کی حدود کے اندر مقید کر لیا تھا۔ شبن مرزا نے اس عرصے میں جس خلوص، محبت، اور اپنائیت کا ثبوت دیا، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ نیکم شروع شروع میں مجھ سے کھینچی کھینچی رہی لیکن جلد ہی بے تکلف ہو گئی۔ ہمارے درمیان اب کوئی حجاب مانع نہ تھا۔ وہ مجھ سے ہمیشہ بڑی محبت سے پیش آتی۔ یوں جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے جنم جنم سے واقف ہوں۔ شبن مرزا مستحضر کے ایک ہندو سینھ کے ہاں ملازم تھے۔ صبح آٹھ بجے نکلنے تو شام چھ بجے گھر واپس لوٹنے، اس وقفے میں نیکم اور میں بیٹھے دنیا جہان کی باتیں کرتے رہتے، ایک دو بار میں نے نیکم کو شادی کی ناکامی کے سلسلے میں کریدنا چاہا لیکن نیکم بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال گئی۔ میں نے اس کے نجی معاملات کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ کچھ دنوں سے میں محسوس کر رہا تھا کہ نیکم مجھ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ حالات کے پیش نظر میں نیکم کے سلسلے میں بڑا محتاط رہتا تھا کہ کہیں ناوا نسگی میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو مجھے اس مقام سے گرا دے جو میں نے بڑی مشکلوں کے بعد شبن مرزا کی نگاہوں میں پیدا کیا تھا، اس احساس نے مجھے اس درجہ محتاط کیا کہ میں دیدہ دانستہ نیکم سے کھڑانے لگا۔ کچھ دنوں تک وہ میری دوری اور الگ تھلگ رہنے کو نظر انداز کرتی رہی لیکن ایک روز جب شبن مرزا کے جانے کے بعد میں ان کے کمرے میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو

معلوم ہوا کہ وہ لڑکا پہلے ہی سے شادی شدہ تھا۔ دو ماہ تک حالات ڈانواں ڈول رہے پھر شبن مرزا نے نیکم کو طلاق دلا کر گھر بٹھا لیا۔ اس کے بعد سے شبن مرزا نے متعدد اچھے رشتے تلاش کئے لیکن نیکم پہلی شادی کے نتائج کے بعد سے کچھ ایسی دل برداشتہ ہو گئی تھی کہ اس نے صاف طور پر شادی سے انکار کر دیا۔ شبن مرزا بیٹی کو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی عزیز رکھتے تھے اس لئے انھوں نے نیکم کے انکار کے بعد اس پر زور نہیں دیا۔

نیکم کی عمر اس وقت بھی کوئی اٹھارہ سال رہی ہوگی۔ صدمے اور تنہائی کے طے جملے احساسات نے اسے بہت کم سخن بنا دیا تھا لیکن نقش و نگار کے اعتبار سے اسے خوبصورت کہا جا سکتا تھا۔ شبن مرزا نے نیکم سے میرا تعارف کرایا تو نیکم نے ایک اچشتی سی نظر میرے اوپر ڈالی پھر نظریں جھکائے واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں شبن مرزا کو اپنی رو داد سنانے لگا۔ شبن مرزا بڑی سنجیدگی اور توجہ سے میری داستان سنتے رہے جب میں چپ ہوا تو وہ ٹھنڈی سانس لیکر بولے۔

”بانگے خاں نے اچھا کیا جو تمہیں میرے پاس بھیج دیا۔ تم اب اسے اپنا گھر سمجھو۔ آرام سے رہو۔ البتہ ایک مشورہ میں ضرور دوں گا۔ حالات کے پیش نظر تمہیں کافی عرصے تک روپوش رہنا پڑے گا۔ فرید الدین کے کچھ زر خرید غلام یہاں مستحضر میں بھی موجود ہیں جو آئے دن یہاں سے بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے سنہری جال میں پھنسا کر لیجاتے ہیں اور ان کی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔ اگر تم یہاں دیکھ لئے گئے تو پھر بانگے خاں بھی فرید الدین کے عتاب سے محفوظ نہیں رہ سکے گا“

”میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے مرزا صاحب لیکن۔۔۔۔۔۔“ میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ میری آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ میری آنکھوں میں آنسو چھلکے تو شبن مرزا نے جلدی سے کہا۔

”شہیر بیٹے۔۔۔۔۔۔! میں نے دنیا دیکھ رکھی ہے۔ زمانے کے سرود و کرم نے مجھے بھی نازک احساسات سے نوازا ہے۔ جو کچھ تمہارے اوپر گزری ہے اور جو تم محسوس کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں لیکن میرے بچے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے۔ تمہیں کسی قسم کی مایوسی کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ اگر تم نے مجھے اپنا سمجھا تو مجھے خوشی ہوگی۔“

شبن مرزا کی ہمدردانہ گفتگو سن کر میرا دل اور بھر آیا۔ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”میرے بزرگ! یہ میری خوش قسمتی اور بانگے خاں کی مہربانی ہے جو مجھے آپ جیسا

ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ ایک لمحے تک میں سکتے کی حالت سے دوچار رہا پھر دلی زبان میں بولا۔

”نہیہ تم میری محنت ہو‘ میں تمہاری بڑی عزت۔“
 ”نہیں شبیر نہیں۔“ نہیہ نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تجزی سے کہا ”تم مجھے محنت سمجھنے کے بجائے اپنی کنیز بنا لو تو مجھے زیادہ مسرت ہو گی‘ مجھے تمہارے سناڑے کی ضرورت ہے شبیر!“

اور۔۔۔۔۔ قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا نہیہ بے اختیار مجھ سے لپٹ کر سکتے لگی۔ میری حالت غیر ہو رہی تھی‘ ایک جوان جسم کے قرب نے مجھے بیجانی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ میرے لئے یہ تجربہ بالکل نیا اور انوکھا تھا‘ میری شریانوں میں جیسے خون کی بجائے بجلی گردش کر رہی تھی۔ یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا‘ میں نہیہ کو دھتکار کر احسان فراموشی کے الزام سے بچ سکتا تھا۔ دوسری طرف اس کا قرب مجھے بے چین کر رہا تھا‘ میں اس کشش سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا لیکن زندگی کے اس تجربے نے مجھے تسخیر کر لیا‘ میں نہیہ کو خود سے الگ نہ کر سکا‘ اسکو خود سے اتنا قریب کر لیا کہ ہمارے دلوں کی دھڑکنیں آپس میں مدغم ہونے لگیں‘ لمحے طویل ہونے لگے‘ منتشر منتشر سانسوں کی رفتار تیز ہونے لگی‘ میں بک رہا تھا کہ یلکھت میرا ضمیر جاگ اٹھا‘ میرے دل سے آواز آئی۔

”منہلو شبیر۔۔۔۔۔ تم فلا راستے پر جا رہے ہو‘ نہیہ تمہارا۔۔۔۔۔ ن کی بیٹی ہے‘ تم اپنے حسن کے اعتماد کو دھوکہ دے رہے ہو‘ اگر ایک بار تمہارے۔۔۔۔۔ تمہارے تو پھر تم کبھی نہ سنبھل سکو گے۔“

اچانک میں جیسے اندھیرے سے روشنی میں آگیا۔ میں نے آہستہ سے نہیہ کو خود سے علیحدہ کیا اور بولا۔

”نہیہ۔۔۔۔۔ جذبات کی رو میں بہہ جانا گناہ ہے۔ ہمیں اس ضمن میں اپنے بیویوں سے گفتگو کرنی چاہئے۔ جو کچھ ہوا ہے اس پر مجھے افسوس ہے۔ خدا ہم دونوں کو معاف کرے۔“

”محبت گناہ نہیں ہے شبیر!“ نہیہ نے شرمائی شرمائی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ ”مجھے امید ہے کہ ابا جان میری خوشیوں سے کبھی انکار نہیں کریں گے۔ تم نے ویسے بھی انھیں اپنا بنا رکھا ہے۔“

”یہ سب خدا کا کرم ہے نہیہ۔ ورنہ مجھے تو اپنی زندگی سے مایوسی ہو چکی تھی۔“
 ”اور اب۔۔۔۔۔“ نہیہ نے شرارت بھرے لہجہ میں مجھ سے سوال کیا‘ پھر خود

نہیہ میرے پاس آئی اور قدرے سنجیدگی سے بولی۔

”شبیر۔۔۔۔۔! میں محسوس کر رہی ہوں کہ آجکل تم مجھ سے کچھ کچھ کچھ سے
 رہتے ہو۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے؟“
 ”ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آؤ بیٹھو۔“ میں نے کتاب بند کر کے رکھی اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نہیہ دیرہ سال کے عرصے میں خاصی صحت مند ہو گئی تھی‘ اس کا جن پہلے کے مقابلے میں بھر نکل کر آیا تھا۔ پتہ نہیں یہ میری رفاقت کا نتیجہ تھا یا کوئی اور بات تھی‘ ہر حال اس وقت میری بات پر عمل کرنے کے بجائے وہ اپنے جگہ خاموش کھڑی جس نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی ان میں شکایت بھی تھی اور بے پناہ اپنائیت کا جذبہ بھی تھا۔ میرے لئے ان نگاہوں کی تاب لانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی غماز آنسو دکھائی دیتے تھے‘ میرے جذبات کو گدگد رہی تھیں‘ میں نے پلکیں جھپکائیں اور مسکرا کر کہا۔

”نہیہ۔ اگر اب میں کہوں کہ آجکل تم مجھ سے دور دور رہتی ہو تو تمہارا جواب کیا ہو گا۔“

”میرا جواب یہ ہے۔“ نہیہ بدستور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے بولی۔ ”کیا تم جواب چاہتے ہو؟“

نہ جاننے نہیہ کی نظروں میں وہ کیسا سحر تھا کہ میں خود کو اس وقت اس کے سامنے قطعی بے بس سمجھ رہا تھا۔ اس دن سے بیشتر میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا‘ پھر؟ اچانک مجھے کیا ہو رہا تھا؟ اسی میں اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ نہیہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے نزدیک آئی‘ میں گھبرا کر اٹھ گیا‘ کچھ کہنا چاہا لیکن آواز میرے حلق میں پھنس کر رہ گئی‘ مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

”تم میرا جواب سننا پسند کرو گے شبیر۔“ نہیہ کا لہجہ بڑا مہترم تھا۔

میں بدستور خاموش رہا تو وہ بولی۔
 ”تم نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے شبیر۔ ہاں‘ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب کسی مرد کو اپنا نہیں کہوں گی لیکن تم۔۔۔۔۔ تم نے میری سوچ کے زاوئے بدل دیئے ہیں‘ میں محسوس کرتی ہوں جیسے میری زندگی تمہارے بغیر نامکمل ہے‘ میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

نہیہ میرے اسیاں برتنے سے اس قدر اچانک اتنی جذباتی ہو جائے گی‘ میں نے کبھی

رہتا مناسب نہیں۔

”شیر بیٹے فیہ ٹھیک کہہ رہی ہے، مجھے خود بھی تشویش تھی کہ تم کہاں چلے گئے؟“
میں نے شبن مرزا سے وعدہ کیا کہ آئندہ جلدی واپس آ جایا کروں گا اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھونے کی غرض سے باہر صحن کی طرف چلا گیا۔

شبن مرزا نے مجھ سے ملازمت دلانے کا وعدہ تو کر لیا تھا لیکن ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔ بیس بائیس روز تک میں نے خاموشی سے انتظار کیا پھر ذاتی طور پر بھی ملازمت کی تلاش میں لگ گیا۔ مقررہ کے سلسلے میں مجھے کچھ زیادہ معلومات نہ تھیں البتہ اتنا ضرور سن رکھا تھا کہ یہ شہر ہندوؤں کے لئے بڑا مقدس ہے، جہاں دور دراز کے ملک سے پنڈت اور پجاری، تیرتھ یاترا اور مندروں کی شان و شوکت دیکھنے کی غرض سے آیا کرتے ہیں۔ مگر مجھے ان پنڈت اور پجاریوں سے زیادہ سروکار اپنی ملازمت تلاش کرنے سے تھا۔ جہاں بھی مجھے کوئی دفتری بڑی دکان نظر آتی، میں بے دھڑک وہاں جا کر اپنا مدعا کہہ دیتا لیکن جواب پیشہ نئی میں ملتا، اکثر لوگ مجھ سے میرے اور میرے خاندان کے بارے میں پوچھتے اور پرانا تجربہ دریافت کرتے تھے۔ مگر جب میں انھیں یہ بتاتا کہ ملازمت کے سلسلہ میں میرا سابقہ تجربہ کچھ نہیں تو وہ مجھے نکا سا جواب دیکر بھگا دیتے۔ میں مایوس ہونے کے بجائے قسمت آزمائی کی خاطر دوسرے دروازے کا رخ کر لیتا تھا۔ آٹھ دس روز تک میں یونہی شہر میں ملازمت کے حصول کی خاطر چکر لگاتا رہا لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

ایک روز میں ملازمت ہی کے حصول کے سلسلے میں ایک ہندو جوہری کی دکان میں گیا، جہاں ایک جانب تخت پر ایک نیم پاگل اور ننگ دھڑنگ بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سر کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھ رہے تھے۔ جسم پر میل کی تھیں جی نظر آ رہی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں سے لا پرواہی مٹھ رہی تھی۔ عمر ستر کے لگ بھگ نظر آتی تھی۔ سینے کے لمبے لمبے سیاہ بال چکنی مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔ صورت و شکل کے اعتبار سے وہ کوئی پنڈت یا پجاری ہی نظر آتا تھا۔ تخت پر بھی ہوئی اجلی پھرتی اس کے بیٹھنے سے گندی ہو چکی تھی۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ جس پہن پر وہ بیٹھا تھا وہاں کا ہندو جوہری بڑے کدھر کے لباس میں تھا مگر اس وحشی نما انسان کے سامنے فرش پر ہاتھ جوڑے بیٹھا کہہ رہا تھا۔ ”سہاراج۔ تمہاری بڑی کپا جو تم نے دکان کو درشن دیئے، تمہارے پوتہ راجن اس دکان پر آگئے سہاراج، میں کتنا بھاگوان ہوں، سب میری کٹھنائیوں کا سے بیت جائے گا مجھے تمہارے آشیرود کی بھکشا چاہئے سہاراج۔“

یہ لجا کر دوسرے کمرے کی سمت بھاگ گئی۔

مجھے شبن مرزا کے گھر میں خود کو نظر بند کئے پورا ڈیڑھ سال گزر چکا تھا۔ میرا دل زندگی کی اس یکسانیت سے آتا چکا تھا۔ میرے پیش نظر ابھی بہت کچھ تھا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر اپنا مستقبل بنانا چاہتا تھا۔ مجھے ابھی اپنے والدین کے قاتلوں سے اپنا انتقام بھی لینا تھا، ان کاموں کے لئے جدوجہد بھی ضروری تھی۔ ڈیڑھ سال میں میری ہیئت بھی خاصی بدل چکی تھی۔ شبن مرزا کی محبت نے میرے غموں کے پوجھ کو بڑا ہلکا کر دیا تھا۔ ایک روز میں نے موقع پا کر شبن مرزا پر اپنی خواہشات کا اظہار کر دیا۔ شبن مرزا نے میری بات بڑی توجہ سے سنی پھر بولے۔

”بیٹے۔۔۔ تمہیں اب ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے باہر آنے جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایک بات کا ضرور خیال رکھنا، تم اپنا اصلی نام کسی پر ظاہر نہیں کرو گے۔“

”میں اس کی اہمیت سمجھتا ہوں مرزا صاحب، بسکے خاں نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔“ میں نے بڑی سعادتمندی سے جواب دیا پھر بولا۔ ”اس وقت میں آپ سے ایک اور اہم بات کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ مجھے اپنے اثر و رسوخ سے کہیں ملازمت دلوا دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔“

”اتنی جلدی کیا ہے میرے بیٹے! میرا خیال ہے کہ تم ملازمت کے بجائے اپنی پڑھائی کا سلسلہ از سر نو شروع کر دو تو زیادہ بہتر ہو گا، ڈیڑھ دو سو کی ملازمت سے بھلا کیا حاصل ہو گا۔“

”میں پڑھائی کا سلسلہ بھی جاری رکھوں گا لیکن ملازمت بہر حال ضروری ہے۔“ میں نے دلی زبان میں کہا۔

شبن مرزا میرے اصرار پر اس بات کے لئے رضامند ہو گئے کہ وہ جلد ہی میرے لئے ملازمت کا کوئی معقول ہندو بہت کر دیں گے ان کے کام پر چلے جانے کے بعد، اس روز میں نے ڈیڑھ سال بعد پہلی بار گھر کی دلیز سے باہر قدم نکالا۔ مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ لیکن آزادی کے احساس نے میرے جسم میں ایک نئی امنگ پیدا کر دی، اس روز میں مختلف سڑکوں اور بازاروں کے بلا معنی چکر لگاتا رہا۔ شام گئے واپس لوٹا تو شبن مرزا اور فیہ دو نوں میرے لئے پریشان تھے، فیہ نے دلی زبان میں کہا۔

”با حضور، ان کو سمجھا دیجئے کہ ابھی یہ اس شہر کے لئے نئے ہیں، زیادہ دیر تک باہر

”معاف کرنا مہاراج۔ میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔“
 ”آہ نکمیں رکھتے ہوئے بھی خود کو اندھا کہہ رہا ہے۔ مورکھ!“ بوڑھے نے اکھڑے
 ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ مجھے اس کا جملہ گراں گزرا لیکن میں نے اس سے الجھنا مناسب
 نہیں سمجھا۔ خون کا گھونٹ پی کر کترا کر آگے بڑھنا چاہا تو بوڑھے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں
 اس کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکا، ٹھٹھا کر بولا۔

”کیا بات ہے مہاراج؟ کیا تم مجھ سے جھگڑنا چاہتے ہو؟“
 بوڑھا میری بات کا جواب دینے بغیر ایک ٹانے تک مجھے گھورتا رہا پھر بڑے نرم لہجے
 میں بولا۔

”بالک۔ یہ دھرتی ایک گورکھ دھندا ہے۔ بلوان، کنزور پرانیائے (ظلم) کر کے خوش
 ہوتا ہے، پر تو دجے اسی کی ہوتی ہے جو دھیرج سے کام لے۔ سب بدلتے دیر نہیں گنتی۔“
 بوڑھے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، نہ جانے کیوں مجھے اس کی شخصیت سے
 کراہیت محسوس ہو رہی تھی، میں نے جھک کر اپنا ہاتھ چمڑا لیا اور نفرت بھرے انداز میں
 کہا۔

”اپنی راہ لو مہاراج۔ مجھے تمہاری نصیحتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“
 ”مورکھ۔ ابھائی (بد قسمت)!“ یلکھت بوڑھا کرخت آواز میں بولا ”تو میرا اعلان کر رہا
 ہے۔ تجھے کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہیں۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس سے تو کس کے سامنے
 کھڑا ہے؟“
 ”مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں بڑے میاں!“ میں نے بھی درشت لہجے میں جواب
 دیا۔ ”تم خواہ مخواہ میرے سر کیوں ہو رہے ہو؟“

بوڑھے کی بڑی بڑی آنکھیں اچانک انگاروں کی مانند دھک اٹھیں، وہ سر تپا غیض و
 غضب کی حالت میں کانپ رہا تھا۔ اس کے تیور خطرناک تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار
 نہ رہی۔ جلد ہی وہ اپنی اصل حالت پر آگیا اور ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔
 ”لوکے۔ جا دفع ہو جا پر تو اتنا اوش یاد رکھنا کہ تو نے کسی یوگی کی حقیقی کا مذاق اڑایا
 تھا۔ سب تجھے بتائے گا کہ میں کون ہوں۔ جا۔ دور ہو جا میرے سامنے سے۔“

میں نے حقارت سے ایک اچھتی ہوئی نظر بوڑھے پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ تمام
 راستے وہ عجیب و غریب اور منہ خیز بوڑھا میرے ذہن پر مسلط رہا، میں نے متعدد بار
 کوشش کی کہ اسے اپنے ذہن سے نکال پھینکوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک آدھ بار تو

میں دروازے کے قریب کھڑا حیرت سے دکان کے مالک کو دیکھ رہا تھا جو تخت پر بیٹھے
 ہوئے اس دیوانے کے سامنے بار بار ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کر رہا تھا لیکن ابھی تک اسے اپنی
 کسی بات کا جواب نہیں ملا تھا، تخت پر بیٹھا ہوا بوڑھا اسے یوں گھور رہا تھا جیسے دکان کے
 مالک کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دکاندار خاصی دیر تک بوڑھے کے
 قدموں میں سر جھکائے رہا پھر ہاتھ جوڑ کر سر اٹھاتے ہوئے بڑی عقیدت سے بولا۔
 ”مہاراج مجھے زراش مت کرنا، تمہارے اس سیوک کو تمہارے آئینہ راد کے سوا اور
 کچھ نہیں چاہئے۔“

”دھکاری (لھون)! کالا بیوپار کرنے والے کبھی اپنی آٹھوں میں سہل نہیں ہو سکتے۔
 تیرا سب کچھ نشت ہو جائے گا۔ دیوتاؤں اور دھرماتوں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔“
 ”ایسا نہ کہو مہاراج۔ بھگوان کیلئے ایسا نہ کہو۔“ جوہری بوکھلا کر گڑ گڑایا۔ ”مجھے زراش
 مت کرو مہاراج۔ میں تمہارے چہن چھوتا ہوں، مجھے سراپ (بد دعا) نہ دو مہاراج۔“
 ”اپرا دھی“ بوڑھا بڑی حقارت سے بولا۔ ”جس منش کے من میں پاپ بھرا ہو وہ
 جیون میں کبھی سکھی نہیں رہتا۔ تیرے بھاگ میں جو لکھا ہے وہ اوش پورا ہو گا۔ تیری
 دھن دولت تیرے کسی کام نہ آئے گی۔ ایک دن تو کتوں کی موت مرے گا۔“

میں نے دیکھا کہ جوہری کے چہرے کی رنگت اچانک زرد پڑ گئی۔ وہ پٹی پٹی نظروں
 سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے کی باتوں نے جیسے اس پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔ پھر قتل
 اس کے کہ وہ اور کچھ کتا بوڑھا بڑی لاپرواہی سے تخت سے اتر گیا۔ میں ابھی تک ششدر
 سا کھڑا تھا۔ بوڑھا میرے قریب آ کر ایک لمحے کیلئے رکا۔ اس نے مجھے سر تپا بڑے غور سے
 گھورا پھر دیوانوں کی طرح ہنستا ہوا دکان سے نیچے اتر آیا۔ شام تک چار پانچ جگہ قسمت
 آزمائی کی لیکن ملازمت کی امید کہیں نظر نہ آئی، میں مایوس ہو کر واپس گھر کی جانب چل
 دیا۔ پے در پے ناکامیوں نے مجھے اس روز بڑا دل برداشتہ کر دیا تھا، میرا ذہن منتشر ہو رہا
 تھا۔ میں شبین مرزا پر اب مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ اب مٹھرا کو
 بھھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا۔ فیصلہ کی جدائی کے خیال نے مجھے پریشان کر رکھا تھا، میں
 اپنے پریشان خیالات میں منہمک کسی تھکے ہوئے مسافر کی طرح گردن جھکائے نظریں نیچی
 کئے ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ بے خیالی میں کسی آدمی سے ٹکرا گیا، چونک کر نظریں
 اٹھائیں تو دیکھا کہ وہی دیوانہ بوڑھا میرے سامنے کھڑا مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔
 اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جاوہ تھا کہ مجھے جھرجھری آگئی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

میرے صبر کا پیمانہ لبرز ہو رہا تھا۔ میں بے اختیار اس پر جھپٹ پڑا لیکن دوسرے نو لٹے جو کچھ ہوا وہ میرے پورے جسم کے رونقنا، کھڑے کر دینے کے لئے بہت کافی تھا۔ پھر رے بدن والا یکفخت میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ میں نے سسے سے انداز میں صبر کا ایک ایک کوٹا چھان مارا، میری دروازے کو دیکھا جو بدستور اندر سے بند تھا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ خوف اور دہشت کے مارے میرا برا حال تھا، میں نے سوچا کہ شبیں مرزا کو جگا کر انھیں حالات سے باخبر کر دوں لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے اس واقعے کی میری پریشانیوں اور منتشر ذہن کی اختراع سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے، میں نے شبیں مرزا کو جگانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور خاموشی سے دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

میں نے نیکہ کا دل رکھتے کو کہہ دیا۔ میری بات سن کر وہ شرمانی۔ بڑی محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھا پھر زبان چڑھا کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی! میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ رات والا معاملہ بدستور میرے ذہن میں انتشار پیدا کر رہا تھا۔ یوگی اور اس کے بھائی سیوک کا مسئلہ میرے لئے ناقابل حل تھا، ان پر اسرار واقعات نے مجھے بری

خدا نے چاہا تو دو ایک روز میں مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“

”مرزا صاحب!“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی جگہ پورن چند کے یہاں مجھے ملازمت دلوا دیں۔“

”میں نے اس سے کہا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی کہ یوگی نے ابے جی بخئی سے منع کیا ہے کہ آئندہ وہ کسی مسلمان کو اپنے یہاں ملازم نہ رکھے۔“

”آپ کتنے عرصے سے ملازمت کر رہے تھے پورن چند کے یہاں؟“ میں نے یوہنی

سوال کر ڈالا۔

”بارہ تہرہ سال کا عمرہ بیت گیا۔ لیکن تم پریشان مت ہونا، مجھے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ ہے، دو چار روز کے اندر مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“

میں نے شبن مرزا کو اس سلسلہ میں زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے یوگی کے مسئلے نے مجھے الجھا ضرور دیا تھا۔ یہ بات میرے لئے تشویش کا باعث بن رہی تھی کہ آخر وہ پراسرار بوڑھا میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ میں نے اس ضمن میں جتنا سوچا اتنا ہی میرا ذہن اور الجھ گیا۔ رات آئی تو میری پریشانی دو چند ہو گئی، میں بچپن ہی سے غرور اور بے خوف واقع ہوا ہوں لیکن اس روز دراندھے میں سوتے ہوئے مجھے خوف لگ رہا تھا، میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنا پلنگ اندر کمرے میں کر لوں لیکن میں ایسا بھی نہ کر سکا، ظہن مرزا کے کمرے میں پلنگ کر لینے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن وہ خوتے میں لمبے لمبے خراٹے لینے کے عادی تھے جن سے مجھے شدید وحشت ہوتی تھی۔ فیصلہ کے کمرے میں میرا سونا یوں بھی کچھ مناسب نہ تھا اس لئے مجھے مجبوراً ”دراندھے میں سونے کے لئے جانا پڑا۔ فیصلہ نے سونے سے پہلے حسب دستور اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

میں بڑی دیر اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ پراسرار بوڑھے کا خوفناک تصور مجھے خوفزدہ کر دیتا۔ میں بار بار گھن کی جانب دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، ہر چند کہ میری بھی کوشش تھی کہ محتاط رہوں اور جاگتا رہوں لیکن ایک بار نیند کا ایسا جھوٹا آیا کہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ دوبارہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا بازو پکڑے مجھے زور زور سے جھنجھوڑ رہا ہے۔ میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ خوف کے مارے میرا برا حال تھا پچھلی رات کے تجربے نے مجھے ہرزل بنا دیا تھا۔ میں نے ہمت کر کے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج کم ہونے لگیں۔ مجھے جس شخصیت نے جگایا وہ نیچر تھی۔

ملازمت جانے کا کچھ اتنا زیادہ ملال نہیں ابھی میرے ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں، دوسری ملازمت کل مل سکتی ہے لیکن مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ پورن چند نے مجھے کسی اور کے کہنے پر ملازمت سے بسکدوش کیا ہے، اسے خود بھی مجھے جواب دیتے وقت افسوس ہو رہا تھا، میں ایک زمانے سے اس کی خدمت کر رہا تھا۔ پورن چند اتنا اعتماد اپنے لڑکوں پر نہیں کرتا جتنا مجھ پر کرتا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں مجبور ہو گیا؟“

”کیا پورن چند نے آپ کو کوئی وجہ نہیں بتائی کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف ایسا قدم کیوں اٹھانے پر آمادہ ہو گیا؟“ میں نے بدستور سنجیدگی اختیار کئے ہوئے سوال کیا۔

”پورن چہ نے تو یہاں تک کہا ہے بیٹے کہ میں گھر بیٹھے پوری تنخواہ تمام زندگی اس سے لیتا رہوں لیکن میرے ضمیر نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔“ مرزا صاحب نے کسماتے ہوئے کہا۔ ”رہا اس کی مجبوری کا مسئلہ تو اس نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ اس کے مذہب کے کسی بڑے بزرگ نے اسے ہدایت کی تھی کہ مجھے علیحدہ کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں اس ممان یوگی نے پورن چہ کی بربادی کی پیشین گوئی کی تھی؟“

”ہمان یوگی -----“ میں چونکہ اٹھا میرے ذہن میں اس بوڑھے پجاری کا تصور ابھر آیا۔ جس نے سر راہ مجھے روک کر الٹی سیدھی باتیں کی تھیں، اسی کے کسی پر اسرار سیوک نے رات کو مجھ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے یوگی سے محافی نہ مانگی تو میری زندگی کو تکالیف سے دو چار کر دیگا، پھر وہ کسی چھلادے کی طرح غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے کے لئے مرتبا لرز اٹھا، شبن مرزا کی بات سکر مجھے یقین آ گیا تھا کہ ان کی ملازمت سے برطانی میں بھی یقیناً اسی یوگی کا ہاتھ ہو گا جو مجھے نہ جانے کیوں اپنے سامنے کھٹے ٹھکنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ چند ماٹھے تک حیرت بھری نظروں سے شبن مرزا کو نکتا رہا پھر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ کیا آپ اس یوگی سے واقف ہیں جس نے پورن چند کو آپ کے خلاف بھڑکایا ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ ایک دوبار میں نے اس گندے بوڑھے کو سڑک پر تنگ دھڑنگ پھرتے ضرور دیکھا ہے، اس کے ساتھ اکثر کچے عقیدے رکھنے والے ہندو، ہڈت پیاریوں کا جمع لگا رہتا ہے، کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ بوڑھا پراسراد اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، اس کی زبان میں ایسی تاثیر ہے کہ جو کہتا ہے پتھر کی لکیر بن جاتا ہے لیکن میں ان باتوں کا قائل نہیں ہوں۔“ شبن مرزا نے سرسری طور پر مجھے یوگی کے بارے میں بتایا پھر بولے۔ ”تم فی الحال نیچہ کو میری ملازمت کے سلسلے میں کچھ نہ بتانا ورنہ وہ بریشان ہوگی“

رہا تھا، میں بولنا چاہتا تھا لیکن بولنے سے قاصر تھا، میری زبان پر جیسے آٹے ڈال دیئے گئے تھے۔ میں صرف سن رہا تھا۔

”کل رات مہمان یوگی مہاراج نے تجھے کتنی کا راستہ دکھانے کے کارن تیرے پاس اپنے ایک سیوک شیام لال کو بھیجا تھا پرنتو تو اس سے الجھنے کے لئے جھپٹ پڑا۔“ نعیمہ کی بدلی ہوئی کھردری آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ ”سن مورکھ۔ جو منٹ سے سے قائمہ نہیں اٹھاتا وہ دھواں نہیں بدھو کھلاتا ہے۔ فحقی پر اپت کے بنا تیرے سپنے سدا اوجھڑے رہیں گے۔ مہمان یوگی مہاراج تیری سائنیا کرنے کو تیار ہیں، ایک سچے سیوک کی طرح اگر تو نے مہاراج کے چرن چھو کر شامنگ لی تو پھر تو بلوان بن جائے گا۔ تیرے لئے کیول یہی ایک راستہ ہے۔ میں اب جا رہی ہوں پرنتو اتنا یاد رکھ کہ اگر تو نے مہاراج کی آگیا کا پالن کرنے سے منہ موڑا تو پھر یوگی مہاراج تجھے تباہ و برباد کر دیں گے۔“

اپنا جملہ مکمل کر کے نعیمہ نے جو اس وقت سریتا کے روپ میں تھی، مجھے لال لال آنکھوں سے گھورا پھر اس دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگی جو نعیمہ کے کمرے میں کھلتا تھا، میں بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا، میری نبض کی رفتار مدھم پڑتی جا رہی تھی، میرا جسم ہینہ سے شرابور ہو رہا تھا، میری خوفزدہ نظریں نعیمہ پر جمی ہوئی تھیں، جو آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر گھوم کر میری طرف دیکھا پھر کمرے میں داخل ہو گئی۔

مجھ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں نعیمہ کے دروازے پر نظریں جمائے اپنے دل کی دھڑکنوں کو گن رہا تھا۔ کئی لمبے سیت گئے۔ پھر یکفخت میں مشینی انداز میں آہستہ سے اٹھا اور بچوں کے بل نعیمہ کے کمرے کے کھلے دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔ میں اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے بے چین تھا کہ وہ لڑکی کون تھی؟ نعیمہ یا سریتا۔۔۔۔۔!!



اتنی رات گئے نعیمہ کو اپنے قریب پا کر مجھے بڑی تعزیت ہوئی، ایک لمبی جمائی لے کر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے نعیمہ۔ کیا نیند نہیں آ رہی ہے؟“

”میرا نام نعیمہ نہیں سرتا ہے۔“ نعیمہ نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ غالباً ”مجھ سے مذاق کر رہی تھی،“ نعیمہ کے سلسلے میں میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں، اس کے جسم پر پوشاک بھی وہی تھی جو میں نے رات کو سونے سے پہلے دیکھی تھی، البتہ اس کا لہجہ بدلا بدلا سا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے پریشان کرنا چاہتی ہے، میں نے مسکرا کر کہا۔

”تم سرتا کے بجائے اگر کوئی نام اور بھی رکھ لو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”میں تجھ سے مذاق کرنے نہیں آئی ہوں مورکھ۔ مجھے مہمان یوگی مہاراج نے تیرے پاس بھیجا ہے۔“ نعیمہ نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں بڑی بدکھائی سے جواب دیا۔ ”جانتا ہے میرے آنے کا کارن کیا ہے؟“

یوگی مہاراج کا نام سن کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے نعیمہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

”خدا کے لئے نعیمہ یہ مذاق ختم کر دو۔ تم نے اگر میرا راز کسی ذریعہ سے پالیا ہے تو اسے اپنے ہی تک محدود رکھنا۔“

”لڑکے۔ تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“ نعیمہ نے مجھے خوفناک نظروں سے گھورتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا پھر بڑی سرد آواز میں بولی۔ ”سن مورکھ۔ میں نعیمہ نہیں بلکہ سرتا ہوں! مجھے یوگی مہاراج نے تیرے پاس ایک سندیس دیکر بھیجا ہے۔ مہاراج کا کہنا ہے کہ اگر اب بھی تو نے ان کی آگیا کا پالن نہ کیا اور ہاتھ باندھ کر شامنگ کی حکمتا نہ مانگی تو مہمان مہاراج تیرا جیون نشٹ کر دیں گے۔ ان کا سراپ تجھے سارا جیون بیاکل رکھے گا، پرنتو اگر تو نے مہمان مہاراج کا کہنا مان لیا تو یہ دھرتی تیرے لئے سورگ سان (جنت کی مانند) ہو گی، تیری ہر آشا مہاراج پوری کریں گے، تو یوگی مہاراج کا مہمان سیوک کھلائے گا۔“

میری حالت ابتر ہو رہی تھی، میرا دل ڈوبا ہوا تھا، میں بت بنا بیٹھا سہمی سہمی نظروں سے نعیمہ کو گھور رہا تھا، جو اس وقت سریتا بنی ہوئی تھی۔ پے در پے رونما ہونے والے اسرار نے مجھے گونگا بنا دیا۔ میں ان باتوں کی تہ تک پہنچنے سے قاصر تھا، میرا حلق خشک ہو

”کیا شبیر رات دیر سے سویا تھا جو اب تک نہیں جاگا؟“

”نہیں! سونے دو میں اب کام پر جا رہا ہوں۔“

”شبیر۔۔۔۔۔ شبیر، اٹھو۔ دن نکل آیا ہے۔“

میں نے پلکیں جھٹکائیں پھر ایک لمبی جمہائی لیکر کہا۔ ”صبح بخیر نعیمہ!“

کام پر جا چکے ہیں اور تم ابھی تک لمبی تانے سو رہے ہو۔"

”کیا بات ہے؟ یہ آجکل تمہیں رات کو نیند کیوں نہیں آتی۔“

اور

مہمان یوگی مہاراج مجھے کس لئے اپنے سامنے بٹھانے پر مجبور کر رہا ہے؟
تمام رات میرا ذہن الجھتا رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی، میں جاگ رہا تھا لیکن رضائی کے اندر
منہ کئے پڑا تھا، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ نیمہ آج مجھ سے کس طرح جوش آتی ہے میں نے ٹپ
کر لیا تھا کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے میں نیمہ کو کریدنے اور اصل وجہ جاننے کی کوشش ضرور
کر دوں گا، میرے پاس ایک ٹھوس ثبوت دیوی کی صورتی تھی جسے میں نے خود اپنی آنکھوں سے

”ذرا اپنے صندوق میں تو دیکھنا، میری ایک قمیص دو روز سے نظر نہیں آ رہی۔“
 ”بات مت مٹاؤ شیر!“ نعیمہ سنجیدہ ہو گئی۔ ”تمہیں مجھے بتانا ہو گا کہ تم کیا دیکھو اور

ہوا ہوں۔“ شبن مرزا نے رقت بھری آواز میں جواب دیا پھر میری طرف دیکھ کر بولے۔ ”
شہیر بیٹے! فیض کو اب میں تمہیں سوچ رہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا اور
کوشش کرنا کہ تم پر اسرار ہوگی.... گنگ..... گی.....“

شبیں مرزا جو کچھ یوگی کے بارے میں کہتا چاہتے تھے وہ کہہ نہ سکے ایک شدید ابکائی کے ساتھ ان کے منہ سے ڈھیروں خون اہل پڑا بہتر پر ان کا جسم اس طرح ترپ رہا تھا جیسے ان کو بجلی کے جھٹکے لگ رہے ہوں، پھر یلکھت وہ ساکت ہو گئے۔ آنکھوں کے پونے اوپر چہ گئے، شبیں مرزا کی روح قفسِ عمری سے پرواز کر چکی تھی، میں ہکا بکا کھڑا مرزا صاحب کی موت کا اذیت ناک منظر دیکھ رہا تھا، نعیر پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی، چند لمحوں تک وہ کسی ستون کی طرح کھڑی پھٹی پھٹی نظروں سے مرزا صاحب کو گھورتی رہی، میں نے جب سفید چادر سے لاش کو ڈھانکا تو وہ یلکھت جیسے ہوش میں آگئی۔ ”ابا حضور!“ کہہ کر چیخی پھر باپ کے لاشے سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔۔۔۔۔!



مرزا صاحب کی موت سے جہاں فیصہ کی حالت پر اثر پڑا وہاں میری ذمہ داری بھی بڑھ گئی جو کچھ تھوڑا بہت روپیہ پیسہ موجود تھا، وہ مرزا صاحب کے کفن و دفن پر خرچ ہو گیا۔ کچھ روپے جو پڑوسیوں نے ازراہ ہمدردی دیئے تھے ان سے گھر کا خرچ بمشکل چل رہا تھا۔ میں نے ایک طرف فیصہ کو سنبھالا اور دوسری طرف ملازمت کی کوشش اور تیز کر دی لیکن قسمت میری نہ تھی جہاں بھی جاتا مایوسی میرا مقدر بن جاتی، مرزا صاحب مرتے وقت پر اسرار یوگی کے بارے میں کیا نصیحت کرنا چاہتے تھے میں نے اس پر بہت غور کیا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

شبین مرزا کی موت کو ایک ماہ گزر گیا، اس عرصے میں، میں نے ملازمت کی خاطر کس قدر خاک چھائی، یہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ نیتہ کی حالت قدرے سنبھل ضرور گئی تھی لیکن باپ کی موت کا صدمہ اس کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہوا تھا، ہر چند کہ وہ خود کو میری خاطر بہت لئے دیئے رکھتی، لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے، گھر میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی، پاس پڑوس والوں نے کچھ دنوں ساتھ دیا پھر ایک ایک کر کے کئی کترا گئے یہاں تک کہ قانون کی نوبت آ گئی۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جس روز سے عین مرزا کا انتقال ہوا تھا اس روز سے پراسرار واقعات رونما ہونے بند ہو گئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اب یوگی اور اس کی پراسرار قوتوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہو گا

عمر دالے شخص نے جو تانگے کے ساتھ آیا تھا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”جس وقت مرزا صاحب کو حادثہ پیش آیا اس وقت میں اس کے قریب ہی موجود تھا“ شبین مرزا اچھے خاصے سڑک پر جا رہے تھے کہ یکفخت ان پر مرگی کا دورہ پڑ گیا، سڑک پر گر کر لوٹے اور تڑپنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حلق اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ ہم لوگوں نے انھیں تانگے میں ڈال کر ہسپتال لے جانا چاہا لیکن راستے میں انھیں ہوش آیا تو ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ انھیں ہسپتال کے بجائے گھر پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ہم یہاں آ گئے۔“

شبن مرزا پر مرگی کا دورہ پڑنے کی اطلاع نے میرے رہے سے اوسان بھی خلا کر
 دیے، مرزا صاحب کو مرگی کا دورہ تو کیا کبھی ایک چھبک بھی نہیں آئی تھی۔ صحت کے
 معاملے میں قدرت نے شبن مرزا کو نواز رکھا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ
 نہ تھا کہ میں شبن مرزا کو پیش آنے والے حادثے کو بھی پر اسرار یوگی کی کمرہ شخصیت سے
 منسوب کرتا، جو لوگ شبن مرزا کو لائے تھے ان کا شکریہ ادا کر کے اور رخصت کر کے میں
 دوبارہ گھر میں واپس آ گیا۔ فیصہ، باپ کے سینے سے لپٹی دھاڑیں مار رہی تھی۔ شبن مرزا
 بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے فیصہ کو سمجھا بجا کر الگ کیا اور شبن مرزا کے قریب بیٹھ کر
 ان کے چہرے سے خون صاف کرنے لگا۔ فیصہ سرہانے بیٹھی سسکیاں بھر رہی تھی۔ میرے
 ہوش و حواس ایسے خط ہوئے کہ ڈاکٹر کو بلانے کا دھیان ہی نہ رہا، کچھ دیر بعد شبن مرزا
 نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، فیصہ جلدی سے اٹھ کر باپ کے سامنے آ گئی، رندھی ہوئی
 آواز میں بولی۔

”ابا حضور۔ یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا؟“

شبیں مرزا اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگے، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑے ضبط سے کام لے رہے ہیں، معاً مجھے ڈاکٹر کا خیال آگیا، اٹھتے ہوئے کہا۔

”نعم۔ تم مرزا صاحب کا خیال رکھو، میں ڈاکٹر کو لیکر آتا ہوں۔“

”شیر۔ بیٹے!“ مرزا صاحب نے لڑکھڑائی گواز میں مجھے روکا۔ ”اب ڈاکٹر کو لانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں کوئی دم کا حسمان ہوں، تم کہیں نہ جاؤ مجھے تم سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔“

”با حضور.....“ نیرہ بچیاں لپٹے ہوئے بولی ”خدا کے لئے آپ ایسا باتیں نہ کریں، مجھے یقین ہے کہ آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے“

”بھئی۔ یہ سب دلا سے کی باتیں ہیں! تم نہیں سمجھ سکو گی کہ میں کن حالات کا شکار

دھڑکی کی سندرتوں کو قریب سے نہیں دیکھا، دھن دولت اور ثاروں کے چکر لے تو پورے
بڑے سوراؤں کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔

”یوگی مہاراج۔ ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن پانچوں اگلیاں برابر نہیں
ہوئیں۔“

یوگی میرا جواب سن کر سنی خیز انداز میں مسکرایا، اس کی مسکراہٹ بڑی عمدہ تھی لیکن
میں نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا۔ ذاتی طور پر میں نے حالات سے سمجھو ضرور کیا تھا لیکن
یہ میرا اعلیٰ فیصلہ تھا کہ میں زندگی میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو مجھے میرے
مذہب سے بھٹکا دے۔ اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا تھا لیکن آج جب میں اپنے پراسرار
ماضی کی سست نگاہ ڈالتا ہوں تو میری آنکھیں ششک ہو جاتی ہیں، مجھے اپنا دم سینے میں گھٹتا
محسوس ہوتا ہے، سر تا پار ز جاتا ہوں، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگتا ہوں، سوچتا ہوں کہ
الہان اپنی خواہشات کے آگے کتنی جلدی اختیار ڈال دیتا ہے۔ ہر حال ان واقعات کا ذکر
میں آگے چل کر کروں گا۔ فی الحال میں اس داستان کے سلسل میں غلط ڈالتا نہیں چاہتا۔

یوگی چند لمحوں تک مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر یکجہت سجدہ ہو کر بولا۔
”شیر۔ تم نے مجھے وجہ دیا ہے کہ جو میری آگیا ہوگی تم اس کا پالن اوش کرو گے اور
خود کو میرا سیوک سمجھو گے۔“

”ہاں۔ لیکن اس وقت تک جب تک تم میری شرط کا خیال رکھو گے۔“ میں نے
فوس آواز میں جواب دیا۔

”ایک بات کا دھیان اور رکنا۔“ یوگی میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ ”
میری طرف سے کبھی تمہارے من میں کھوت نہیں آنا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو تمہیں سارا
جہنم بچھتا ہوا گا۔“

”میں اس کا وعدہ کر چکا ہوں مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھے تمہارے لئے کیا
کرنا ہو گا۔“

یوگی میرا جواب سن کر ایک بار پھر مسکرا دیا، چند ساعت تک مجھے یوں گھورتا رہا جیسے
کوئی بزرگ بچے کی کسی غلطی پر اسے سرزنش کرنے کے بارے میں غور کر رہا ہو، پھر فوس
کر بولا۔

”تم۔۔۔۔۔ اور میرے لئے کچھ کر سکو گے؟ ابھی سے کا انتظار کرو بالک اور
گرو اور خیلے کا فرق سمجھنے کی کوشش کرو، سے تمہیں خود بتا دیا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں

کی سوگند کھا کر اس بات کا وچن دیتا ہو گا کہ تو کبھی میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا، جو
میں کہوں گا وہی کرے گا۔“

یوگی نے میری دھکتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا تھا، میں اس وقت اپنے جذبات پر قابو نہ پا
سکا، مجھے وہ وقت یاد آگیا جب میری آنکھوں نے اپنی بہن کو برہنہ حالت میں دیکھا تھا،
اپنے باپ اور ماں کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مجھے وہ لمحہ بھی یاد
آگیا جب میں نے آخری بار اپنی بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی اور دل میں اس بات کا وعدہ
کیا تھا کہ اگر کبھی حالات سازگار ہوئے تو میں اپنے دشمنوں سے اس کا انتقام ضرور لوں
گا۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا، مرزا صاحب کی ملازمت کا جانا، ان کی موت اور پھر نصیر کی
بیماری اور فاقے۔ یہ سارے واقعات مجھے پریشان کر رہے تھے، میں نے کچھ سوچ کر یوگی کی
سمت دیکھا اور بولا۔

”اگر میں تمہارا سیوک بننے اور تمہارے چرن چھونے سے انکار کر دوں تو تم میرے
ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”تجھے بچھتا پڑے گا۔“ یوگی نے غصہ سے جواب دیا۔ ”تیری من پسند ناری دنیا سے
روٹھ جائے گی، تو بھوکوں مرے گا، میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ دھرتی کا سینہ بھی تھرا
جائے گا۔“

”میں سب کچھ ماننے کو تیار ہوں یوگی جی، لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔“ میں نے
حالات سے سمجھو کرتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھ سے کوئی ایسا کام نہیں لو کہ جو میرے مذہب
اور میرے ایمان پر اثر انداز ہو۔“

”بالک۔۔۔۔۔! تو مجھ سے سودا بازی کر رہا ہے۔ مورکھا! کیا تو نے میری فحشی
کے سارے تماشے بھلا دیئے، کچھ اور چھٹکار دکھاؤں تجھے؟“

”تم جو چاہو کر سکتے ہو، لیکن میں اپنے مذہب اور ایمان سے کبھی نہیں پھر سکتا؟“ میں
نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

پر اسرار یوگی ایک لمحے کے لئے الگ بگولا ہو گیا، اس کی سرخ آنکھوں سے مجھے شعلے
پھونٹے محسوس ہو رہے تھے، وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے مجھے کچا چبا جائے گا۔
لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی، جلد ہی وہ خود پر قابو پا کر بولا۔

”مجھے تیری شرط منظور ہے، پر تو سے بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔۔۔۔! تو نے ابھی

فی الحال عیش کرو۔“

جس انداز میں پر اسرار یوگی نے مجھ سے عیش کرنے کو کہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوا تھا جیسے اس نے قارون کا خزانہ میرے لئے کھول دیا ہو لیکن میں جانتا تھا کہ میری جیب میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، میں نعیمہ سے جھوٹ پول کر گھر سے نکلا تھا، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد اس کے لئے دوا لے کر لوں گا۔ نعیمہ کے خیال ہی کے باعث میں نے یوگی کی کڑوی کسبلی باتوں کو بھی برداشت کر لیا تھا۔ میں یوگی کی بات کا جواب دینے بغیر اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کچھ لمحے یوں ہی خاموشی سے گزر گئے پھر یوگی نے مجھے محبت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

”بالک! میں تمہارے چہرے پر گھور اندھیارے دیکھ رہا ہوں۔ پر تو اب یہ اندھیارے چھٹ جائیں گے۔ تمہارا برا سے بیت چکا ہے، اب تمہارے چاروں اور (طرف) انجیلے ہوں گے، جاؤ اور دھرتی کا سکھ چین لو، کرو کا آشیر واد تمہارے ساتھ ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے زہر خند سے جواب دیا ”تم مجھے عیش کرنے اور مزے لوٹنے کی تلقین کر رہے ہو لیکن کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میرے پاس اسوقت ایک کوڑی بھی نہیں“

”مجھے سب خبر ہے مورکھ۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تو نے نعیمہ سے جھوٹ بولا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سے کوئی چتا تجھے بیا کل کر دی ہے؟ پر تو اب تجھے ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں کرنا چاہئے۔“ اتنا کہہ کر پر اسرار یوگی نے ایک لمحے کے لئے آسمان کی سمت گھور کر دیکھا، پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ”آج سے تم اسے اپنا مہتر سمجھو گے۔“

میں پوچھنے والا تھا کہ کسے اپنا دوست سمجھوں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے محسوس کیا جیسے اچانک کوئی شخص میرے بائیں ہاتھ پر نمودار ہوا ہے، گھوم کر دیکھا تو شیام لال کو اپنے برابر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہی شیام لال جس نے پہلی بار مجھے پر اسرار یوگی کا پیغام دیا تھا۔ لیکن جب میں اس سے برسر پیکار ہونے کے لئے لپکا تو وہ اچانک غائب ہو گیا تھا، ابھی میں شیام لال کو حیرت بھری نظروں سے گھور رہا تھا کہ یوگی مہاراج نے بڑی کراخت آواز میں شیام لال کو مخاطب کر کے کہا۔

”سنو شیام لال۔۔۔۔۔۔ آج سے تم میرے اس نئے سیوک کے مہتر بن کر رہو گے، میں کچھ دنوں کے لئے تمہیں شاکر رہا ہوں، اگر کتنی چاہتے ہو تو پھر کسی چھل کپٹ سے

کام مت لینا، اگر تم نے ایسا کیا تو جاننے ہو کیا ہو گا۔ میں تمہاری آتما کو بھی چٹاکی دیتی آگ میں جلا کر جسم کر دوں گا۔“

شیام لال لپک کر آگے بڑھا اور یوگی کے قدموں میں گر کر بولا۔

”مہمان مہاراج۔ مجھے شاکر دو، مجھ سے بھول ہوئی تھی، میں دیوی کو سوگند کھا کر تمہیں دھن دتا ہوں کہ اب کبھی اپنے من میں کھوٹ نہیں آنے دوں گا، تمہارا سچا سیوک بن کر سارا جیون تمہارے چروں میں بتا دوں گا۔ مجھ پر دیا کرو مہاراج، مجھے شاکر دو۔“

شیام لال پر اسرار یوگی کے قدموں میں پڑا مگر گڑا کر نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا، مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ سڑک پر راہ گیر بھی آ جا رہے تھے لیکن کسی ایک نے بھی وہاں رک کر اس حیرت انگیز تماشے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو نے بس میری طرف دیکھا تھا اور گزر گئے تھے۔ شیام لال بڑی دیر تک منت ساجت کرتا رہا پھر یوگی کے اشارے پر اٹھا اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”میری آتما ہے شیام لال کہ تم میرے نئے سیوک کی سیوا پورے تن من اور دھن سے کرو۔ جو یہ کہے اسے پورا کرنا تمہارا فرض ہو گا۔“

”میں تیار ہوں مہاراج،“ شیام لال نے یوگی کا حکم سن کر سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔

”ایک بات کا دھیان اور رہے۔ جب تک میری آتما نہ ملے تم اپنے اصلی روپ میں سوائے میرے نئے سیوک کے کسی اور کے سامنے ظاہر ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

یوگی بدستور شیام لال سے مخاطب تھا اور میں خاموش کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک یوگی مہاراج، شیام لال کو میرے سلسلے میں ضروری ہدایات دیتا رہا پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

”بالک۔ جا اور عیش کر شیام لال تیری ہر آتما کو پوری کرنے کی حلقی رکھتا ہے، اب تجھے دھن دولت کی چتا بیا کل نہیں کرے گی، جو تو چاہے گا وہی ہو گا، پر تو اس کا دھیان رہے کہ تو نے مجھے کیا دھن دیا تھا اور کیا شرط لگائی تھی۔“

”میں مسلمان ہوں یوگی مہاراج اور مسلمان کبھی اپنے کئے ہوئے وعدے سے منحرف نہیں ہوتا۔“

”ذات پات کو بیچ میں مت لاؤ بالک۔ سچا منش وہی ہے جو دھرم کے کارن اپنا جیون بلیدان کر دے۔“ یوگی مہاراج نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولے۔ ”بھگوان

”شیام لال ————— کیا نغمہ اپنی کھوئی ہوئی محنت دوبارہ پالے گی؟“

”لیکن میرے پاس۔۔۔۔۔“

”جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا میرے دوست۔“ شیام لال براہمنے کے بجائے مسکراتا ہوا چلا گیا۔

”یہ تو۔۔۔ اسے سنبھال کر رکھو۔ جس سینے نے مجھے ملازم رکھا ہے، میں اس سے ایک ماہ کی پہنکی تنخواہ لے آیا ہوں۔“

”ہاں نیرہ۔۔۔۔۔“ میں نے نیرہ کو پیار سے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ ”قدرت جب سینے پر آتی ہے تو دونوں ہاتھوں سے دیتی ہے۔ اب ہمارے برے دن ہیں، جکے ہیں نیرہ، اب ہم ہمیشہ سکھ اور چین سے رہیں گے، اب ہمیں کوئی طاقت مجھ سے دور نہیں کر

”وہ صبح سے کام نہ لیا۔ لیکن بچی ہو تو مٹی بھی سونا بن سکتی ہے پر تو اس کے لئے بھی انسان کو بڑے پاپز بیلنا پڑتے ہیں۔ تم ابھی نیرہ کی دیکھ بھال کرو، شام لال تمہارے ساتھ ہے، دیوی دیوتاؤں کی کپا سے تمہاری آشائیں اوش پوری ہوں گی۔ جاؤ سدھارو۔“

میں شام لال کے ہمراہ گھر کی طرف چل دیا، بچی کی اس وقت کی باتوں نے مجھے ایک طرح کا سکون بھی دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک الجھن میں بھی ڈال دیا تھا، اس نے مجھے عیش کرنے کی دعا دی تھی۔ اپنے ایک سیوک کو میری خدمت پر مامور کر دیا تھا مگر کیوں؟ کیا وہ مجھے صرف خوش دیکھنے کی خاطر میرے پیچھے لگا تھا؟ کیا اس نے محض میری مسرتوں کی خاطر شبنم رزا کی گلی بندھی ملازمت چھڑا دی تھی اور بعد ازاں انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا؟ کیا اسے میری خوشیاں اس قدر عزیز تھیں کہ اس نے نیرہ کو بستر مرگ تک پہنچا دیا؟ مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا، میری مجبوریوں، میری بے بسی اور میری غربت کا مذاق اڑایا اور آخر میں مجھے خوش رہنے کی دعا دی تھی!!

میرا دل پر اسرار یوگی کی باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا، بقینا اسے مجھ سے کوئی اہم کام ہو گا جو اس نے مجھے اپنا دست نگر بننے پر مجبور کیا ورنہ بلا کسی مقصد کے اسے میرا بیچھا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور ایسی صورت میں جبکہ میں مسلمان تھا، خدا اور رسول کا نام لیا اور وہ ہندو مذہب کا پیروکار تھا، پھر کے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود میں یوگی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو گیا، میں ایسا کرنے پر مجبور تھا، کل کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں، میں نے جتنا غور کیا میرا ذہن الجھتا گیا۔

کیا اور نغمہ کو دوا پینے کی تلقین کر کے باہر آ گیا۔ چلتے وقت میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ کام پر جا رہا ہوں۔ مجھے بہر حال اپنے جھوٹ کو نبھانا تھا، مگر کب تک؟ یہ خدا ہی بہتر جانتا تھا!



ایک ماہ تک یہی سلسلہ جاری رہا، میں صبح گھر سے نکلتا دن بھر ادھر ادھر گھومتا پھرنا اور شام کو واپس آ جاتا، میرے پاس اب بیسویں کی کوئی کمی نہ تھی، شیاہ لال میری ضرورتیں کس طرح اور کہاں سے پوری کرتا تھا، یہ یا تو وہ خود جانتا تھا یا پھر یوگی مہاراج کو معلوم تھا، البتہ میں نے اس عرصے میں یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ شیاہ لال کی شخصیت بھی یوگی سے کچھ کم پر اسرار نہیں تھی۔ سارا دن وہ میرے ساتھ گھومتا رہتا لیکن میرے سوا اسے کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا، میں جس کام کیلئے اس سے کہتا شیاہ لال پلک جھپکتے میں اسے پورا کر دیتا۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ ابھی تک یوگی مہاراج نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا تھا، نہ ہی وہ دوبارہ مجھ سے ملتا تھا، لیکن اس کی پراسرار قوت سے میرے گھر کی حالت بدل چکی تھی، میں آسودہ حال ہو گیا تھا، نیمہ میری فرضی ملازمت سے بید خوش تھی، اس غریب کو اصل حالات کا مطلق کوئی علم نہ تھا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد مجھے بانکے خاں کا خیال آیا۔ جب سے میں مٹھا آیا تھا ابھی تک بانکے خاں نے اپنی کوئی خیریت نہیں بھیجی تھی۔ مجھے اب بڑی شدت سے فرید الدین سے اپنے والدین اور معصوم بہن کے انتقام کی سوچ رہی تھی۔ کچھ دنوں تک میں اسی خیال میں گم رہا پھر ایک دن میں نے شیام لال سے کہا۔

”کیا تم مجھے بانکے خاں اور نواب فرید الدین کی بابت کچھ بتا سکتے ہو کہ وہ دونوں آج کل کہاں ہیں۔“

شیام لال میری بات کا کوئی جواب دیئے بغیر میری نظروں سے اچانک غائب ہو گیا، کچھ
دیر بعد واپس لوٹا تو اس نے مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

”میرے دوست! تمہارے متھرا پہنچنے کے دو روز بعد ہی فرید الدین کو اس بات کی اطلاع مل گئی تھی کہ بانگے خاں نے تمہیں فرار ہونے کا موقع دیا ہے، بانگے خاں سے پوچھ سمجھ ہوگئی وہ اسی بات پر اڑا رہا کہ کسی نے اس کے خلاف کان بھرے ہیں، اور جھوٹی اطلاع دی ہے ورنہ اس نے فرید الدین کی ہدایت پر تم کو اور تمہاری بہن کو ایک ہی قبر میں دفن دیا ہے۔ بانگے خاں کی بات کی تصدیق کی خاطر فرید الدین نے اپنی موجودگی میں

سکے گی۔“
 ”شیر-----“ نعرہ کی آوازیں فرط مسرت سے غناک ہو گئیں، بے اختیار
 آگے بڑھ کر وہ میرے سینہ سے لگ گئی اور بولی۔ ”اب تمہارے سوا میرا دنیا میں اور ہے
 بھی کون؟“

نعیمہ کی بات سن کر میرا دل بھی بھر آیا۔ میں نے اسے سینہ سے لگا کر قہقہے دی اور یقین دلایا کہ زندگی کی آخری سانسوں تک کبھی اسے خود سے علیحدہ نہیں کروں گا، نعیمہ بدستور میرے سینے سے لگی کھڑی رہی پھر کچھ دیر بعد جب بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے اسے بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔

”شاید ڈاکٹر آگیا“

میرا خیال غلط نہیں تھا، میں ڈاکٹر کو ساتھ لئے اندر آیا، ڈاکٹر نے بغور نغمہ کا معائنہ کیا اور دوا لکھ کر چلا گیا۔ میں اسی وقت بازار گیا اور دوا بنوا لایا۔ شام لال دروازے کے باہر ٹہل رہا تھا، مجھے دوا کی شیشی ہاتھ میں لئے دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہا۔

”میرے دوست، تم نغمہ کی طرف سے کوئی چٹانہ کرو، مہاراج نے چاہا تو وہ صبح تک بھلی چٹکی ہو جائے گی، یوگی مہاراج کی مہمان فطرتی تو مردوں میں بھی جان ڈال سکتی ہے“

دھیرے دھیرے تم سب سمجھنے لگو گے۔“

میں اس وقت جلدی میں تھا اس لئے شام لال کی بات کا جواب دینے بغیر گھر کے اندر چلا گیا لیکن جو کچھ اس نے کہا تھا وہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ دوسری صبح جب میں نے نیمہ کو دیکھا تو دنگ رہ گیا، وہ پہلے کی طرح بھلی چٹلی اور صحت مند نظر آرہی تھی۔ اس کا چہرہ ایک ہی رات میں نکھر کر گلزار ہو گیا تھا، یہ سب کچھ یقیناً اسی پراسرار یوگی کی کربات کا نتیجہ تھا ورنہ ڈاکٹر کی ایک خوراک دوا میں اتنی طاقت کہاں ہو سکتی تھی کہ وہ راتوں رات نیمہ کی کھوئی ہوئی تندرستی اسے واپس دلا سکتی۔ میں نیمہ کے شکفتہ چہرے پر نظر جمائے یوگی کی حیرت انگیز طاقت کے بارے میں سوچنے لگا۔ نیمہ میری نظروں کی تاب نہ لا کر بولی۔ ”کیا دیکھ رہے ہو اتنے غور سے؟“ کیا پہلے مجھے کبھی نہیں دیکھا؟“ اس کی آواز میں بھی وہی پہلی جیسی شوخی اور تازگی تھی۔

”دیکھا تو بارہا ہے لیکن آج تم کچھ زیادہ حسین نظر آ رہی ہو۔“

میری بات سن کر نعیمہ کا چہرہ گلاب کے پھول کی مانند کھل اٹھا، مجھے شوخ نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر والاں میں چلی گئی۔ میں نے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا، کپڑے تبدیل کئے ہاشمہ

لڑکی فرید الدین کے بھتے ہی ہدائی انداز میں چلاتی ہوئی لمحہ غسل خانے میں گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا، کمرے میں اب صرف میں اور فرید الدین باقی رہ گئے تھے، شام

اس کے چہرے سے کرب کے تاثرات بھی عیاں تھے، میں نے سر دلچے میں کہا۔

”فرید الدین۔ ایک روز تم نے مجھے بے بس کر کے میری غیرت کی دھجیاں اڑائی تھیں، آج میں تمہاری نظروں کے سامنے تمہاری عزت کے پرچے اڑاؤں گا۔“

”میں تجھے چوٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔ حرام زادے۔“ فرید الدین حلق کے بل چیخا لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا، کسی غیر مرنی قوت نے جیسے اسے جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کی شعلہ بار نگاہوں سے بڑی شدید بے بسی کا اظہار ہو رہا تھا، میں نے اس کی حملات کا مذاق اڑانے کی خاطر کہا۔

”کیا بات ہے نواب صاحب! آپ اپنی جگہ کیوں کھڑے ہیں، آگے بڑھیے، چوٹی آپ کے مقدس پیروں تلے سلی جانے کے لئے بڑی بے چین ہے۔ کیا آپ اسے اس عزت افزائی کا موقع عنایت نہیں کریں گے۔“

فرید الدین کچھ جواب دینا چاہتا تھا لیکن یکفخت اس کی نظر دروازے کی سمت اٹھی، میں نے بھی اسی جانب دیکھا تو اس نوجوان لڑکی کو دیکھ کر مبسوت رہ گیا جو خوابیدہ انداز میں کمرے میں داخل ہو رہی تھی، اس کی چال سے یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ سوتے سے اچانک اٹھ کر آ رہی ہو۔ شب خوابی کے لباس سے اس کا مرمیس جسم جھلک رہا تھا۔ وہ مجسم شعلہ نظر آ رہی تھی، اس کے جسمانی اعضا اپنی مثال آپ تھے، میں اس کے حسن کی داد دیتے بغیر نہ رہ سکا، زندگی میں اتنی خوبصورت لڑکی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی یوں لگتا تھا جیسے قیامت نے کسی لڑکی کا روپ دھار لیا ہو۔ شام لال اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ فرید الدین پچنی پچنی نگاہوں سے لڑکی کو دیکھتا رہا پھر زور سے چلایا۔

”فریدہ۔۔۔۔۔۔ تم یہاں کس لئے آئی ہو؟“

اور فریدہ یکفخت ہوش میں آگئی، اس نے فرید الدین کو یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورتا شروع کر دیا جیسے اسے خود اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اس وقت وہاں کیسے آ گئی۔ قبل اس کے کہ فریدہ کچھ کہتی فرید الدین گرجا۔

”مجھے پاگلوں کی طرح گھور کیا رہی ہے۔۔۔۔۔۔ جا! دفع ہو جا یہاں سے“

”ابھی سے تمہارے چہرے پر دشت کیوں برس رہی ہے فرید الدین۔“ میں نے حقارت سے کہا۔ ”ابھی تو تمہیں اپنی نظروں سے بہت کچھ دیکھنا ہے! یاد ہے تمہیں، وہ دن جب تم نے میری نگاہوں کے سامنے ایک شیطانی کھیل کا مظاہرہ کیا تھا۔“

فریدہ میری آواز سن کر دوبارہ چوکی، فرید الدین دیوانوں کی طرح چیخ چیخ کر اسے بھاگ

لال میرے قریب ہی کھڑا تھا لیکن میں اس کا شمار اس لئے نہیں کر رہا تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ فرید الدین کو نظر نہیں آ رہا ہو گا۔

”فرید الدین۔۔۔۔۔۔!“ میں اپنا نچلا ہونٹ غصہ سے چباتے ہوئے بولا۔ ”تم نے آج تک مجھ پر اور میرے خاندان والوں پر جو ظلم کیا ہے آج میں اس کا بدلہ چکانے کی غرض سے آیا ہوں۔“

”تم۔۔۔۔۔۔ اور مجھ سے انتقام لینے آئے ہو؟“ فرید الدین نے ایک فلک شکاف قہقہہ بلند کرتے ہوئے کہا پھر اچانک سنجیدہ ہو کر بولا۔ ”تیری بہن کی قبر میں ابھی اتنی گنجائش باقی ہے کہ میں تجھے بھی اس میں دفن کر سکوں۔“

مجھے فرید الدین کا جواب سن کر ایسا لگا جیسے کسی نے پتھلا ہوا سیسہ میرے کانوں میں اندر ڈال دیا ہو، میری قوت برداشت جواب دے گئی، میں بڑے خطرناک ارادے سے آگے بڑھا لیکن شام لال نے میرا ہاتھ تھام کر ایک جھٹکے سے روکا اور کہا۔

”میرے دوست۔ تم اس پالی سے مت گھبراؤ جب تک میں یہاں موجود ہوں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جلد بازی سے کام نہ لو اگر تم نے اسے مار دیا تو تمہارا انتقام ادھورا رہ جائے گا، تمہارے ہرے کی آگ یوں سرد نہیں پڑے گی۔“ شام لال اپنا سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”اس پالی کی بہن جوان ہے۔ میری مانو تو تم اس کی موجودگی میں اس کی بہن کو روند ڈالو، مجھے وشواس ہے کہ تمہاری بہن کی آتما کو چین مل جائے گا۔“

غصے کی شدت نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوت کو سلب کر دیا تھا، میں غٹس میں اندھا ہو رہا تھا، مجھے وہ منظر یاد آ گیا، جب میں بے بس تھا اور میری بہن کی برہنہ لاش میرے سامنے موجود تھی، اس وقت میں فرید الدین سے انتقام لینے کے قابل نہیں تھا، مجھے بے دست و پا کر کے ڈال دیا گیا تھا لیکن آج۔۔۔۔۔۔! میری آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، میں نے شام لال کی تجویز کو رد نہیں کیا، شام لال نے مجھے رضا مند پایا تو جلدی سے بولا

”تم یہیں ٹھہرو میرے دوست، اس راکشش سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، میری حکمتی نے اسے باندھ دیا ہے، جب تک تم نہ چاہو گے یہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکے گا۔“

شام لال اتنا کہہ کر تیزی سے باہر چلا گیا، میں فرید الدین کو غضبناک نظروں سے گھورنے لگا جو اپنی جگہ کھڑا مجھے بڑی خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا، غصے کے ساتھ ساتھ

شیر کے ساتھ منور کا اضافہ سن کر میں نے تیزی سے کچھ کہنے کے لئے زبان کھولی تھی لیکن یوگی لکھت کسی چلاوے کی طرح آن واحد میں میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ رات کی بھیاں تار کی مجھے کاٹنے کو دوڑ رہی تھی، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں میں سوچ رہا تھا کہ کل نہ جانے میرے ساتھ کیا ہو؟ مجھے کن حالات سے دو چار ہونا پڑے، پراسرار یوگی مجھ پر کیوں اتنا مہربان ہے؟ میں کچھ دیر تک گنگ سا کھڑا ان باتوں پر غور کرتا رہا پھر پریشان خیالات کا جھوم سمیٹے پلٹا اور گھر کے دروازے کو، جسے میں روانگی کے وقت بھیڑ آیا تھا آہستہ سے کھول کر اندر داخل ہوا، مدھم روشنی میں کمرہ مجھے بالکل دیران اور سنسان نظر آیا، وہاں کا ساز و سامان سب غائب تھا، میں تیزی سے دوسرے کمرے میں گیا لیکن وہاں بھی کچھ نہ تھا، نیمہ کو تلاش کرنے کی خاطر میں نے دیوانوں کی طرح پورے مکان کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اس کا وہاں بھی کوئی پتہ نہ تھا، میرا دل ڈوبنے لگا، میری آنکھوں کے نیچے اندھیرے لپک رہے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں چکر کر گر پڑوں گا۔!!



میں اب تک یوگی اور شیا م لال کی قوت کا جو تماشہ دیکھ چکا تھا وہی میرے لئے بہت تھا۔ اس کی پراسرار قوتوں کو لٹکانا میرے لئے موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا۔ یوں بھی میں اس کی باتوں سے انکار کر کے نعیہ کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ دوسری ایک وجہ یہ بھی مجھے پریشان کر رہی تھی کہ اگر نعیہ کو اصل حالات کا علم ہوا تو اس کا دل میری طرف سے کھٹا ہو جائے گا۔ میں چند لمبے الجھے الجھے خیالات میں پھنسا رہا۔ پھر میں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دلی زبان سے کہا۔

”شیام لال اب تمہارے پاس نہیں رہے گا۔“ یوگی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”پرتو“
 تمہیں کسی بات کی چٹا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم جب بھی بچے من سے مجھے یاد کرو

”تم۔۔۔۔۔ تم کون ہو؟..... میں کہاں ہوں؟“

”میرا نام لا جوئی ہے مالک!“

”مانکن کی اہلیا تھی سرکار کہ آپ کو جگا دیا جائے۔ وہ آپ کو اندر بلا رہی ہیں، اپنے کمرے میں۔“

کمرے کا ساز و سامان غائب پا کر مجھے اتنا دکھ نہیں ہوا۔ جتنی نغمہ کی غیر موجودگی مجھے دیوانہ کر رہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں معدوم ہو رہی تھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں چکرا کر گر پڑوں گا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرے لپک رہے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی پراسرار یوگی کا کیا دھرا ہے جس نے حالات سے فائدہ اٹھا کر مجھے ایک گناہ کا مرتکب کر دیا اور اب پوری طرح مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ نغمہ کی گمشدگی میں یقیناً اسی کا ہاتھ تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنی جلدی اس نے پورے گھر کے جسے ہوئے ساز و سامان کا صفایا کس طرح کر دیا۔ اس گھر سے تو ایسی ویرانی برس رہی تھی جیسے اسے برسوں سے کسی نے استعمال نہ کیا ہو۔ جیسے وہ بھوتوں اور آبیوں کا مسکن رہا ہو۔ مجھے اس ماحول سے خوف محسوس ہونے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے پیشاب پراسرار بدرومیں مجھے اندھیرے میں گھیر رہی ہوں۔ میں تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ لیکن اندھیرے میں نہ جانے کس شے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ مجھ پر بے ہوشی کی وہ کیفیت کیونکر طاری ہوئی تھی۔

دوبارہ میں ہوش میں آیا تو میرے ذہن پر بدستور غنودگی طاری تھی۔ کوئی مجھے آہستہ آہستہ آوازیں دے رہا تھا۔ میں نے غنودگی کی کیفیت میں اسی آواز کو سن کر آنکھیں کھولی تھیں۔ میرے دماغ پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں نے ایک بچہ حسین عورت کو اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھا چند لمحوں میں پلکیں جھپکنا رہا۔ میں نے یہی محسوس کیا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں لیکن جب اس حسین عورت نے میرے بازو تھام کر ہلائے تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ سب خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ عورت کے ہاتھوں کا لمس پا کر جیسے میں یکفخت ہوش میں آگیا۔ پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عالیشان کمرے کی قیمتی چیزوں کا جائزہ لینے لگا جس میں اس وقت میں موجود تھا۔ کمرے کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ وہاں کا ہر ساز و سامان نہایت اعلیٰ درجے کا اور قیمتی تھا۔ میں نے خود اپنی پوشاک پر نظر ڈالی تو حیرت سے اچھل پڑا۔ اس وقت میرے جسم پر شب خونی کا نخیلیں سوٹ موجود تھا۔

نے بے اختیار ہو کر پوچھا "کہاں ہے نیند؟"
"اپنے کمرے میں۔ ان ہی نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا تھا مالک!" لاجوئی نے بدستور سسے لہجے میں جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس وقت میں جس مکان میں تھا وہ حقیقتاً کسی حویلی سے کم نہ تھا۔ وہاں کی ایک ایک شے اعلیٰ معیار کی تھی۔ لاجوئی مجھے ایک راہداری میں لے گئی۔ پھر ایک کمرے کے قریب جا کر وہ رک گئی۔ ایک بار پھر اس نے مجھے سسے ہوئی مگر حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر نظریں جھکا کر کچھ کے سنے بغیر واپس چلی گئی میں نے اندازہ لگا لیا کہ جس کمرے کے سامنے مجھے چھوڑا گیا تھا وہ نیند کا کمرہ ہو گا۔ میں حیرت میں ڈوبا کمرے میں داخل ہوا۔ میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے اس کمرے کو بھی رشک ارم پایا۔ دیواروں پر قیمتی فرنیچوں میں خوبصورت تصاویر لٹک رہی تھیں۔ فرش پر دبیز قالین تھا۔ دو مسریاں برابر برابر پچھی ہوئی تھیں چھت سے فانوس لٹک رہا تھا۔ ایک جانب قد آدم سنگھار میز رکھی تھی جس پر آرائش جمال کے تمام لوازمات بڑے قریب سے سجے ہوئے تھے۔ دوسری طرف ایک قیمتی صوفہ سیٹ تھا جس کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر آبنوی لکڑی کی ایک خوبصورت الماری موجود تھی۔ غرضیکہ کمرے کی سجاوٹ اور وہاں کا قیمتی ساز و سامان قابل رشک تھا مگر میں اس ساز و سامان کے بجائے نیند کو دیکھ رہا تھا جو شب خوابی کے لباس میں لمبوس مسری پر چٹ لیٹی کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ اس کے خوبصورت بال بکھرے ہوئے تھے باریک لباس سے اس کا کٹن جیسا جسم جھلک رہا تھا۔ میں نیند کو اس حالت میں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ معاً مجھے خیال گزرا کہ کہیں وہ سریتا تو نہیں جو ایک بار پہلے بھی نیند کے جسم پر قبضہ کر چکی تھی۔ میں گنگ سا کھڑا نیند کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے رسالہ رکھ کر ایک توبہ شکن انگڑائی لی پھر جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔

"میں تو سمجھی تھی کہ آپ کسی دوست سے ملنے باہر گئے ہیں لیکن لاجوئی نے ابھی بتایا کہ جناب دیوان خانے میں آرام کر رہے ہیں؟"

وہ آواز سو فیصدی نیند کی اپنی آواز تھی۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اگر کوئی روح کسی کے جسم میں حلول کر جائے تو اس کی آواز بدل جاتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر بھی اس بات کا تجربہ اس وقت ہو چکا تھا جب سریتا نے نیند کے جسم پر قبضہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود میں نیند کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جس بیباکی سے اس نے مجھے

کسی ہوئی ایک ایک بات میرے ذہن میں گونج رہی تھی۔ مجھے بخوبی یاد تھا کہ یوگی کے غائب ہو جانے کے بعد جب میں گھر میں گیا تو وہاں کا سارا ساز و سامان غائب تھا۔ میں نے نیند کو تلاش کرنے کی خاطر گھر کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن وہ مجھے کہیں نہ مل سکی۔ پھر میں مکان کی دیرانی سے سسم کر باہر کی جانب لپکا تھا لیکن کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرا اور بیہوش ہو گیا تھا اور اب ہوش میں آنے پر نہ جانے کن ایسی حالات سے دو چار تھا۔ میری عقل خبط ہو رہی تھی۔ میں اس عورت سے جس نے اپنا نام لاجوئی بتایا تھا بڑے مختلا انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے ان باتوں پر شدید حیرت تھی۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے لاجوئی سے دوسرا سوال کیا۔ "تمہیں میں نے کب ملازم رکھا تھا؟"

"ایک سال سے اوپر کا عرصہ بیت گیا مالک!" لاجوئی نے تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو یاد نہیں مالک کہ آپ نے مالکن کے کہنے پر مجھے اپنی حویلی میں جگہ دی تھی اگر آپ نے مجھ پر دیا نہ کی ہوتی تو میں نہ جانے کہاں در بدر کی خاک چھان رہی ہوتی۔"

"ہوں۔۔۔۔۔۔" میں نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرا نام کیا ہے؟"

"آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مالک؟" لاجوئی کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں تھیں مجھے متحیرانہ نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "بھلا میں اور آپ کا شبہ نام نہ جانوں گی؟ آپ ہی کی کہا سے تو میں....."

"فضول باتیں نہیں۔۔۔۔۔۔" میں نے قدرے تیز آواز میں کہا "میں نے تم سے اپنا نام پوچھا تھا۔"

"آپ کا نام۔۔۔۔۔۔" شبیر ہے مالک!" لاجوئی نے سسے ہوئی آواز میں جواب دیا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ ان پر اسرار حالات کو سمجھتا میرے بس کی بات نہ تھی۔ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے لاجوئی کو دوبارہ مخاطب کیا "تمہاری مالکن کا کیا نام ہے؟"

"نن..... نا..... نیند۔" لاجوئی نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں وہ اس وقت بری طرح کانپ رہی تھی۔

لاجوئی کی زبان سے نیند کا نام سن کر میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔۔۔۔۔۔ میں

”شادی۔“ میں نفیمہ کی زبان سے یہ لفظ سن کر چونکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابھی تک نفیمہ سے میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ نفیمہ کے سوال نے مجھے الجھن میں ڈال دیا لیکن

”بہت خوب۔“ نیمہ مسکرائی۔ ”آپ ہی نے تو اسے ملازم رکھا تھا، اُلبتہ سفارش میں لڑکی تھی۔ لیکن اس میں پریشانی کی بات کیا ہے اکثر ناوقت سونے سے انسان کا ذہن الجھ جاتا ہے“

اور پھر اس سے قبل کہ میں کچھ کتا نیمہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے بتے ہوئے آنسو میرے سینے میں جذب ہو رہے تھے۔ میں عجیب کیفیتوں سے دوچار تھا۔ نیمہ کی سکیاں مجھے بریشان کر رہی تھیں لیکن اس کا خوبصورت اور جوان قرب

"میں بہت پریشان ہوں مہاراج۔" میں نے کہا۔۔۔۔۔ "جو کچھ ہو رہا ہے اس نے میرا ذہن جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

حیثیت سے جانتا ہے۔ میں اس شخص سے بھی واقف ہوں جس نے محض دولت کے حصول کی خاطر اپنے عزیز ترین دوست کو راستے سے ہٹایا اور آج اس کی دولت کے سہارے عزت دار بنا بیٹھا ہے۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا۔ میرے سامنے دنیا کی بیشمار زندہ مثالیں موجود تھیں۔ میں نے بڑے غور و خوض کے بعد ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ میں حالات سے سمجھوتہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ یوگی کے سہارے میں طاقتوں کا حصول کرتا رہوں گا۔ جو موقع قسمت نے مجھے بخشا تھا میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ٹھان چکا تھا۔ ایک یوگی کی لٹائی کے عوض میں دنیا کی ہر خوشیاں خرید سکتا تھا۔ یہ سودا میرے لئے بہت سستا تھا!

مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کر لینے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ذہن سے تمام پریشانیاں چھٹ گئی ہوں، میں خود کو بڑا ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سکون کا ایک طویل سانس لیا اور اپنی حویلی کی طرف چل دیا۔ میں نیمہ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپا لینے کے لئے بے چین تھا۔ رات جو کچھ ہوا تھا اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا لیکن اس وقت نیمہ کے قرب کا تصور مجھے گد گدا رہا تھا۔ میں نے کمرے کھولے اور گناہ و ثواب کے فرق کو منہ کر سوجھا تھا۔ یوگی کے کہنے پر میں نے اب اپنے من کو مار لیا تھا۔ میں حقیقتاً برہمچاری بن گیا تھا۔ برہمچاری جو گرو کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھانا گناہ سمجھتا ہے! میں نے طے کر لیا تھا کہ وقت سے فائدہ اٹھا کر دنیا کی ہر خوشی اور عیش و عشرت کو اپناؤں گا۔ دولت اور طاقت کے بغیر عزت کا بھرم برقرار رکھنا ناممکن تھا۔ میری رفتار اور تیز ہو گئی۔



نئی تال میں رہتے ہوئے مجھے دو ماہ بیت گئے۔ میں بے انتہا خوش تھا۔ عزت، شرافت اور غیرت کے احساس کو میں نے گلا گھنٹ کر مار دیا تھا۔ اب مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میں بڑے سکون اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ نیمہ اس زندگی میں میرے لئے ایک تازہ گلاب بن کر مہک رہی تھی۔ یوگی نے مجھے سال بھر کی باتوں کی جو تفصیل بتائی وہ میرے لئے مشکل راہ ثابت ہوئی۔ اسی کی روشنی میں، میں نے نیمہ کیساتھ قدم ملا کر آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔ نئی تال میں جہاں صرف روسا کا گزر تھا میں سب سے زیادہ عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ میرے پاس دولت اور شہرت کی کوئی کمی نہ تھی جہاں بھی جاتا تھا ہاتھ لیا جاتا۔ اس عرصے میں پراسرار یوگی مجھ سے دوبارہ نہیں ملا۔ میں نے بھی اس

کوڑے کے ڈھیر کے قریب بے یار و مددگار پڑا اپنی موت کی راہ تک رہا ہوں لیکن موت بھی جیسے مجھ سے روٹھ گئی ہے، میرے جسم پر گہرے گہرے زخم آچکے ہیں، جن میں سے پیپ اور مواد رس رہا ہے۔ سڑکوں پر گھونسنے والے آوارہ کتے بھی مجھے دیکھ کر غرائے لگتے ہیں۔

میرا دم گھٹنے لگا، میں نے خود کو دوسرے راستے پر ڈال دیا جہاں دنیا کے عیش و عشرت تھے۔ خوشیاں میرے استقبال کی خاطر ہاتھ داکے کھڑی تھیں۔ میں فخر سے سر اونچا کئے آگے بڑھا۔ دولت نے بڑھ کر میرے قدم چوم لئے۔ عظیم طاقتیں میرے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ میرے ارد گرد بڑے لوگوں کا جھوم تھا، خوبصورت اور نازک اندام لڑکیاں میرے قریب آنے کیلئے بے چین تھیں۔ میں نے ان لوگوں پر نظر ڈالی جو پہلے راستے پر مجھ سے نفرت اور حقارت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہی لوگ اس وقت میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ وہ آوارہ کتے جو مجھ پر پہلے راستے میں غرا رہے تھے اب میرے قدموں پر پڑے لوٹ رہے تھے اور دم ہلا کر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے۔ نیمہ میرے ہمراہ کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں ابھی زندگی کے اس روشن پہلو کے تصورات میں منہمک تھا کہ میرے دل نے کہا۔

”شیر، کس خیال میں غرق ہو۔ کیا تمہیں اس راستے پر چلنے میں نئی کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ پاگل مت بنو، گناہ اور ثواب آخرت کی باتیں ہیں جو لوگ موقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے کھو دیتے ہیں۔ وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ محرومیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں، بولو۔۔۔۔۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا؟“

میں یقیناً ہوش میں آ گیا۔ نئی تال کی حسین دایاں اور عطربیز ہوائیں مجھے زندگی کا پیغام سنارہی تھیں، مجھے اس ماحول میں بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دنیا پر نظر ڈالی۔ میرے سامنے بیشمار ایسی مثالیں موجود تھیں جہاں معمولی درجے کے لوگوں نے وقت سے فائدہ اٹھایا اور راتوں رات کروڑ پتی بن گئے۔ میں ایک ایسے شخص سے بھی واقف تھا جس نے ایک بے سہارا بیوہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کی تمام دولت اور جائیداد ہتھیالی تھی۔ وہی شخص جو کل تک لوگوں کا دست مگر تھا آج معاشرہ اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے ایک دوسرے شخص کی مثال بھی موجود تھی جس نے زندگی کی مسرتوں کو خریدنے کی خاطر اپنے گئے چچا کو زہر دیکر ہلاک کیا اور اس کی تمام الملاک کا بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھا۔ آج معاشرہ اسے ایک رحم دل اور خدا ترس انسان کی

خوفزدہ نظروں سے خوابگاہ میں چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں میرے اور نعیمہ کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ میں ابھی حیرتوں میں ڈوبا تھا کہ نعیمہ حیرتی سے اٹھ کر میرے قریب آئی اور مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

”کیا بات ہے؟ آپ یہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہیں؟ دروازے پر ہاتھ رکھ کر بات مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کی کیفیت بھی دیکھی تھی۔“

”کیا کسی سے جھگڑ کر آرہے ہیں؟“

”نعیمہ! میں! میں! کچھ نہیں۔“ میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ نے جیسے ہی بوسے ہال میں قدم رکھا، میری آنکھیں بھٹی کی بھٹی رہ گئیں۔ پراسرار یوگی نگ نعیمہ کو حالات سے باخبر کر کے میں خود کو اس کی نظروں میں گرا نا نہیں چاہتا تھا۔ اس غریب و مرگ حالت میں جسم پر ایک لنگوٹی باندھے میری نظروں کے سامنے ایک تخت پر اتنی پالتی مارے بیٹھا مجھے بڑی خوشخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ مجھے جھر جھری آ گئی۔ یوگی کی تیز

”شہیر! نعیمہ میری پریشانی محسوس کر کے حیرتی سے بولی۔“ آپ مجھے اس نظر سے اپنے رگ و پے میں جیبتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے تیور بھی خراب وقت بہت زیادہ پریشان نظر آرہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے بتائیے کہ بات کیا ہے؟ آپ کو کچھ

کیا الجھن لاحق ہے؟“ میں نے فیہ کو تسلی دینے کی خاطر کہا۔ ”لال تھا۔“ مجھے شاکر دو مہاراج۔۔۔۔۔ میں تمہارا سچا سیوک ہوں۔ لیکن اس منظر نے مجھے طیش دلایا تھا، میں اندھا ہو گیا تھا مہاراج! مجھ سے بھول ہو گئی۔“

یوخی ایک معمولی سی بات نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔“

”کیا آپ مجھے اپنی پریشانیوں میں شریک کرنا مناسب نہیں سمجھیں گے؟“ فیہ کے یوگی نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور مجھے کینہ توڑ نظروں سے گھورتا رہا۔ میں لمبے میں بڑی معصوم شکایت پوشیدہ تھی۔

مہاراج۔۔۔۔۔ میں بھرائی ہوئی آواز میں بولا جس میں خوف کا عنصر بھی

لے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

میں نے حالات پر قابو پانے میں بڑی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ فیصہ کا اصرار بڑھا تو میں نے اسے ایک فرضی کہانی بنا کر مطمئن کر دیا۔ پھر کپڑے تبدیل کئے اور فیصہ کو اپنی کشادہ ہانوں میں سمیٹ کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ کب میری آنکھ لگی مجھے کوئی اس سے کس پارلن تمہارے پاس آیا ہوں۔

احساس نہیں لیکن یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ دوبارہ میں اسی وقت جاگا تھا جب کسی نے مجھے آواز دے کر بیدار کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ خوابگاہ میں دم پاور کے بلب کی روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے دروازے کی سمت دیکھا جو اندر سے بند تھا۔ پار کیا تھا کہ تمہیں پھر اسی جیون میں پہنچا دوں جہاں تمہاری حالت بھکاریوں جیسی تھی کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ فیصہ دوسری طرف کروٹا تھا جس اور تمہاری سندری فیصہ کو دوبارہ اسی نرکہ میں جھونک دینا چاہتا تھا جہاں لئے محو خواب تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے وہ میرا وہم ہو۔ ذہن کو جھٹک کر دوبارہ نکلے پھر لہاری سنا کر کہنے والا کوئی نہ تھا۔ میرا سراپ تمہیں برباد کر سکتا تھا منوہر۔ پر تو تم نے اپنی سر دکھا تھا کہ پھر کسی مرد کی آواز بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجی۔ ”انھو مول مان لی ہے۔ اس لئے میں تمہیں شاکر رہا ہوں دوبارہ اگر تم نے بھول چوک سے کام لیا پھاری۔ یوگی مہاراج تمہیں بلا رہے ہیں۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں مجھے شاکر دو۔“

”بڑبھاری منوہر۔۔۔۔۔“ یوگی کے بعدے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ ”جانتے ہو کشادہ ہانوں میں سمیٹ کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ کب میری آنکھ لگی مجھے کوئی اس سے کس پارلن تمہارے پاس آیا ہوں۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ سہا۔۔۔۔۔ راج“ میں ہٹکانے لگا۔

”میں تمہیں تمہاری بھول پر سزا دینے آیا تھا۔“ یوگی سرد آواز میں بولا۔ ”میں نے تمہیں پھر اسی جیون میں پہنچا دوں جہاں تمہاری حالت بھکاریوں جیسی تھی کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ فیصہ دوسری طرف کروٹا تھا جس اور تمہاری سندری فیصہ کو دوبارہ اسی نرکہ میں جھونک دینا چاہتا تھا جہاں لئے محو خواب تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے وہ میرا وہم ہو۔ ذہن کو جھٹک کر دوبارہ نکلے پھر لہاری سنا کر کہنے والا کوئی نہ تھا۔ میرا سراپ تمہیں برباد کر سکتا تھا منوہر۔ پر تو تم نے اپنی سر دکھا تھا کہ پھر کسی مرد کی آواز بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجی۔ ”انھو مول مان لی ہے۔ اس لئے میں تمہیں شاکر رہا ہوں دوبارہ اگر تم نے بھول چوک سے کام لیا پھاری۔ یوگی مہاراج تمہیں بلا رہے ہیں۔“

”اچھا نہ ہو گا۔“

میں خود کو یوگی کے روہو مجرم تصور کر رہا تھا۔ یوگی کا جواب سکر میں نے اطمینان کا کہا۔

سائنس لیا۔ کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو یوگی نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کر دی۔
 مہلت طاری ہو گئی ہو۔ میں نے کسی وفادار شاگرد کی طرح جلدی سے کہا۔ ”مہاراج

”میں نے تم سے کہا تھا بالک کہ فکری پر اپت کرنے کے لئے منش کو اپنے من کو مار۔۔۔۔۔۔ میں تمہارے حکم کو ماننے سے کبھی انکار نہیں کروں گا۔ تم میرے گرد جو پڑتا ہے۔ پاپ اور پن کے پکڑوں سے آزاد ہونا پڑتا ہے۔ پر تو تم میری کھٹا بھول رہے۔“
 تھے۔ برہمچاری یہ تمہاری پہلی بھول تھی اس لئے میں تم کو شاکر کہتا ہوں پر تو اس کے ”مجھے دشواری تھی کہ تم یہی جواب دو گے۔۔۔۔۔۔“ یوگی نے تخت سے اٹھنے کے لئے تمہیں ایک اور امتحان سے گزرنا ہو گا۔۔۔۔۔۔“

”میں۔۔۔۔۔۔ تیار ہوں مہاراج!“ میں جلدی سے بولا۔ تو یوگی کے ہونٹوں پر بھری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
 بڑی مکروہ مسکراہٹ ابھری۔ معنی خیز لہجے میں بولا۔

”برہمچاری“ تم نے کبھی لاجوئی پر بھی دھیان دیا ہے۔“
 ”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”وہ میری ملازمہ ہے۔ آپ۔ اندازے کو ٹکرا رہا جو بدستور منتقل نظر آ رہا تھا۔ میرا ذہن اس وقت بالکل خالی ہو رہا تھا۔ صرف ایک بات مجھے وہ رہ کر اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ میری ایک معمولی سی ہی بتایا تھا۔“

”ہاں۔ پر اب تمہیں میری ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔۔۔۔۔۔“ یوگی نے کمر لٹائی بھی نیسہ کی زندگی کو برباد کر سکتی ہے۔ مجھے نیسہ کو ہر قیمت پر بچانا تھا۔ ذاتی طور پر سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”دھیان سے سنو بالک۔۔۔۔۔۔ لاجوئی“ اندر دیوتا کی سبھا میں یہ نکتہ میرے ذہن میں بیٹھ چکا تھا کہ دولت اور طاقت کے بغیر انسان زندگی میں ہمیشہ ایک اپہرا تھی۔ دیوتا نے اسے میری اچھا (خواہش) پر دھرتی پر بھیجا ہے۔ میں نے اسے ”لہو“ لاچار و بے بس رہتا ہے۔ میرے قدم لاجوئی کے کوارٹر کی سمت اٹھنے لگے۔ میرے تمہارے کارن اندر دیوتا سے مانگا تھا۔ اب میری آگیا پر تمہیں اسے سوچنا کرنا پڑے گا۔ حال میں کچھ عجیب کیفیتیں ابھر رہی تھیں۔ حویلی سے باہر آ کر میں نے لان عبور کیا۔ ”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

”کوئی چتا مت کرو برہمچاری“ میرا دیا ہوا دھن اپنی جگہ اٹل ہے تمہاری سندری طرح پر اسرار نظر آ رہی تھی۔ میں دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ اندر سے مدھم ان باتوں کی ہوا اس سے ٹک نہیں ملے گی جب تک تم میری آگیا کا پالن کرنے رہو گے۔ دھن کی ایک کرن پھوٹ رہی تھی۔ چند ثانیے تک میں خاموش کھڑا رہا پھر میں نے میں چاہتا ہوں کہ تم پاپ اور پن کے بکھیڑوں سے چھٹکارا پا لو۔ اس کا کیل ہی ایک طرہ اندازے پر آہستہ سے دستک دی۔

ہے کہ تم کو لاجوئی کے کوئل شریر کو سوچنا کرنا پڑے گا۔“ یوگی کے لہجے میں حکم تھا وہ ”میرے دستک دینے کی دیر تھی کہ دروازہ پلکھت کل گیا۔ جیسے لاجوئی میری آمد کی پہلے گھور کر بولا۔۔۔۔۔۔ لاجوئی“ اندر دیوتا کی داسی ہے مورکھ۔ تم کو اسی سے اس سے خطر تھی۔ میں نے اس کے سر پر نظر ڈالی تو خون کی حدت تیز ہونے لگی۔ لاجوئی پاس ہو گا۔ ایک بات اور دھیان سے ہنوں۔ لاجوئی کی کسی بات سے کبھی منہ موڑنے کے بعد جسے جسم پر اس وقت باریک لباس ”ٹاکانی“ ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے جسمانی کوشش نہ کرنا۔ یہ تمہارا دوسرا امتحان ہو گا۔ اگر تم سے اب کوئی بھول ہوئی تو پھر جہنم و فراز صاف طور پر نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نشے کی سی کیفیت موجود بڑی کھٹائیوں سے گزرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے تم اپنی سندری سے بھی ہاتھ دھو جاؤ۔ مجھے دیکھ کر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ بڑے مودبانہ انداز میں اپنے بال پیچھے کی۔۔۔۔۔۔ بولو برہمچاری۔ کیا تم اپنے گرد کی آگیا کا پالن کرنے کے لئے تیار ہو؟“ ہاتھ جھٹک کر بولی۔۔۔۔۔۔ پدھارے مالک۔“

یوگی برابر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی خوفناک نظروں میں اس کے سر پر کوٹکھٹیوں سے دیکھا ہوا اندر داخل ہوا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نہ جانے کیا کر رہا تھا کہ میں اس میں ڈوب گیا۔۔۔۔۔۔ یوں جیسے مجھ پر عمل تویم لاجوئی نے دروازہ بند کیا اور میرے قریب آگئی اس کا انداز اس وقت بھی کینوں جیسا تھا۔ ”مالک۔۔۔۔۔۔ اس نے میری نظروں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ”میرے بڑے

”لاجوتی“ کج سے ہم دونوں دوست ہیں، یوگی مہاراج نے مجھے یہی ہدایت دی تھی لیکن جس میں بہر حال نفع کے سامنے محتاط رہنا پڑیگا۔ خود مہاراج نے مجھے دہن دیا تھا کہ نفع ان باتوں کے بارے میں کچھ نہ جان سکے گی۔

”تم اس کی چھانت کرو منوہر۔“ لاجوتی نے جواب دیا۔ ”میں اندر دیتا ہوں کہ کس سے مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔“



لاجوتی سے میرے تعلقات باقاعدہ استوار ہو چکے تھے لیکن جو کچھ ہوتا وہ رات کے اندر میرے میں ہوتا۔ دن کے اجالے میں وہ کینڑوں جیسے انداز میں مجھ سے پیش آتی تھی۔ نفع غریب کو کسی بات کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے چونکہ خود کو حالات کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے مجھے بھی بظاہر کسی بات کی فکر یا پریشانی نہیں تھی۔ البتہ کچھ دنوں سے میں ایک بات ضرور محسوس کر رہا تھا کہ لاجوتی مجھ پر حاوی ہوتی جا رہی ہے۔ جہاں تک جسمانی تعلق تھا اس نے کبھی میری خواہشات کو رد نہیں کیا، مگر دوسرے معاملات میں وہ مجھ سے اختلاف کرنے لگی تھی۔ یوگی کی نصیحت میرے ذہن میں موجود تھی اس لئے میں نے کبھی لاجوتی سے شکایت نہیں کی۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کسی خاص مصلحت کی بنا پر میرا اتالیق مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ مجھے اس بات کا شبہ نہیں ہوا تھا کہ لاجوتی بھی کچھ پوشیدہ قوتوں کی مالک ہوگی۔ لیکن ایک رات ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے اس شبہ کو حرف لفظ کی طرح مٹا دیا۔

اس روز میں حسب دستور نصف رات گزر جانے کے بعد چوری چھپے اپنے کمرے سے نکلا اور لاجوتی کے کوارٹر میں پہنچ گیا۔ معمول کے مطابق لاجوتی میری منتظر تھی۔ میں اس روز کچھ زیادہ ہی جذبات میں تھا۔ چنانچہ لاجوتی کے سامنے آتے ہی میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اسے بھی دروازے کو بند کرنے کا خیال نہ رہا۔ میری بے اختیار حرکت نے غالباً اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ہم دونوں ہمیشہ کی طرح آج بھی جذبات کی رو میں دیوانے ہو رہے تھے کہ یکٹھ لاجوتی نے مجھے مخاطب کیا۔ اس کے لہجے میں دردوں جیسی غراہٹ موجود تھی۔

”منوہر۔۔۔۔۔۔ چھوڑ دو مجھے۔ آج میں اس راکشش کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں اسے بتاؤں گی کہ اپراکس بچ کام کرنے کے باوجود اپنے اندر تھوڑی بہت فطرت بھی

بھاگ جو آپ کے پوتہ چرن میرے دوار تک آئے۔ داسی سے کوئی کام تھا تو حویلی میں بلا ہوتا۔“

”لاجوتی۔۔۔۔۔۔ میں نے تم کو نگلے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ کیا جانتی ہو کہ اس وقت میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟“

”کیوں آئے ہیں مالک۔۔۔۔۔۔؟ میں کیا جانوں۔“ لاجوتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ لیکن میں اس کی آنکھوں میں تیرنے والے سرخ ذروں کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ میری آمد کا راز پہلے سے جانتی ہے۔

”لاجوتی میرے قریب آؤ۔۔۔۔۔۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

لاجوتی ایک لمحے کے لئے جھبکی پھر شرماتی لجاتی میرے قریب آگئی۔ میرا اور اس درمیانی فاصلہ ایک قدم سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے لباس سے جھلکنے والا جسم مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے آج سے پہلے اس کے شیب و فراز کو کیونکر نظر انداز کیا میں لپٹائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر لاجوتی کا کلائی پکڑ لی اور اسے خود سے اور قریب کر لیا۔ اتنا قریب کہ اس کی سانسیں میری سانسیں میں مدغم ہونے لگیں۔ لاجوتی نے میری اس جہارت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ خود پردگی کے انداز میں میری آغوش میں نظروں جھکائے بیٹھی رہی۔ اس جسم کی گرمی مجھے پاگل بنا رہی تھی۔ یوگی کے الفاظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ یکٹھ میں نے لاجوتی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور اس ہنگ پر آگیا جو ایک جانب بڑے سلیقے سے تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ یوگی کی مرضی کے عین مطابق تھا۔ لاجوتی نے میری حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ طوفان گزر گیا تو اس نے اٹھ کر اپنے کمرے درست کئے اور میرے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کی نظروں میں اب کیف و مستی کے بجائے وقار جھلک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ مجھے شرم نظروں سے دیکھ بولی۔ ”منوہر۔۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے یوگی مہاراج کا کتا نہیں ملا اور اسے امتحان میں پورے اترے۔“

مجھے لاجوتی کا لہجہ گراں گزرا۔ آج سے پہلے اس نے اس قدر بے تکلفی سے گفتگو نہیں کی تھی۔ ”مہا“ مجھے یاد آگیا کہ یوگی نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں لاجوتی کی کسی بات سامنے سے انکار نہ کروں۔ میں نے لاجوتی کو غور سے دیکھا پھر اسے گھسیٹ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے بڑی اپنائیت سے بولا۔

رہتی ہیں۔"

میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ لاجوئی نے وہ جملہ کس کے لئے کہا تھا۔ اس وقت میں جذبات میں ڈوبا ہوا تھا ابھی میں لاجوئی سے کچھ دریافت کرنے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ وہ ایک جھپکے سے مجھے ہٹا کر چیزی سے اٹھی۔۔۔۔۔۔ اندھیرے میں میری نظر اس کے چہرے پر پڑی تو خوف کے احساس سے مجھے جھرجھری آگئی۔ لاجوئی کی آنکھیں دھپکتے ہوئے انگاروں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ لباس درست کرتی ہوئی کوارٹر سے باہر نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں بھی اٹھ کر باہر کی جانب لپکا لیکن کوارٹر کے دروازے پر پہنچ کر میری نظروں نے جو خوفناک منظر دیکھا اس نے میرے قدم جکڑ لئے۔

میری نگاہوں کے سامنے مادر زاد برہنہ حالت میں ایک سادھو موجود تھا جس کا دھڑ ہانکل عام انسانوں جیسا تھا لیکن سر جانوروں جیسا تھا۔ بارہ سگے کی طرح اس کی کھوپڑی پر بڑے بڑے نوکیلے سینک شاخ در شاخ چیلے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور سانس کی رفتار کسی ارے سینے جیسی تھی۔ ڈیل ڈول کے اعتبار سے بھی وہ خاصا توجہ مند تھا۔ لاجوئی اس کے سامنے کھڑی بڑی خوشخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی دونوں کے توجہ حد درجہ خطرناک تھے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ عجیب اقلقت سادھو وہاں کہاں سے آئے گا کہ لاجوئی نے کرخت آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"گوگل داس۔ کیا تو اپنے کیئے پن سے باز نہیں آئے گا۔۔۔۔۔۔ میں نے تجھے منع کیا تھا کہ میرا پیچھا نہ کرنا۔"

"سندری۔۔۔۔۔۔ تو میری آتما کی لٹنڈک ہے۔ میرے جیون کی آشا ہے۔ میں تیرے بچا زندہ نہیں رہ سکتا۔" سادھو جسے گوگل داس کہہ کر مخاطب کیا تھا اپنا ہوا بولا۔ پھر جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی اس کے لمحے میں درندگی آگئی۔ لاجوئی کو گھور کر کرخت آواز میں بولا۔۔۔۔۔۔ "یہ منٹ کون ہے؟ تیرے پاس کیا کر رہا تھا؟"

"تو کون ہوتا ہے ان باتوں کو پوچھنے والا۔۔۔۔۔۔ پاپی! جا چلا جا یہاں سے اور پھر کبھی میرا پیچھا نہ کرنا نہیں تو مجھے تیرے لئے کوئی خطرناک قدم اٹھانا ہو گا۔" لاجوئی نے حقارت سے جواب دیا۔

"کیا یہ تیرا پریمی ہے جو تو اس کے کارن مجھے دھتکار رہی ہے۔" گوگل داس غرایا پھر اپنا عجیب اقلقت سر ہلا کر بولا۔۔۔۔۔۔ "میں سمجھ گیا یہ منٹ وہی ہو گا جسے پورن لال نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بھانسا ہے پر ثواب یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس منٹ کو مار

ڈالوں گا۔ تیرے شرر کو اس دھرتی پر میرے سوا کوئی اور ہاتھ لگائے یہ گوگل داس کی ہے عزتی ہے۔ میں تیرے معاملے میں پورن لال سے بھی زور کرنے کو تیار ہوں جو یوگی بنا پھرتا ہے۔"

"دیکھنے۔۔۔۔۔۔ لاجوئی حلق کے بل چلائی۔۔۔۔۔۔" اپنی گندی زبان بند رکھ کر تو نے یوگی مہاراج کی شان میں کوئی برے شبد نکالے تو میں تجھے کبھی شام نہیں کر دیتی۔"

"تو۔۔۔۔۔۔ اور مجھے شام کرے گی۔۔۔۔۔۔ گوگل داس کو جو تیرے کارن سورگ کی سندرتوں کو چھوڑ کر اور اندر دیوتا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دھرتی پر آیا ہے۔" گوگل داس نے قہر لگاتے ہوئے کہا پھر یکلفت بڑی خوشخوار نظروں سے مجھے گھورتا ہوا میری جانب قدم بڑھانے لگا۔

خوف کے مارے میرا برا حال تھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ لاجوئی کی شعلہ بار نظرس گوگل داس پر مرکوز تھیں لیکن ابھی تک اس نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی۔ موت کا بھیاںک تصور میرے وجود کو لرزہ بر اندام کر رہا تھا۔ لیکن پھر قبل اس کے کہ عجیب اقلقت سادھو میرے قریب پہنچ پاتا، لاجوئی کسی ناگن کی طرح اچھل کر درمیان میں آگئی پھر اس نے نہ جانے ہاتھ میں بلی ہوئی کس شے کو گوگل داس کی سمت پھینکا جو اس کے برہنہ جسم سے ٹکراتے ہی آگ کی شکل اختیار کر گئی۔ گوگل داس بھیاںک آواز میں چیخا ہوا پیچھے ہٹا لیکن اتنی دیر میں لاجوئی نے اس پر دوسرا وار کیا اور گوگل داس کا پورا وجود آگ کے شعلوں میں گھر گیا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس ناقابل یقین منظر کو دیکھ رہا تھا کہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے زمین پر قابو بازی کھاتے دکھائی دیئے پھر پلک جھپکے میں غائب ہو گئے۔ گوگل داس مجھے زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ ٹھیک اسی لمحے لاجوئی نے اسے لٹکارتے ہوئے کرخت لہجہ میں کہا۔۔۔۔۔۔ "پاپی! اگر جیون پیارا ہے تو اب بھی سے ہے۔ بھاگ جا یہاں سے، پر تو اگر اب بھی تو نہ مانا تو پھر مجھے یوگی مہاراج کے شہ نام پر تجھے کوئی ایسا سراپ دینا پڑے گا جسے تو سارا جیون یاد رکھے گا۔"

"کلنگی۔۔۔۔۔۔ گوگل داس زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔۔۔۔۔۔" تو ایک منٹ کے کارن دیوتاؤں کے سیوک سے یدھ کر رہی ہے۔ میں تجھے اس کے لئے کبھی شام نہیں کروں گا۔۔۔۔۔۔ لے سنبھل۔"

اچانک گوگل داس نے اپنا پیر زمین پر مارا پھر نہ جانے اس نے کیا منتر پڑھا کہ پھر دکھا

”منوہر----- تم نے یوگی مہاراج کو وچن دیا تھا کہ اپنے من کو مارنے کی کوشش کرو گے، میری آگیا کا پالن کرو برہمچاری! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ۔“

”یہ ناممکن ہے لاجوتی-----“ میں نے سسے ہوئے انداز میں کہا۔ ”جو کچھ میں نے آج دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں۔ ان گورکھ دھندوں میں

میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں۔-----



جواب میں پراسرار یوگی کی آنکھیں دھکتے انگاروں کی طرح سرخ ہو گئیں۔ کچھ دیر وہ

"مہاراج -----" میں نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ "پنٹ چبانے لگا، میرے

گزر ا کہ میں نے یوگی کی شرطوں کو نہ مان کر غلطی کی، اگر میں اس کی بات مان لیتا تو وہ یقیناً اپنے وعدے کے مطابق مجھے حویلی پہنچا دیتا، فیض میری نظروں کے سامنے ہوتی۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں نے اس بیہودہ خیال کو ذہن سے جھٹک کر نکال پھینکا۔ میں مرجانا پسند کر سکتا تھا لیکن اپنی نظروں کے سامنے اپنی غیرت کا خون دیکھنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

خاصی دیر تک میرا ذہن قلا بازیاں کھاتا رہا پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا، ایک آخری اور اٹل فیصلہ۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی ہوں، میں مرتے مرجاؤں گا لیکن نیسمہ کے ضمن میں پورن لال کی اس بیوہ شرط کو کبھی تسلیم نہ کروں گا۔ اس فیصلے پر پہنچ کر مجھے قدرے سکون ملا لیکن یہ میرا دہم تھا، سکون محض عارضی تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ پر اسرار یوگی کی ناراضگی مجھے ہر بات کے لئے مجبور کر سکتی ہے، میرا ضمیر مردہ کر سکتی ہے اور خود اپنا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے پر تیار کر سکتی ہے، تو میں اس کی شرط ماننے سے کبھی انکار نہ کرتا۔ لیکن مقدر کا لکھا پورا ہونا تھا، میرے نصیب میں ٹھوکریں تھیں، مجھے زمانے میں رسوا ہونا تھا، اس لئے میں نے ایک غلط فیصلے پر ٹھوس ارادوں کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا تہیہ کر لیا، جو کچھ میرے اس فیصلے کا نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ میں بعد میں کروں گا۔-----!

غرضیکہ میں نے ایک آخری فیصلہ کر کے وقتی طور پر اپنے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کیا اور ایک بار پھر پہاڑ کی چوٹی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ میں اس بات کو مطلق بھول گیا تھا کہ میرا سابقہ پورن لال جیسے پراسرار یوگی اور خطرناک حد تک شیطانی قوتوں کے مالک سے تھا۔ میں تمام باتوں سے بے نیاز تیز تیز قدم اٹھاتا چوٹی کی جانب بڑھتا رہا، چوٹی پر پہنچ کر میں نے دوسری سمت دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا، اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، میں تعجب خیز نظروں سے نیچہ کو دیکھا رہا تھا جو مجھ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر اسی کینے اجیت کمار کے ساتھ ہم آغوش تھی۔ ایک ٹانے کے لئے میں گنگ ہو گیا، بت بنا کھڑا ان دونوں کو دیکھتا رہا جو ایک دوسرے میں جذب ہو جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر میں چوٹا اور حلق پھاڑ کر چلا آیا۔

“_____”

نیعمہ میری آواز سن کر چوکی، نظر گھما کر میری سمت دیکھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ وہ اچانک مجھے دیکھ کر گھبرا جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا، اس کی نگاہوں میں اجنبیت کا احساس

میں تھلا کر رہ گیا، یوگی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، ذہن میں طوفان اٹھ رہے تھے، پورن لال کی شرط مان لینا میرے پاس سے باہر کی بات تھی، میری غیرت بھلا یہ کیونکر برداشت کر سکتی تھی کہ میں فیحہ کو کسی غیر کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے دیکھوں اور ہر بلب رہوں، ابھی میں اندر ہی اندر جھلس رہا تھا کہ یوگی نے بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

[illegible]

”نوںٹکی کے مسخروں جیسی باتیں مت کہہ منوہرا“ پورن لال یلکھت غصہٹانک ہو گیا۔ ”میری آگیا کے بغیر موت بھی تمہارے قریب نہیں آسکتی، تمہیں ابھی میری قحقی کا اندازہ نہیں جو تم مورکھوں جیسی باتیں کر رہے ہو پر ثواب تمہیں سے بتائے گا کہ میں کیا ہوں۔“ پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، پورن لال کسی چٹا دے کی طرح میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ فیہر تک پہنچنے کی خاطر امید کی ایک کرن جو نظر آئی تھی اسے او جھل پا کر میرا ذہن ماؤف ہو گیا، مجھ پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے حلق چھاڑ چھاڑ کر پورن لال کو آوازیں دیں۔ لیکن میری آواز پھاڑیوں میں جھلکتی رہی، میری نظروں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا، پیختے پیختے میری آواز بیٹھ گئی۔ فیہر کی جدائی مجھے خون کے آنسو رلا رہی تھی۔ پورن لال نے اجیت کمار کی کہانی سنا کر میرا سکون برباد کر دیا تھا۔ میں نے فیہر کے بارے میں سوچا کیا وہ دیدہ و دانستہ کسی غیر مذہب کے شخص کے ساتھ رنگ لیاں مٹانے پر آمادہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔۔! لیکن ہر اسرار یوگی کی قوت کے تماثے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا، اس کے لئے ہر بات ممکن تھی، ہو سکتا ہے کہ اس نے میری طرح فیہر کہ ذہن کو بھی پلٹ دیا ہو؟

میرا ذہن الجھتا رہا، حالات نے مجھے بے بسی کی انتہا تک پہنچا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ ایک لمحے کو مجھے خیال

خواراک بننے سے محفوظ کر سکوں لیکن اب مجھ میں اتنی سکت نہ تھی کہ میں چروں پر کھڑا ہو سکوں۔ میں نے اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی بہتری کی لیکن غنودگی بڑی تیزی سے مجھ پر حاوی آ رہی تھی۔ سورج کی تپش نے ریت کے ذروں کو حرارت بخشی تو مجھے ایسا لگا جیسے میرے تمام بدن پر مردم آزار جنگلی چوٹیاں لپٹی ہوں۔ زخموں سے چپکے ہوئے ریت کے ذرات نشتر بن کر میرے بدن میں چبھ رہے تھے، بے ہوشی کا غلبہ شدید ہو رہا تھا۔ میں نے نیم دائی نظروں سے ایک بار پھر آسمان کی سمت نظر ڈالی، دونوں گدھ خاصے نیچے اتر آئے تھے، میں نے سم کر آنکھیں بند کر لیں، میرا ذہن بڑی تیزی سے تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا، صرف اتنا یاد ہے کہ میرے بازوؤں میں بڑی شدید جلن ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے بازوؤں کو تلچے میں جکڑ دیا ہو، ڈوبتے ذہن نے یہی خیال کیا کہ آؤ خور گدھ مجھ پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد کے حالات کیا تھے مجھے اس کی بابت کچھ علم نہیں!-----

دوبارہ غنودگی کے بادل چھٹے اور ذہن جاگا تو میں نے خود کو کھنی زمین پر پڑا پایا۔ عام حالات میں زمین کی سیلن مجھے یقیناً نا پسند ہوتی لیکن اس وقت اسی سیلن نے مجھے سکون بخشا تھا، لھنڈی لھنڈی زمین میرے زخموں کے لئے مرہم ثابت ہوئی، میں نے آنکھیں کھول کر اطراف کا جائزہ لیا، میں کسی عمارت کے زمین دوز کمرے میں تھا۔----- اس کا اندازہ یوں ہوا کہ کمرے میں کھڑکی اور روشندان نام کی کوئی چیز نہیں تھی ایک دروازہ تھا جو بل کھاتی سیڑھیوں کے آخری سرے پر زمین سے چوہ فٹ کی بلندی پر نظر آ رہا تھا۔ ایک لمبے کو میں نے غور کرنا چاہا کہ میں صحرا سے یہاں کیسے آ گیا۔ آدم خور گدھوں سے کیونکر نجات ملی۔ لیکن معا میرے ذہن میں پر اسرار یوگی پورن لال کا تصور بڑی تیزی سے ابھرا، اس کے لئے کوئی بات نامکن نہ تھی، میرے دل سے ایک سرد آہ نکل کر دیران کمرے کی دیواریوں میں مدغم ہو گئی۔ میں آہستہ سے اٹھ بیٹھا، میرے زخموں میں پہلی جیسی سوزش نہیں تھی، درد کی شدت بھی کم تھی البتہ بھوک پیاس کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

چند ثانیے میں بکھرے بکھرے خیالات کو جمع کرتا رہا پھر اٹھا اور سیڑھیوں کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ سیڑھیاں عبور کر کے میں دروازے تک پہنچا، دروازے پر زور دیا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے، کچھ دیر تک میں دستک دیتا رہا لیکن دوسری جانب سے کسی نے جواب نہ دیا، میری الجھن بڑھتی جا رہی تھی پھر جھلاٹ کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ میں نے بند

دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میں بے چین ہو گیا، میں نے ایک اور فیصلہ کیا، نعرہ کو مار ڈالنے کا۔ اس کی موت میری دشواریوں کو کم کر سکتی تھی، میرا خون کھولنے لگا، میں تیزی سے خطرناک ارادوں کو ذہن میں بسائے نشیب کی طرف دوڑا۔ لیکن ٹھوکر کھائی اور ناہموار پہاڑی پر منہ کے بل گر کر نیچے لڑھکے لگا۔ میرا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تھا، چوٹ شدید تھی، میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ بیہوشی کا غلبہ اتنی تیزی سے حاوی ہوا کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

دوسری بار مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک لپ و دق ریگستانی علاقے میں پایا، اٹھنے کی کوشش کی تو جسم کا جوڑ جوڑ احتجاج کرنے لگا۔ نس نس میں ٹیسس اٹھ رہی تھیں۔ بشکل کنوٹ لے کر آہستہ سے اٹھا اور اطراف میں نظر ڈالی تو موت کا بھیاںک تصور نظروں کے سامنے پھر گیا، تاحہ نظر ریت ہی ریت نظر آ رہی تھی۔ میں اس صحرا تک کیونکر پہنچا مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ میری حالت قابل رحم تھی، میرے جسم پر موجد کپڑے تار تار ہو چکے تھے ان پر جا بجا خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ میں نعرہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے ارادے سے اس کی جانب لپکا تھا اور کسی شے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا تھا۔ میں نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا، خون کے پتے ہوئے لوٹنے ابھی تک چہرے پر پتے تھے۔ بھوک کی شدت اور پیاس کی ناقابل برداشت حاجت نے مجھے بے حد کمزور و نڈھال کر دیا تھا۔ اس بے بسی کے عالم میں مجھے ہر سمت موت نظر آ رہی تھی، مجھے اس وقت کچھ یاد نہ تھا، صرف دو گھونٹ پانی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تاکہ میں اپنے حلق کو تر کر سکوں، جس میں کانٹے پڑنے لگے تھے، میں نے ہمت کر کے اٹھنے کی کوشش کی ایک دو بار مایوسی ہوئی پھر کسی نہ کسی طرح اٹھ کر کھڑا ہوا، جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ جن لوگوں کو کبھی ریت پر کھینچنے یا چلنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ریت پر چلنے میں انسان کو دو گنی طاقت لگانی پڑتی ہے۔ میں خود کو رک رک کر اور ہانپ ہانپ کر گھسیٹتا رہا۔ سو گز بشکل گیا ہوں گا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرے لپکنے لگے، پیاس کی شدت نے بے حال کر دیا۔ میں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی مگر مایوسی ہوئی اور تورا کر ریت پر آ رہا۔ آسمان پر نظر بڑی تو موت کا تصور پیشی ہو گیا۔ میرے عین اوپر آسمان کی دستکوں میں دو آدم خور گدھ بازو واگے اور نظروں جمائے میری موت کے منتظر تھے۔ خوف و دہشت کے احساس سے مجھے جھرجھری آگئی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی، میں خود کو کسی محفوظ مقام تک گھسیٹ لے جانا چاہتا تھا تاکہ خود کو ان گدھوں کی

”لاجوتی“ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے بھول ہوئی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی مہاراج کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا، تم نے مجھے سزا دی تھی لاجوتی، تم ہی مہاراج سے میری سفارش کر سکتی ہو۔“

”مہاراج کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں منوہر، میں تم کو کوئی وجہ نہیں دیتی البتہ میں کوشش کروں گی کہ مہاراج تمہیں شا کر دیں۔“ لاجوتی نے ہمدردانہ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ ”پرتو ایک بات سوچ لو، تمہیں مہاراج کی ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ اگر پرتو تم اپنے دھن سے بٹے تو کوئی فکری تمہیں مہاراج کے کٹ سے نہیں بچا سکے گی۔“

”میں وہی کروں گا لاجوتی جو تم کہو گی۔“ میں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا پھر آگے بڑھ کر لاجوتی کے قریب گیا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔

”ابھی تم میرے شریر کو ہاتھ نہیں لگا سکتے منوہر، میں مہاراج کی دای ہوں، ان کے پوتر چرنوں کی دھول ہوں جب تک مہاراج تمہیں شا نہیں کر دیتے میں تم کو سو بیکار نہیں کر سکتی۔“

لاجوتی کچھ لمبے میرے نزدیک کھڑی باقیں کرتی رہی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی، اس نے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ پورن لال سے مل کر وہ جلدی سے واپس لوٹے گی، میں امید و بیم کی حالت میں کمرے میں ٹپٹے لگا، میرا ذہن متضاد خیالات سے الجھ رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر اپنی پریشانوں سے چھٹکارا چاہتا تھا لیکن ایک بات میرا ذہن پراگندہ کر رہی تھی، یوگی مہاراج نے اجیت کمار اور نعیمہ کی وابستگی کی شرط لگائی تھی، میں سوچنے لگا کیا میں اسے برداشت کر سکوں گا؟

خاصی دیر تک میں پریشان خیالات کے جھوم کے درمیان گھرا رہا پھر اس وقت چونکا جب لاجوتی کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی، میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے تیزی سے پلٹ کر دیکھا، لاجوتی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک بڑا پیالہ دبا ہوا تھا، اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات دکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ جس مقصد سے گیت گئی اس میں اسے کامیابی ہوئی ہے آزادی کے تصور نے میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں، میں نے آگے بڑھتے ہوئے بے اختیار لہجے میں پوچھا

”لاجوتی، یوگی مہاراج نے میری قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے؟“

”برہمچاری، تم قسمت کے دھنی ہو جو مہاراج نے تمہیں شا کر دیا۔ مہاراج نے مجھے آگیا دی ہے کہ میں تمہارا دھیان رکھوں اور اگر تم سے پھر کوئی بھول ہو اس کی ہر مہاراج

دروازے پر دوپٹہ ماری شروع کر دی۔ دس منٹ میں متواتر دروازہ پینٹا رہا لیکن بے سود، دوسری جانب سے ذرا سی آہٹ بھی نہیں سنائی دی، میں نے ہاتھ روک لئے۔ ٹھیک اسی وقت کمرے کی دیرانی میں ایک نسوانی قہقہے کی آواز گونجی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو لاجوتی بیڑھیوں کے قریب زمین پر کھڑی قہقہہ لگا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔

”بڑی جلدی ہاتھ روک لئے تم نے، میں تو سمجھتی تھی کہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں تک دروازہ پینٹتے رہو گے۔“

میں گنگ سا کھڑا لاجوتی کو گھورتا رہا، کبھی اس کی نظروں میں میرے لئے دعوت ظاہر ہوا کرتی تھی، خود پردگی کا انداز ہوتا تھا لیکن اس وقت اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں نفرت اور حقارت کا احساس چھلک رہا تھا۔ میں امید و بیم کی کیفیتوں سے دو چار خاموش کھڑا اسے تنکنا رہا، میں نے سوچا اگر لاجوتی کو راضی کر لیا جائے تو میری پریشانوں کے دن ختم ہو سکتے ہیں۔ میں جھکے جھکے قدم اٹھاتا بیڑھیوں سے نیچے اتر آیا، لیکن قبل اس کے کہ کچھ کہتا لاجوتی نے مجھے بڑی حقارت سے مخاطب کیا۔ ”اب کیا حال ہے برہمچاری؟“

لاجوتی کے لہجے کی چہین میں نے براہ راست اپنے ذہن کی ابتداء گمراہیوں میں محسوس کی، وہ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی، مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ شیطانی قوتوں کے آگے میرا وجود ڈوبتے ہوئے اس جہاز کی مانند ہے جو موجوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ لاجوتی کو تنکنا رہا وہ مسکرا کر بولی۔

”اتنے دھیان سے کیا دیکھ رہے ہو، منوہر، کیا پہلے کبھی نہیں دیکھا مجھے۔“

”لاجوتی -----“ میرے ہونٹوں کو جنش ہوئی لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

”میں جانتی ہوں برہمچاری کہ اس سے تمہارے من میں کیا ہے، تم مجھ سے دیا کی بیگ مانگنا چاہتے ہو۔“ لاجوتی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پھر بڑی لگاوت سے بولی ”تم نے میرا شریر چھوا ہے منوہر، میرا تمہارا سبندھ قریب کا ہے، تمہاری جدائی مجھے بھی بیاہل کئے رہتی ہے۔ پرتو میں تمہاری کوئی سہارا نہیں کر سکتی، تم نے یوگی مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کیا، جو دھن تم نے مہاراج کو دیا تھا اس میں پورے نہیں اترے، تم نے من کو مارنے کی کوشش بھی نہیں کی۔“

لاجوتی کے لہجے کی اپناہیت محسوس کر کے مجھے ہمت ہوئی، تیزی سے بولا۔

تھی اگر تم نے مہاراج کو پھر ناراض کیا تو -----“

میری حالت قابلِ رحم تھی، میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہ تھا، انکار کی صورت میں مجھے بھر تکلیف دہ حالات سے دو چار ہونا پڑتا، چنانچہ میں نے سانس روکی اور ایک ہی سانس میں پیالہ منہ سے لگا کر تمام مشروب کو حلق سے نیچے اتارتا چلا گیا، مجھے یوں لگا جیسے میرے حلق کے اندر کسی نے پکلے ہوئے شیشے کے بیشمار ذرات بھر دیئے ہوں، مشروب کی تفتی اور تیزی نے مجھے تڑپا دیا، سینے میں شدید جلن مجھے کرب کی کیفیت سے دو چار کر رہی تھی، مجھے زور سے ابکائی آئی لیکن میں نے اپنا منہ سختی سے بند کر لیا۔ مشروب میں نہ جانے کیا بات تھی کہ اسے پیتے ہی میرے ذہن پر بیہوشی کا غلبہ ہونے لگا، میں نے لاجوتی کی طرف دیکھا، وہ اس وقت مجھے بیش سے زیادہ حسین اور پر کشش نظر آ رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانسوں میں سمیٹ لیا۔ چاہا۔ لیکن ذہن چکر ا گیا، میں خود کو سنبھالنے کے باوجود نرم اور سلی زمین پر لیٹ گیا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ لاجوتی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھاما تھا، آگے کے حالات ڈوبتے ہوئے ذہن کی گمراہیوں میں گم ہوتے چلے گئے۔

کتنی دیر تک میں بیہوشی کی کیفیت سے دو چار رہا مجھے اس کا صحیح اندازہ نہیں لیکن جب دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آرام رہ بستر اور خوبصورت کمرے میں پایا۔ لاجونٹی میرے قریب موجود تھی، میں نے اپنی حالت دیکھی تو دنگ رہ گیا، میرے جسم پر اسوقت سلیپے کے کپڑے تھے، جسمانی کمزوری کے بجائے میں اپنے اندر خاصی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ ”معا“ میرا ہاتھ چہرے کی طرف اٹھ گیا لیکن وہاں بھی زخم کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ لاجونٹی نے میری دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو مسکرا کر بولی۔

”کہاں کھو گئے برہمچاری، کس وچار میں ہلکان ہو رہے ہو؟“

”لاجوتی“ میں تمہارا احسان مند ہوں۔“ میں نے دہی زبان میں جواب دیا تو لاجوتی قدرے خفگی سے بولی۔

”تم کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے تھی منوہر، یہ سب مدارج کی کہیا ہے، ان ہی کی فہمتی نے تمہاری حالت بدلی ہے، تمہیں مدارج کا شکر گزار ہونا چاہئے۔“

مجھے علم تھا کہ پراسرار یوگی مہمان فحشی کا مالک ہے، میں اس کے چسکار پہلے بھی دیکھ چکا تھا چنانچہ میں نے ذہن پر بوجھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ یوں بھی میرے لئے، موجودہ حالات کے آگے سینہ سپر ہونا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، فیہمہ کے سلسلے میں میرے ذہن میں جو بات پہلے تھی۔ وہ اب ختم ہو چکی تھی، ایسا کیونکر ہوا، میں کچھ نہیں کہہ

”نک پہنچاؤں۔“

"لاجونتی۔۔۔۔۔۔ لاجونتی" میں خوشی کے جڑیوں سے سرشار ہو کر بولا "تم میری محسن ہو، میں تمہارا یہ احسان تمام زندگی فراموش نہیں کروں گا۔"

"من کو ٹٹول کر دیکھ لو منو ہر کہیں پھر تم مجھے برا نہ سمجھنے لگو۔" لاجونتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، اس کی نظروں میں میرے لئے اپنائیت تھی، ایسا سحر تھا کہ میں بے خود ہو کر بولا۔

”اب ایسا نہیں ہو گا لاجوتی، میں تمہیں ہر روپ میں پیار کرتا رہوں گا۔“

”سچ۔۔۔۔۔؟“ لاجوتی نے شوخی سے دریافت کیا۔

”ثبوت چاہتی ہو۔“ میں اپنا دکھ درد بھول کر معنی خیز لہجے میں بولا تو لاجنونی شرما گئی۔
جلدی سے بات کا رخ بدل کر ہاتھ میں دبے پیالے کی سمت اشارہ کر کے بولی۔
”مہاراج نے تمہارے لئے دیوتاؤں کا یہ رس بھیجا ہے منوہر! لو اسے پی لو، تم پہلے
منش ہو جسے یوگی مہاراج نے یہ سوم رس پینے کو دیا ہے ورنہ آج تک مہاراج کا کوئی چیلہ
یا سیوک اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکا۔“

”تمہاری عنایت ہے دیوی!“ میں نے لاجوئی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر آگے بڑھ کر پالا اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

اپنی آزادی کا مژدہ سن کر میں اس وقت زہر کا پیالا بھی پی سکتا تھا۔ میں نے پیالے کو ہونٹوں کے قریب کیا، لیکن دوسرے ہی لمحے اتنی ہی تیزی سے پیالے کو منہ سے دور کر لیا۔ پیالے میں گاڑھے اور سیاہ رنگ کا کوئی رقیق مشروب موجود تھا لیکن اس میں سے پھوٹے والا تعفن ناقابل برداشت تھا۔ ایک لمحے کو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی سڑتے ہوئے نابالغ کی بدبو میرے ذہن میں بس گئی ہو۔ میں نے مشروب کو غور سے دیکھا جس کے اندر گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی موجود تھے اگر میں اس مشروب کو جے ہوئے خون سے تشبیہ دوں تو غلط نہ ہو گا، میں نے پیالے سے نظر ہٹائی، میرا جی تھلانے لگا، لاجوئی نے مجھے تذبذب کی کیفیت سے دو چار دیکھا تو میرے قریب آ کر بولی۔ ”منوہر۔ شاید تم بھول رہے ہو کہ یہ رس یوگی مہاراج نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔“

میں نے لاجونٹی کو رحم طلب نظروں سے دیکھا، کچھ بولنا چاہا لیکن لاجونٹی نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا، قدرے روکے انداز میں بولی۔ ”برہمچاری۔ یہ مت بھولو کہ مہاراج نے تمہارے اوپر بڑی کرپا کی ہے، میں نے تمہارے کارن مہاراج کے آگے ہاتھ باندھ کر بتنی کی

کہ اس سے تمہاری سندری نغمہ کہاں ہے؟“
”خوبی میں ہوگی۔“ میں نے ٹالنا چاہا تو لاجوئی میرے گالوں پر ایک بوسہ ثبت کر کے بولی۔

”تمہاری سندری نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے منوہر، اس سے وہ اجیت کمار کے ساتھ رنگ رلیاں مٹا رہی ہے۔“
”یوگی مہاراج نے بھی یہی کہا تھا۔“ میں نے لا پرواہی سے جواب دیا۔ ”اجیت کمار مہاراج کا پرانا سیوک ہے۔“

مجھے اس وقت نغمہ کے تذکرے سے الجھن ہو رہی تھی۔ لاجوئی نہ جانے کیوں بار بار اس کا تذکرہ کر رہی تھی، میں نے کچھ دیر بعد ناگواری کا اظہار کیا تو اس نے میری بات مان لی۔ میں بڑی دیر تک اس کے شیریر سے کھیلا رہا، حال کی مسرتوں نے ماضی کی تلخ یادوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا۔



میری نئی زندگی بڑی خوشگوار تھی، لاجوئی ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتی، میں اس کے حسن کی گمراہیوں میں ڈوبتا ابھرتا رہا۔ چھ ماہ کا عرصہ یوں پلک جھپکتے بیت گیا جیسے ابھی کل کی بات ہو اس عرصے میں نہ تو نغمہ کی یاد نے مجھے بے چین کیا اور نہ مجھے اس خوبی کی یاد آئی، ایک دو بار میں نے خود کو مجبور کر کے نغمہ کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی لیکن سطحی طور سے زیادہ کبھی اسے کوئی اہمیت نہ دے سکا۔ زندگی بڑے آرام و سکون سے گزر رہی تھی، مجھے دنیا کی ہر آسائش اور ہر آرام حاصل تھا، جوں جوں دن گزرتے جاتے یوگی پورن لال کی مہمانیوں کا نقش میرے دل پر گہرا ہوتا جاتا۔ میں نے اپنے ذہن کو پرانی باتوں سے بیکر آزاد کر لیا تھا، البتہ ایک بات مجھے اکثر محسوس ہوتی، چھ ماہ کے عرصے میں پورن لال نے ایک بار بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ لاجوئی نے مجھے یہی بتایا تھا کہ پراسرار یوگی نے مجھے اس کے حوالے کر دیا ہے پھر بھی ایک دن میں نے پوچھا لیا۔

”لاجوئی، مجھے کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یوگی مہاراج مجھ سے ناراض ہوں۔“
”مہاراج کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے مورکھ۔“ لاجوئی بے تکلفی سے بولی۔
”سیوک کی پوجا اوجھک ہو اور وہ سچے من سے مہاراج کو یاد کرے تو وہ اوش آئیں گے۔“
”مہاراج نے تم سے بھی ملاقات کی یا نہیں؟“

”ابھی ان باتوں کو ست پوچھو منوہر!“ لاجوئی اچانک کچھ اداس ہو گئی، میری نظروں

سکتا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ مشروب پینے کے بعد میں دوبارہ ہوش میں آیا تو اپنے اندر نمایاں تبدیلی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب زندگی کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔ نہ جانے کیوں اب نغمہ کے لئے میرے اندر وہ شدت نہیں تھی جو پہلے تھی۔ حالات سے سمجھوتہ کرنے کی خاطر میں نے لاجوئی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یوگی مہاراج نے مجھ پر اوجھی پر جو کچا کیا ہے وہ میں سارا جیون یاد رکھوں گا لیکن تم نے بھی میرے ساتھ مہمانی کی ہے۔“

میرے جملے کا خاطر خواہ اثر ہوا، لاجوئی کا چہرہ یکلفت کھل اٹھا، اس کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے ہمت کی اور لاجوئی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پہلو میں گھسیٹ لیا، اس نے کوئی احتجاج نہ کیا، ایک عرصے بعد مجھے کسی حسین عورت کا قرب محسوس ہوا تو میرے جذبات بھڑک اٹھے۔ لاجوئی نے کسی حرکت پر کوئی اعتراض نہ کیا، مجھ پر ایک عجیب نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں لاجوئی کے جسم کی لذتوں سے سرشار ہو رہا تھا کہ اس نے آہستہ سے کہا۔

”منوہر تمہارے بنا اب جیون مجھے پیکا پیکا لگتا ہے، اب تو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔“

”آتما اور شریر کا سمبندھ کبھی نہیں ٹوٹتا میری راجکماری، جس دن یہ ناٹھ ٹوٹ جائے جیون ختم ہو جاتا ہے۔“ میں نے جذبات میں ڈوبے لہجے میں جواب دیا۔ ہندی زبان پر مجھے دسترس نہ تھی لیکن ماحول کو اپنانے کی خاطر میں نے ٹوٹی پھوٹی ہندی بولنی شروع کر دی تھی۔ میرا جواب سن کر لاجوئی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، اس کی گرم گرم سانسیں میرے چہرے پر مستی کے خزانے لٹا رہی تھیں، کچھ توقف کے بعد اس نے دوبارہ سرگوشی کی۔

”منوہر، نغمہ تو یاد ہو گی تمہیں۔“

”نغمہ کا نام سن کر میں ایک ٹانے کو چونکا، میں نے اپنے ذہن کے گوشوں کو کھینچا، نغمہ نام کی ایک جانی پہچانی صورت میرے ذہن میں موجود ضرور تھی لیکن اب میری محبت میں وہ شدت نہ تھی، میں نے برا سامنہ بنا کر جواب دیا۔

”مزے میں ظل مت ڈالو میری رائی، منش کو آنے والے حالات پر نظر رکھنی چاہئے۔“

”مجھے خوشی ہے منوہر کہ اب تم نے منش کے جیون کا راز پا لیا، لیکن تمہیں خبر ہے

”ا۔“

”مہاراج ممان ہیں اجیت۔“ میں نے کہا۔

”ممان شکستوں کی آگیا اور ان کی شکست پر سچے من سے عمل کرنا ہمارا دھرم ہے منوہر۔“

”میں مہاراج کی ہر آگیا کا پالن کروں گا میرے دوست۔“ میں نے لاجپتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج نے مجھے شاکر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔“

میں یوگی مہاراج کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا اجیت کمار مجھے اپنے دھرم کے بارے میں بتاتا رہا۔ میرے نشے کی حالت بڑھتی جا رہی تھی، اجیت کمار مجھ سے بے تکلف ہونے لگا تھا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بھی نشے کی حالت میں ہے۔ مجھے اسکی رفاقت سے خوشی ہو رہی تھی لیکن جب اس نے لاجپتی کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر بوس و کنار شروع کیا تو مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا، میں اپنی محبوبہ کو اجیت کمار کی آغوش میں بھلا کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ لاجپتی میرے سامنے اس قدر ذہنائی کے ساتھ اجیت سے کیسے ہم آغوش ہے۔ مجھے اس کے چہرے یا اس کی حرکت و سکنات سے اس بات کا شبہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ اجیت کمار کی حرکت پر ناراض ہے، میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت بڑھنے لگی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا یا اجیت کمار کو اس کی بیوقوف حرکتوں پر سرزنش کرتا میرے کانوں میں پراسرار یوگی مہاراج کی آواز گونجی۔

”منوہر۔ سنبھلو بالک، اگر تمہارے قدم لڑکھڑائے تو انجام خطرناک ہو گا، میرا سراپ تمہارا جیون نقصٹ کر دے گا۔“

میں نے ہڑبڑا کر اطراف میں دیکھا لیکن پورن لال وہاں موجود نہ تھا، مجھے ماضی کے سابقہ تلخ تجربے اور اذیت ناک مرحلے یاد آئے تو سنبھل گیا، یوگی مہاراج کے علاوہ لاجپتی اور اجیت کمار نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ عورت کے چکر میں پڑنے والے کبھی عظیم قوتوں کے مالک نہیں بن سکتے، ہفتی پراپت کرنے کے لئے منش کو اپنا من مارنا پڑتا ہے۔

میں نے لاجپتی کو دیکھا جو بڑی بے حیائی سے اجیت کمار کی گود میں لیٹی تھی، میں نے اپنے دل سے لاجپتی کو بھی جھٹک دیا، مجھے یوگی پورن لال کی خوشنودی کی زیادہ ضرورت تھی۔ میں نے سوچا اگر میں نے ہفتی حاصل کر لی تو میں بھی اجیت کمار کی طرح جس عورت

لاجپتی کی بات مجھے کچھ عجیب سی لگی، وہ میرے رقیب کو میرا دوست کہہ رہی تھی، بس ایک لمحے کے لئے مجھے خیال ہوا کہ اجیت کمار سے میری ملاقات میری غیرت اور حمیت پر تازیانہ ہو گی لیکن دوسرے ہی لمحے میرا ذہن جیسے صاف ہو گیا، میں نے لاجپتی کا ہاتھ تھاما اور حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔ راستے میرے دیکھے بھالے تھے، میں درمیانی ہال میں تھا کہ اجیت کمار مجھے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ میں اسے خواب میں دیکھ چکا تھا، میں نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ اجیت کمار اور میں دونوں اس طرح ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے جیسے بڑی پرانی شناسائی ہو۔ جلد ہی ہم دونوں گھل مل گئے، لاجپتی ہمارے قریب ہی ہاتھ باندھے باندھیوں کی طرح کھڑی تھی۔ میں نے اس سے بیٹھنے کو نہیں کہا، وہ مجھے بتا چکی تھی کہ دیوی دیوتاؤں کی موجودگی میں اس کی حیثیت داسیوں جیسی ہوتی ہے۔

میں اجیت کمار کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا، اجیت کمار نے مجھے ہندو دھرم کے بارے میں اور اپنے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بتایا، اس کے بعد اس نے میری خاطر تواضع شروع کر دی، میرے سامنے ایک بار پھر وہی بدبودار مشروب لا کر رکھا گیا جسے پہلی مرتبہ لاجپتی نے مجھے پلایا تھا، میں جھجکا مگر جب اجیت کمار نے مشروب کو اٹھایا اور مزے لے لے کر اسے پینا شروع کیا تو میں نے بھی پیالہ اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتار لیا، بھڑکتے ہوئے شعلوں کی ایک لکیر سی حلق سے لیکر پیٹ تک کھینچ گئی۔ مجھے منگی کا احساس ہوا میں نے لاجپتی کی طرف دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے ہدایت کر رہی تھی کہ میں مشروب پینے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کروں۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں نے مشروب کا پیالا اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا، لاجپتی کی آنکھیں جوش سے چمک رہی تھیں۔ اجیت کمار نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”منوہر مجھے دشواش ہے کہ تم دیوتاؤں کی راہ میں ضرور سنبھل ہو گے پر تو ایک بات سدا یاد رکھنا، من کو مارنا ہمارے دھرم کی پہلی شکست ہے، پاپ اور پن کے بکھیڑوں میں پڑنے والے اور استری (عورت) جات کے چکروں میں الجھ کر منش کبھی ممان ہفتی پراپت نہیں کر سکتا، اپنے راستے سے ہٹک جاتا ہے۔“

میں نے اثبات میں سر کو جھنٹ دی، مجھ پر نشے کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اجیت کمار نے لاجپتی کو اشارہ کیا تو وہ میرے لئے مشروب کا ایک اور پیالہ لے آئی، میں لاجپتی کے اشارے پر اسے بھی خالی کر گیا، نشے کی کیفیت دو چند ہو کر بتدریج بڑھ رہی تھی۔

”تم قسمت کے۔“ منی ہو منوہر جو یوگی مہاراج نے تمہیں اپنا سیوک بنانا منظور کر

”شیر----- تم اب انسان نہیں بلکہ پتھر بن گئے ہو، اتنے دنوں بعد ملے نہ اپنی کسی نہ میری سنی، اسی درندگی پر اتر آئے جو خود غرض مردوں کا خلاصا ہوتی ہے، کیا

”میں بڑی دیر سے تمہاری راہ تک رہی تھی، کہاں کھو گئے تھے تم۔“
 ”میرے دوست سے ملو رانی!“ اجیت نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہ ہیں
 منوہر، میرے پرانے متر۔“
 نعیمہ نے مجھے غور سے دیکھا، بڑی سنجیدگی سے مخاطب کر کے بولی۔
 ”پدھارو منوہر باو۔ کھڑے کیوں ہو۔“

نعیمہ کی نظروں میں میرے لئے اجنبیت کا احساس تھا میرے ذہن میں آندھیاں چلنے
 لگیں، میں نفرت بھری نگاہ نعیمہ پر ڈالتا کمرے سے باہر نکل گیا، یوگی پورن لال اور لاجوئی
 نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ عورت کا پکر انسان کو اس کی منزل سے گمراہ کر دیتا ہے، میں راہداری
 عبور کر کے پچھلی سمت سے باہر نکلا تو لاجوئی میری خنجر تھی، اس نے میرا استقبال کیا لیکن
 میں اسے بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا اور باہر نکل کر مکلی سڑک پر آ گیا، میں جلد از
 جلد اس حویلی سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایک جانی پہچانی
 آواز میری پشت سے سنائی دی، ”دوڑ میں یوں چونک کر رکا جیسے کسی نے میرے پیروں میں
 جھڑیاں ڈال دی ہوں، پلٹ کر دیکھا تو یوگی پورن لال مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا“
 اس وقت اس کے جسم پر صرف ایک دھوئی تھی، اوپر کا جسم نکلا تھا۔

”ماراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے بڑی عقیدت سے سر جھکاتے ہوئے کہا، آگے بڑھ
 کر پورن لال کے چرن چھونے کو جھکا تو اس نے مجھے بازو سے تھام کر سیدھا کرتے ہوئے
 کہا۔

”برہمچاری، مجھے خوشی ہے کہ اب تم منٹ بننے جا رہے ہو، تم نے ناری کے پکر سے
 ہٹکارا حاصل کر کے اپنے راستے کی سب سے کٹھن منزل کو طے کر لیا، تم میرے ایک اچھے
 سیوک بن سکتے ہو۔“

”مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے ماراج!“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
 ”میں تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں۔“

”مجھے اس کا دشواس ہو چلا ہے بالک، پر تو تم کو لاجوئی سے منہ نہیں موڑنا چاہئے تھا،
 لادو تاؤں کی سوینکار کی ہوئی ناری ہے، اس کا دھرتی سے کوئی سبب نہ نہیں، تمہیں اس کا
 من نہیں مارنا چاہئے، قدم قدم پر تمہیں اس کی ضرورت ہو گی۔“ یوگی نے مجھے سمجھاتے
 ہوئے کہا پھر بولا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ اب تمہیں اس راستے پر لگا دوں جو بلوانوں کا
 ہے، تمہیں فکری پراپت کرنے کے لئے دھوکوں کے لئے کٹھن جاپ کرنا ہو گا۔“

ارادے سے مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھا، دراصل میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے اچانک چلے
 جانے سے تمہارے اوپر کیا اثر ہوتا ہے، میں تمہاری وفاؤں اور تمہاری محبت کو پرکھنا چاہتا
 تھا۔“

”شاید اسی لئے تم نے واپسی کے بعد بھی مجھے ہمدردی کا مستحق نہیں جانا اور اپنی
 درندگی کو افضل سمجھا۔“ نعیمہ طنزیہ انداز میں بولی اس کی آنکھوں میں نفرت اور محبت کے
 ملے جلے تاثرات نمایاں تھے، کبھی وہ مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھتی اور کبھی نفرت سے
 منہ پھیر کر اپنا ہونٹ چبانے لگتی۔

”جذبات کی آسودگی انسان کے ذہن کو ہلکا کر دیتی ہے نعیمہ، کیا تمہیں اس کا ذاتی تجربہ
 نہیں ہوا۔“

”شیر۔۔۔۔۔۔“ اس بار نعیمہ کسی زخمی شیرنی کی طرح تڑپ کر بولی ”تم اپنے
 تجربے کی بنا پر جو چاہو کہہ سکتے ہو، اس لئے کہ لاجوئی تمہارے ساتھ تھی لیکن مجھے زندگی
 کا تجربہ اتنے قریب سے نہیں ہوا۔“

”اداکاری اچھی خاصی کر لیتی ہو۔“ میں لڑکھاتا ہوا مجھے سے اٹھا، کرج کر بولا۔
 ”اجیت کمار غالباً تمہارا کوئی پرانا شناسا ہو گا جو میاں حویلی میں تمہارے ساتھ رہتا ہے۔“
 ”شیر۔۔۔۔۔۔“ نعیمہ نے حیرت سے کہا ”کس اجیت کمار کی بات کر رہے ہو،
 تمہیں دھوکہ ہوا ہے، کسی نے ضرور تمہارے کان بھرے ہیں، تم میری عزت پر حملہ کرنے
 کی کوشش کر رہے ہو، میرے اچھے دامن کو داغدار کرنے کی سعی کر رہے ہو۔“

میں اس سے زیادہ سننے کو تیار نہ تھا، نعیمہ کو بال سے پکڑ کر باہر کھیٹ لایا، اس کی
 کرناک چیخوں کی آواز حویلی میں گونجتی رہی، میں اسے راہداری سے کھیٹ کر باہر والے
 بڑے ہال میں آیا جہاں اجیت کمار بدستور موجود تھا البتہ اس وقت لاجوئی وہاں موجود نہ
 تھی۔ میں نے نعیمہ کو اجیت کمار کے سامنے لا کھڑا کیا، اس کے چہرے پر بدستور حیرت کے
 تاثرات نمایاں تھے وہ اجیت کمار کو یوں تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے پہچاننے کی کوشش کر
 رہی ہو، اجیت کمار نے نظریں اٹھائیں اور نعیمہ کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ میں نعیمہ کے
 چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ چند ثانیے تک وہ مٹک رہی پھر اس کے چہرے
 کے تاثرات بدلنے شروع ہوئے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے میرے شبہ کی
 تصدیق کر دی نعیمہ تیزی سے آگے بڑھ کر اجیت کمار سے بغل گیر ہو گئی بڑی اپنائیت سے
 بولی۔

مندرجہ کے دروازے کو ہوا کے گزر کی خاطر کھلا چھوڑ دیا تھا، میرا سرخ دروازے کی سمت تھا، رات بڑی اندھیری اور دیران تھی، میں آنکھیں بند کئے منتر کے جاپ میں مگن تھا کہ اچانک میری نظروں میں تیز روشنی کی چمک ابھری، میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مندر کے دروازے کے باہر آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک لمحے کو میرا دھیان بنا لیکن میں نے پھر آنکھ موند لی اور جاپ میں مگن ہو گیا، منتر کا ورد جاری تھا کہ ایک کرناک نسلانی چیخ نے مجھے دوبارہ آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ اس بار جو منظر میری آنکھوں کے سامنے آیا وہ میری توجہ پانے کے لئے کافی تھا، میں نے اپنی بہن کو جسے مرے ہوئے کافی عرصہ بیت چکا تھا اپنی نظروں کے سامنے دیکھا، وہ سر تپا برہنہ تھی، دو عجیب الثقلت جانور نما انسانوں نے اسے جکڑ رکھا تھا اور اٹھا کر دھنکی ہوئی آگ میں جمونکے کی کوشش کر رہے تھے۔ میری بہن خود کو پانے کی خاطر تڑپ رہی تھی، چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی لیکن اس کی مزاحمت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ دونوں درندہ صفت انسانوں نے اسے اٹھا لیا اور دھنکے شعلے کی جانب بڑھنے لگے، قریب تھا کہ میں بسک جاتا کہ میرے کانوں میں لاجوتی کی آواز ابھری۔

”منور۔۔۔۔۔! دیرج سے کام لو، اگر تم نے زبان کھولی تو تمہاری منت امارت ہو جائے گی، جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ دھوکہ ہے تمہیں جاپ سے روکنے کی خاطر گندی ہتھکنڈا تمہیں ڈرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

لاجوتی کی توازن نے مجھے سارا دیا، میں نے دھڑکتے دل پر قابو پا کر دوبارہ آنکھ بند کی اور بلند آواز میں منتر کا جاپ شروع کر دیا آگ کے شعلوں کی چمک میری نظروں میں آتی رہی، کرناک نسلانی چیخیں میرے کانوں میں گونجتی رہیں، لیکن جلد ہی ہر شے پر سکون ہو گئی۔ میں نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو ہر سمت دیرانی کا راج تھا، گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا، انیسویں اور بیسویں دن بھی اسی قسم کے خطرناک کھیل جاری رہے، جب بھی میری توجہ منتر کی طرف سے جھٹکتی لاجوتی کی آواز مجھے چونکا دیتی، مجھے تعجب تھا کہ میں لاجوتی کی آواز تو سن سکتا تھا لیکن اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

انیسویں روز جب میں نے آخری کنکری کو دوسری کنکریوں کے ڈھیر پر ڈالا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اب میری کامیابی یقینی ہے، دوپہر کا وقت تھا، میں جاپ میں مصروف تھا کہ شیر کے دہانے کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں، مندر کے دروازے پر ایک خونی درندہ کھڑا مجھے سرخ سرخ نظروں سے گھور رہا تھا۔ مجھے جھرجھری آگئی، شیر اچانک پیچھے کی طرف ہٹا پھر اگلے پنجوں پر جھک کر اس نے جست بھری، میں چلانے ہی والا تھا کہ لاجوتی کی آواز

اگر سچل ہو گئے تو چیون کی ساری خوشیاں تمہاری جھولی میں ہوں گی پر توتا یا رکھنا کہ دھن دولت کو کبھی قریب نہ آنے دینا، جو مزا یوگ میں ہے وہ دنیا داری میں نہیں۔“

”میں دیوتاؤں کے لئے جاپ کرنے کو تیار ہوں مہاراج!“ میں نے تیزی سے جواب دیا۔

یوگی پورن لال خاموشی سے چند ثانیے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے جاپ کے طریقوں سے مجھے آگاہ کیا۔ چند ضروری نصیحتیں کیں پھر بولا۔

”جب تم منزل سے باہر آؤ گے تو تمہارے شریر میں ایک نئی حکمتی ہو گی، اس حکمتی کے ذور سے تمہارے من کی تمام آشائیں پوری ہو گی تمہاری ہر اچھا پلک جھپکتے میں پوری ہو گی، منتر کے ہر تمہارے آگے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے۔“

میں یوگی پورن لال کی ایک ایک بات کو بغور سنتا رہا اور ذہن نشین کرتا رہا، پورن لال نے مجھے اجودھیا جا کر جاپ کرنیکی تلقین کی، مجھے بھلا کیا اعتراض تھا، میں نے لاجوتی کو ساتھ لیا اور اجودھیا کے لئے روانہ ہو گیا، اجودھیا پہنچ کر ایک پرانے مندر کا انتخاب کیا اور منزل سمجھ کر اس میں بیٹھ گیا اور اس منتر کا جاپ کرنے لگا جو یوگی پورن لال نے مجھے بتایا تھا، مجھے یہ جاپ پورے ایکس روز کرنا تھا، لاجوتی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ مجھے اکیس دن تک برت بھی رکھنا ہو گا، اس نے کہا تھا کہ اگر لگن چلی ہو تو دیوتاؤں کی کپا سے جاپ کرنے والوں کو بھوک پیاس کا کوئی احساس نہیں رہتا، میں نے لاجوتی کے مشوروں کو بھی ذہن نشین کر لیا تھا۔۔۔۔۔!

قارئین کرام میں ان مصروفیات کو طول دیکر اور غیر اہم واقعات کا تذکرہ کر کے آپ کی دلچسپی میں رخنہ اندازی کرنے کے بجائے براہ راست ضروری اور دلچسپ واقعات کی طرف آتا ہوں، مجھے منزل میں بیٹھے ہوئے اٹھارہ دن گزر چکے تھے، دنوں کا شمار کنکریوں کے ذریعے کر رہا تھا، شروع شروع میں دو تین روز تک مجھے دشواریوں کا سامنا رہا بھوک پیاس کی شدت مجھے پریشان کرتی رہتی، کبھی کبھی میں وہ منتر بھی بھولنے لگتا جو یوگی پورن لال نے مجھے یاد کرایا تھا لیکن یہ سب باتیں عارضی تھیں، چار چھ روز بعد نہ صرف یہ کہ بھوک پیاس کی شدت ختم ہو گئی بلکہ منتر بھی زبان پر رواں ہو گیا اگر میں یہ کہوں کہ میں دیوتاؤں کے جاپ میں ڈوب گیا تھا تو بے جا نہ ہو گا۔

غرضیکہ اٹھارہ دن بہ آسانی بیت گئے لیکن انیسویں دن رات کے وقت مجھے ایک نئے تجربے سے دو چار ہونا پڑا، میں نے جس مندر کا انتخاب کیا تھا وہ آبادی سے خاصا دور تھا،

میں پھر مندر کی طرف دیکھنے لگا، پجارن کی سندر تانے میرا من موہ لیا تھا، میں بنارس

میری خواہش کی دیر تھی کہ میں نے چنڈت دیا شکر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا، وہ لمبے بڑے پراسرار تھے، دیا شکر کو میرے ہیروں نے سر سے بلند کر کے پوری قوت سے زمین پر وے مارا پھر یہ عمل جاری رہا۔ بلا نے چلانے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز حلق میں

”برہمچاری، سنبھلو، ابھی تمہیں جیون میں بہت کچھ کرنا ہے، اگر پہلے ہی پگ پر تم ڈگ

جلا کر بھسم کیا کہ اس کی ہڈیوں تک کا کوئی سراغ باقی نہ رہا، لاجوئی گنگ کھڑی سب دیکھ رہی تھی، آگ کے شعلے غائب ہوئے تو اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر اپنے سر میرے پاؤں پکڑ کر بولی۔

”ہماراج۔ تمہاری فکٹی اپرم پار ہے، واسی کے بڑے بھاگ جو تمہاری سیوا کا موقع“

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ لاجوئی کو کیا جواب دوں کہ نیکھت میری نظریں سامنے کی طرف اٹھیں جہاں یوگی پورن لال ہماراج کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ لاجوئی کی نظریں یوگی پورن کی طرف جلدی سے اٹھ کر اس نے ڈھٹوت کیا اور ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی، میں نے عقیدت بھرے انداز میں بڑھ کر پورن لال کے پیروں کو ہاتھ لگایا اور ڈھٹوت کرتا ہوا بولا۔

”ہماراج۔۔۔۔۔۔ تم نے اپنے سیوک کی فکٹی کا مان بڑھا کر بڑی کمپا کی، میں شرمگزار ہوں ہماراج۔“

”تم نے مجھے سچے من سے یاد کیا تھا منوہرا! اسی لئے میں نے تمہاری سائنٹ کی۔“ پورن لال نے سنجیدگی سے کہا۔ ”گووند زرائن کے بارے میں تم زیادہ نہیں جانتے، بڑی مہان فکٹی کا مالک تھا۔ اگر میں تمہاری سائنٹ نہ کرتا تو اس کے ہر دم کو جلا کر بھسم کر دیتا۔ اسے دشواری تھا کہ تم کو بڑی آسانی سے نیچا دکھانے میں سہیل ہو جائے گا۔“ ”یوگی ہماراج!“ میں نے ہمت کی۔ ”کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ میں بھی اور فکٹ حاصل کر لوں، ایسی قوت جس کے آگے دھرتی کی تمام قوتیں بے کار ہوں۔“

جواب میں پورن لال نے مجھے سر تپا بنور دیکھا پھر گردن ہلا کر کہا۔ ”دیوی دیوتا کا گیان دھیان رکھنے والے ایسی فکٹی پر اپت کر سکتے ہیں پر تو اس کے لئے منش کو بڑی کھٹنائیوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ سارا جیون دنیا کو تیاگ کر تپتیا کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر منش جلاوٹ ہوتا ہے۔“

”ہماراج۔ تم مجھے آگیا دو، میں دیوی دیوتاؤں کے گیان دھیان کے لئے تیار ہوں۔“ ”دھیان سے کام لو بالک!“ پورن لال بولا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے من میں گھور فکٹی پر اپت کرنے کی لگن ہے تم آوش سہیل ہو گے، پر تو ابھی وہ سے نہیں آیا۔“ ”کیا تم مجھے کوئی ایسا طریقہ نہیں بتا سکتے ہماراج کہ میں دو چار جاپ اور کر کے مہان فکٹی کا مالک بن جاؤں۔“ میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا ”میں دھن کا پکا ہوں ہماراج“

گووند زرائن مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا، اچانک اس نے اپنے چہرے کا زور سے دائیں بائیں جھٹکا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے تمام جسم میں آگ لگ گئی ہو، میں تڑپ اٹھا، ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ گووند زرائن نے اپنا ہاتھ اٹھا کر میری طرف نہ جانے کیا اشارہ کیا کہ میں تیور کر فرش پر الٹ گیا، کسی غیر مرئی قوت نے مجھے شدت سے جکڑ رکھا تھا، میرا دم گھٹنے لگا، میں بے بسی سے دو چار تھا کہ گووند زرائن نے مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بڑی نفرت سے کہا۔

”کیوں بالک، کس دھار میں گم ہو، اپنے پیروں کو آواز کیوں نہیں دیتے۔“ میری حالت اس وقت قابل رحم تھی، میرے لئے اپنی زبان کو جنبش دینا بھی محال تھا، ”معا“ میرے ذہن میں پورن لال کا تصور ابھرا، میں نے دل ہی دل میں یوگی ہماراج کو یاد کیا تو نیکھت جیسے غیر مرئی قوتوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی درد کی شدت غائب ہو گئی، میرے کانوں میں پورن لال کی آواز گونجی۔

”منوہر۔۔۔۔۔۔ تم نے سچے من سے مجھے یاد کیا ہے، اب تمہیں چتا کرنے کی ضرورت نہیں، کالی کا شہ نام لیکر اٹھو، دیوی دیوتا تمہاری سائنٹ کریں گے۔“ مجھے اپنے جسم میں ایک نئی قوت محسوس ہوئی، میں تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا تو گووند زرائن کی آنکھوں میں حیرت عود کر آئی، اسے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا، اسے غالباً اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں اس کے دیئے ہوئے کٹھ سے چھٹکارا پاسکوں گا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”کہاں کھو گئے گووند زرائن ہماراج۔۔۔۔۔۔ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔۔۔ گرد دیو، چیلے کو کوئی کٹھ دو، بڑی کمپا ہو گی تمہاری۔“

”میں تجھے جلا کر بھسم کر دوں گا۔ لے سنبھل!“ گووند زرائن نے بھر کر کہا، پھر اپنے سینے کا ایک بال توڑ کر میری طرف پھینکا، فضا میں بجلیاں سی کڑکنے لگیں، پورا کمرہ لرز اٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے ماحول پر سکون ہو گیا، گووند زرائن کا وار خالی گیا تو اس نے تھلا کر دوسرا حملہ کیا لیکن غالباً یوگی ہماراج کی ناویدہ قوت نے اس کا توڑ بھی کر دیا۔ گووند زرائن کی جھلاہٹ قابل دید تھی۔ اس نے بوکھلا کر ایک حملہ اور کیا، اس بار آگ کے شعلے طوفانی انداز میں زمین سے بلند ہو کر میری طرف لپکے لیکن دوسرے ہی لمحے ہوا ایک شدید جھونکا آہا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کا رخ گووند زرائن کی سمت پھر گیا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا، بھڑکتے ہوئے شعلوں نے پلک جھپکتے میں گووند زرائن کو اس

ایچ کے بعد سے تمہارے سوا کسی دوسرے پنڈت پجاری کا اس پر کوئی ادھیکار نہیں ہو گا۔
اس کے لئے تم کو ایک وجہ دینا ہو گا۔“

”تمہیں سچے من سے وچن رہا ہو گا کہ تم لاجوئی کو کبھی دیکھی نہیں رکھو گے اور اس کی ہر خوشی کو پورا کرنا اپنا دھرم سمجھو گے“ بولو بالک کیا تم یہ ہوتکھا کرنے کو تیار ہو؟“

”میں تیار ہوں مہاراج!“ میں جلدی سے کہہ۔ ”تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنا میں اپنا

”لاہوتی“ اب تو داسی نہیں رہی، ایک برہمچاری کے من مندر کی رانی بن گئی ہے۔
مجھے دشواس ہے کہ تو منوہر کے من کو جیتنے کے لئے اپنا جیون بھی دان کرنے کو تیار رہے۔
”کی۔“

پورن لال بڑی دیر تک مجھے اور لاجوئی کو۔ نہیں دیکھتا رہا اس نے مجھے کچھ اور جاپ بھی کرنے کو کہا پھر اپنی مٹھی سے ایک چمکدار شے جو دور سے شیشے کا کوئی کٹرا نظر آتی تھی لال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا

میں نے پورن لال کے ہاتھ سے چمکدار شے لے کر جلدی سے منہ میں ڈال کر لٹکی اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

”مہماراج ————— میں تم کو وچن دیتا ہوں کہ سارا جیون تم کو اپنا گرو سمجھوں گا“ جو تم آگیا دو گئے وہی کروں گا۔“

”اگر تم کو دکھ ہوا ہے مہراج تو میں معافی چاہتا ہوں۔“ میں نے بڑی صاف گوئی کہا۔ ”بھلا کماری کی سندرہا نے میرے من کو بیا کل کر دیا تھا، میں نے اسی کارن پڑت راستے سے ہٹا دیا تھا۔“

”صاراج۔۔۔۔۔“ لاجوئی کا تذکرہ نکل آیا تو میں سنجیدگی سے بولا ”مجھے ابھی تمہارے دھرم کی باتیں نہیں معلوم، تمہاری کپڑا رہی تو آہستہ آہستہ سب پہنچ لوں گا، پرت لاجوئی کے سلسلے میں میرا فیصلہ اٹل ہے، میں اسے کیول اپنا سمجھتا ہوں، کوئی اور جس کی طرف بری نظر ڈالے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“

”مجھے شکر و دو مبارک ————— پر تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ حق پر اپنی نر
لینے کے بعد میرے مہن کی آشائیں ضرور پوری ہوں گی، میں تم سے لاجوئی کی حکشا نکلتا
ہوں گرو دلو۔ ————— تم اس دای کو مجھنے دان کر دو۔“

”بالک----- تم نے گرو کے باطے سے مجھ سے کچھ مانگا ہے، تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے لاجپتی کو اندر دلوٹا سے مانگا تھا، رنوتاب میں اسے نہیں دان کرتا ہوں“

”یوگی مہاراج! کیا تم کو اپنے سیوک پر وشواس نہیں ہے؟“ میں نے حیرت سے دریافت کیا تو پورن لال نے کچھ اور زیادہ سنجیدگی اختیار کر کے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”وٹھو اس کی بات مت کرو منوہر“ ابھی تم بالک ہو بھوش میں کیا ہونے والا ہے یہ کیوں میں جانتا ہوں، من کا حال پڑھنے کی فکرتی ہر منٹ میں نہیں ہوتی، کل کیا ہو گیا ہے میں آج جانتا ہوں، آنے والا سے تمہیں بھی بتا دے گا کہ میری باتوں کا مقصد کیا ہے، پر غور اتنا ہمیشہ یاد رکھنا کہ گرو ہر حال میں گرو ہوتا ہے۔“

میں یوگی پورن لال کی منفی خیر باتوں کا منہموم نہ سمجھ سکا، قفل اس کے کہ کچھ دریافت کرتا پورن لال میری نظروں کے سامنے سے کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔ چہ لیسے میں غور و فکر میں ڈوبا رہا پھر میری توجہ لاجوئی کی جانب مبذول ہو گئی جو شرمیلیں مسکراہٹ اپنے حسین چہرے پر بکھیرے کھڑی مجھے مست نظروں سے دیکھ رہی تھی، میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔

○

قارئین کرام! میں اپنی کہانی کو طویل دیکر اور غیر دلچسپ واقعات کو بیان کر کے آپکی دلچسپی کو ختم پنہانے کی کوشش نہیں کروں گا، ہر چند کہ واقعات کا ایک طویل سلسلہ رہ جائیگا لیکن میں محض ضروری باتوں کو زینب داستان کرنا پسند کروں گا تاکہ آپکو ٹھکان اور بوسہ کا شکار نہ ہونا پڑے البتہ وہ واقعات جو کہانی کے تسلسل کے لئے اشد ضروری ہیں ان کا تحریر میں لانا لازمی ہے۔

لاجوتی کو اپنے لئے مخصوص کرا لینے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب کوئی دوسرا اس کی سمت بری نظر نہیں اٹھا سکے گا۔ پورن لال بھی مجھ پر ہریان تھا، عظیم قوتوں کا مالک بننے کا سودا میرے سر میں سایا ہوا تھا چنانچہ میں نے اپنی زندگی کے دو ڈھائی سال دیوی دیوتاؤں کے کیان دھیان اور جنت منتر سمجھنے میں گزار دیئے۔ پورن لال کے بتائے ہوئے جانب کو مکمل کرنے کے بعد لاجوتی کے کہنے پر پہلے میں نے شیوجی کے لئے ایک جاپ کیا پھر ادیتی (ایک ہندو دیوی کا نام) کو رام کرنے کے لئے ایک سو ایک دن کی بیٹھک کی، اس کے علاوہ میں نے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے سارے دید، شاستر اور ان مذہبی

اور غیر مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر ڈالا جو ہندو دھرم اور ہندو دیو مالا سے متعلق تھیں لاجوتی نے ان تمام باتوں کے حصول میں میری بھرپور مدد کی تھی۔

دو ڈھائی سال تک میں دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہا اور کھن تپیا اور پوجا پاٹ میں مگن رہا، جب میں نے کاکا کا جاپ پورا کیا تو لاجپتی نے مجھ سے کہا

[illegible]

”یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا لاجوئی، اگر تم میری سہائت نہ کرتیں تو میں شاید کامیاب نہ ہو سکتا۔“

[illegible]

”کوئی بھی نہیں ہو سکا منور۔ کوئی بھی نہیں۔“ لاجوئی بولی ”تم پہلے پجاری ہو جس کی پوجا کو ادیتی نے سویکار کیا ہے۔“

لاجونتی نے جو کچھ مجھے باور کرایا اسے محسوس کر کے میرا سر غرور سے تن گیا، لاجونتی کے کہنے کے مطابق جو فحشٹی میں نے دو ڈھائی سال میں حاصل کر لی تھی وہ دوسروں کو بیس پچیس سال کی کٹھنائیوں کے بعد بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

اوتی کا جاپ پورا کرنے کے بعد میں نے ایک بار پھر کالی کے مندر پر حاضری دی، یوگی پورن لال نے مجھے تاکید کی تھی کہ جب بھی میں کوئی جاپ پورا کروں میرا کالی کے چرنوں میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ کالی کے چرنوں کو چھو کر میں مندر سے باہر نکلا تو مجھے بلا بجارن اور اس کا باپ دیا شکر یاد آ گئے، بلا کی یاد نے میرے جذبات کو گدگدایا، میں اپنے دھیان میں مست چلا جا رہا تھا کہ ایک کئی کے اندر سے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز ابھری،

دبوی دیوتا کا آشیرداد تیرے ساتھ ہے۔“
”جو آگیا مہاراج!“

پہچان نے جس کے شریر میں اس وقت میرے ایک ہیر کا قبضہ تھا سر جھکا کر کہا، پھر وہ آگے بڑھی، کئی میں ایک ست رسولی کا سامان رکھا تھا، پہچان نے وہاں سے سبزی کاٹنے والی چھری اٹھائی، رام سروپ کی آنکھیں دہشت سے پٹی ہوئی تھیں، پہچان کو قریب آتا دیکھ کر اس نے چیخا چلانا شروع کر دیا، اس کی حالت نہ صرف قابل دید بلکہ مٹھکے خیز بھی تھی۔ فضا میں معلق وہ پاؤں مار رہا تھا، پہچان کے تیور خطرناک تھے، رام سروپ کے قریب پہنچ کر اس نے چھری والا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر ایک ہی جھٹکے میں چھری اس کے پیٹ میں اتار دی، رام سروپ کے پیٹ سے خون کا فوارہ اٹل پڑا، اس کی کرناک جھنجھیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں اور پہچان کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے، کئی میں پردہت کا گندہ خون پھیل رہا تھا، کچھ دیر بعد جب وہ مر گیا تو میرے پیروں نے اسے زمین پر پھینک دیا، پہچان بدستور اس کے مردہ جسم پر چھرے کے پے در پے وار کر رہی تھی، میں پردہت پر ایک آخری نظر ڈالی اور کئی سے باہر آگیا جہاں لاجپتی میری راہ دیکھ رہی تھی، میں لاجپتی کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

بنارس میں میرا قیام ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں تھا، کالی کے مندر پر حاضری دینے کے بعد میں واپس جانا چاہتا تھا لیکن لاجپتی کے اصرار پر مزید دو روز رک گیا، اگر نہ رکنا تو شاید وہ واقعہ بھی پیش نہ آتا جو اب میں بیان کر رہا ہوں۔

اس روز میں شام کو نما دو کر اور کپڑے تبدیل کر کے لاجپتی کے ساتھ تفریح کی غرض سے باہر جانے کے لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ راہداری عبور کر کے میڑھیوں کے قریب آیا تو نیچے ہال میں کچھ گڑبڑ نظر آئی، ایک پولیس انسپکٹر اور چار مسلح سپاہی کاؤنٹر پر کھڑے کچھ معلومات کر رہے تھے، میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میڑھیاں اتر کر نیچے آیا پھر ہال عبور کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک سپاہی تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب آیا اور بولا۔

”کیا منوہر تمہارا ہی نام ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔ کیوں؟“ میں نے سپاہی کو گھورتے ہوئے قدرے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ اس کا انداز تکلم مجھے ناگوار گزرا تھا، اگر لاجپتی ساتھ نہ ہوتی اور ہال میں لوگ نہ ہوتے تو میں یقیناً اس پولیس کے سپاہی پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتا، جن نظروں سے وہ مجھے

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ تم نے جو کچھ میرے اوپر کی ہے اسے میں سارا جیون یاد رکھوں گا۔“ پہچان نے بڑی عقیدت سے جواب دیا پھر پردہت پر تھارت بھری نظر ڈال کر بولی۔ ”یہ پاپی بڑا کھور دل ہے مہاراج۔ پر تو کالی کے مندر کا پردہت ہے اس لئے اسے شاکر دو مہاراج۔ دبوی اسے سراپ ضرور دے گی۔“

”پہچان۔۔۔۔۔۔ تو منوہر مہاراج کی آگیا کا پالن نہ کر کے اسکا اہلن کر رہی ہے۔“ میں نے کڑک کر کہا۔ ”مجھے میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ سنا تو نے۔“

پہچان ہچکچا رہی تھی، اس کی نظروں سے خوف مترشح تھا، رام سروپ بدستور زمین سے ایک فٹ اوپر فضا میں معلق تھا، اس کے چہرے پر مردنی طاری تھی، موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ مجھے شاکر دو، میں دجن دتا ہوں کہ پھر بھی کسی داسی یا پہچان پر بری نظر نہیں ڈالوں گا۔“

ٹھیک اسی وقت لاجپتی کی آواز میرے کانوں میں گونجی، ”منوہر۔ یہ پاپی جھوٹ بول رہا ہے، اس کا من کالا ہے، اس کی نس نس میں پاپ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے، اسے شاکر کرنا منوہر۔۔۔۔۔۔ اسے مار ڈالو۔ اگر تم نے اسے شاکر دیا تو یہ پاپی اور درندہ بن جائے گا۔“

لاجپتی کی آواز سن کر میں نے رام سروپ پر نظر ڈالی پھر میں نے اپنے ایک ہیر کو پہچان کے شریر میں داخل ہونے کا اشارہ کیا، پہچان اپنی جگہ سسی کھڑی تھی لیکن پھر اچانک اس کے سر کو دو تین شدید جھٹکے لگے اور اس کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے لپکنے لگے، اس کے چہرے پر کربنکی کا راج ہو گیا، جن نظروں سے اب وہ رام سروپ کو دیکھ رہی تھی ان میں تھارت اور انتقام کی خوفناک چمک تھی۔

”پہچان۔ کیا تو میری آگیا کا پالن نہیں کرے گی؟“ میں نے پہچان کو مخاطب کیا۔

”تمہاری خلقی ملن ہے منوہر مہاراج۔۔۔۔۔۔ تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔“ پہچان نے ٹھوس آواز میں کہا ”میرے لئے کیا آگیا ہے مہاراج۔۔۔۔۔۔“

”پہچان۔۔۔۔۔۔ تیرے سامنے اس سے کالی کے مندر کا پردہت کھڑا ہے جس کا من کالا ہے، یہ پاپی بیچ ذات اور راکھشش سے بھی بدتر ہے اس اپرا دھی نے تجھے بہاد کرنے کے لئے اپنی کئی میں بلایا تھا، میری آگیا ہے کہ تو اس کو جان سے مار ڈال

[illegible]

”ہو سکتا ہے تم بچنے کی باتیں کر رہی ہو۔“ میں نے بے رخی سے جواب دیا۔ ”جہاں

پہل نہیں کروں گا البتہ اگر اس نے حملہ کیا تو پھر ہم دونوں میں سے ایک ہی بچ سکے گا۔
بکرے میں موت کا سناٹا طاری تھا، لاجوئی دور ایک طرف سہمی کھڑی تھی، اجیت کا
کسی خون آشام بھیڑنے کی طرح کھڑا مجھے گھور رہا تھا اور میرے خون کی گردش ہر لمحہ تیز
ہوتی جا رہی تھی۔!

اجیت کنار کی شعلہ بار نکالیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، میں اپنی جگہ مختلط تھا۔ میں
نے طے کر لیا تھا کہ جنگ کی پہل اپنی جانب سے نہیں کروں گا لیکن اگر اجیت نے کوئی
مانیت کی تو اسکی سزا اسے ضرور دوں گا، چند ثانیے تک ہم دونوں ایک دوسرے کو خونخوار
نظروں سے گھورتے رہے پھر اجیت بولا۔

”منوہر، تم میرے سامنے ابھی بالک ہو، یوگی مہاراج نے ہمیں بتایا تھا کہ میں کون
وں، ابھی سے تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر ہاتھ باندھ کر شما کی ٹھکانا ملک لو تو میں تمہارا
بیون واپس کر سکتا ہوں، پر تو اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں ایسا سراپ دوں گا کہ سارا
ہون بیاکل رہو گے۔“

”اجیت -----“ میں نے کرخ آواز میں جواب دیا ”فکتنی کے نشے میں تم
لڑتے ہو رہے ہو، آنے والا سے تمہاری آنکھیں کھول دے گا، تمہیں معلوم ہو جائے گا
کہ کون مہمان فکتنی کا مالک ہے۔“

اجیت میرا جواب سن کر تھملا گیا، نہ جانے کیوں وہ ابھی تک مجھ پر کوئی وار کرنے سے
ریز کر رہا تھا، چند لمحے مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے لاجوئی کو سرخ سرخ
ابوں سے گھور کر کہا۔

”تیرا کیا فیصلہ ہے؟ کیا تو میرا کہا نہیں مانے گی۔“

”مہاراج -----“ لاجوئی نے سہمی ہوئی آواز میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ”میرا کام
تجارت پیاروں کی سیوا کرنا ہے، مہمان نکلتیوں کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔“
”لاجوئی -----“ تو منوہر کو بتا کہ میں کون ہوں؟“

لاجوئی نے سہمی سہمی نظروں سے میری جانب دیکھا، زبان سے کچھ نہیں کہا، اس کی
اٹھ ہوں میں میرے لئے پیار ہی پیار تھا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ حالات سے پریشان ہے،
ہم میں سے کسی ایک کے حق میں بولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی چنانچہ میں نے تیز
آواز میں اجیت کو مخاطب کیا۔

”اجیت، نکلتیوں کا فیصلہ نکلتیوں سے ہونا چاہئے، تم لاجوئی کو درمیان میں مت لاؤ۔“

”اب میری باری ہے۔ تم سنبھلو۔“

میں نے بغور نغمہ کے لب و لہجے اور چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا، وہ مجھے روزِ اول کی طرح معصوم اور سنجیدہ نظر آئی، معا "میرے ذہن کی گرہیں کھل گئیں، اجیت کی موت نے یقیناً وہ سحر توڑ دیا تھا جس کے زیر اثر وہ کر نغمہ مجھ سے بدل گئی تھی، میرے دل کو دھچکا لگا، میں نے نغمہ کی یوقانی کو یکسر نظر انداز کر دیا، میرا دل چاہا کہ دوڑ کر نغمہ سے لپٹ جاؤں اور اس کو اپنے دل کی گمراہیوں میں چھپا لوں لیکن یہ جذبہ زیادہ دیر برقرار نہ رہا۔"

پر گرام بتایا تو وہ مسکرائے گئی۔

آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تیرنے لگے، اس کا پورا چہرہ شمار آلود ہو رہا تھا، دونوں پنڈت اس سے ادھر ادھر کی بات کرتے رہے۔ جب غامی دیر ہو گئی تو سروپ زرائن نے اپنے ساتھی کو آنکھ مارتے ہوئے لاجوئی سے کہا۔

”سندری! تیرے شریر پر کسی گندی اور بھکی ہوئی آتما کا قبضہ ہے، ہم اپنی عقلی سے آج اس آتما کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔“

”مسا..... آ..... راج“ لاجوئی نے جھومتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری بڑی کہانی ہو گی۔“

”پرتو تجھے اپنے شریر کو کپڑوں کی قید سے آزاد کرنا ہو گا۔“ سروپ زرائن کی آواز جذبات کی شدت سے لڑکھڑاہی تھی، رام سہائے ندیہ کے کتوں کی طرح اپنی جگہ بیٹھا لاجوئی کو گھور رہا تھا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ لاجوئی نے قدرے شرارتے ہوئے بیباکی سے کہا۔ ”ہمیں لاج آئے گی تمہارے سامنے۔“

”مورکھ۔۔۔۔۔۔“ سروپ زرائن نے جلدی سے جواب دیا۔ ”دھرماتماؤں سے کیسی شرم۔۔۔۔۔۔ ہم جو کچھ کریں گے تیرے بھلے کو کریں گے۔“

لاجوئی کچھ جھجکی پھر اس نے لباس اندارتا شروع کر دیا، رام سہائے کی حالت غیر ہو رہی تھی، میرا خون کھول رہا تھا جاگی داس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

”منوہرجی۔۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”دھرج سے کام لو سینھ جاگی داس۔“ میں دانت پیٹتے ہوئے بولا۔ ”تم نے جن سانپوں کو آستین میں پال رکھا ہے ان کا تاںک خاموش ہو کر دیکھو۔ میں ابھی ان پانیوں کو بتاؤں گا کہ وہ کتنی عقلی کے مالک ہیں۔“

”منوہرجی۔۔۔۔۔۔“ جاگی داس مجھے غصے کی حالت میں دیکھ کر گھبرا گیا پھر نا خوشگوار لہجے میں بولا ”تم میرے مسمانوں کا اہلکار کر رہے ہو، میں ان دونوں کو بت عرصے سے جانتا ہوں، دونوں ہی بڑے دیالو اور نیک پنڈت ہیں۔“

”بکواس بند کرو جاگی داس۔“ میں نے سرد لہجے میں جاگی داس کو گھور کر کہا۔ ”جو کچھ ہو رہا ہے اسے چپ چاپ دیکھتے رہو اگر تم نے آواز نکالی تو تمہارا شرب بھی خراب ہو گا۔“

جاگی داس کی نئی گم ہو گئی، ہونٹ چبا کر خاموش ہو گیا میں نے روشن دان سے اندر جھانکا، لاجوئی اب نیم عریاں حالت میں کھڑی شرارہی تھی ابھی تک اس کا جسم قطعی طور

پر گرام کے مطابق جب رات ہوئی تو میں نے لاجوئی کو آخری بار چند ضروری باتیں دیں پھر اسے لیجا کر پنڈتوں کے کمرے میں چھوڑ دیا اس کام سے فراغت پا کر: جاگی داس کے پاس آیا اور اسے ساتھ لے کر تیرے کمرے میں آگیا جو پنڈتوں کے کمرے سے ملحق تھا۔ یہاں میں نے سارا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا، دروازے کے ساتھ نے تے اوپر دو میزوں رکھ دی تھیں جس پر کھڑے ہو کر روشن دان کے ذریعے ہم دوسرے کمرے کا سارا منظر دیکھ سکتے تھے۔ جاگی داس میری حرکت پر جھلا رہا تھا لیکن جب میں اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ دونوں پنڈت اسے ٹھک رہے ہیں اور ان کی اصلیت کیا ہے تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اسے میری بات پر شبہ تھا لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرے چارہ ناچار جاگی داس نے میری بات مان لی اور میرے ساتھ میزوں پر چڑھ کر روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا جہاں لاجوئی ایک کرسی پر بت بنی بیٹھی تھی اور دونوں پنڈت اس کے سامنے بیٹھے اسے بھوکے نظروں سے گھور رہے تھے، کچھ دیر تک یہی پوزیشن رہی پھر رام سہائے نے لاجوئی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سندری! تیرے بچے نے ہمیں بتایا ہے کہ تیرے اوپر کسی گندی آتما کا پھیر ہے۔۔۔۔۔۔ کیا یہ سچ ہے۔“

لاجوئی نے میری ہدایت کے مطابق کوئی جواب نہیں دیا۔ رام سہائے کو دیکھ کر دیوانوں کے انداز میں ہنسنے لگی، سروپ زرائن نے رام سہائے کے کان میں کچھ کہا تو وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شیشے کی ایک صراحی اور ایک گلاس تھا، کمرے میں داخل ہو کر اس نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں صراحی اور گلاس سروپ زرائن کے ہاتھ میں دے دیا۔ لاجوئی بدستور مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی، سروپ زرائن نے صراحی کا مشروب گلاس میں ڈالا پھر لاجوئی کے قریب لا کر اسے دیتے ہوئے بولا۔

”سندری! لو اسے پی جاؤ، یہ سوم رس ہے، بھگوان بھلی کریگا۔“

لاجوئی نے جھپٹ کر گلاس لیا اور ایک ہی گھونٹ میں اس کا تمام مشروب حلق سے نیچے اتار گئی، دوسرے گلاس کے ساتھ بھی اس نے یہی کیا لیکن تیرے گلاس کے بعد اس نے باقاعدہ جھومنا شروع کر دیا، میں اس کی اداکاری پر مش مش کر رہا تھا، لاجوئی کی

ولانے کا کوئی لپائے نہیں کر سکتے۔“

”کر سکتا ہوں، پر تو اس کے لئے سے لگے گا۔ کالی کا آتم جاپ زہریلے ناگوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے اس کا توڑ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو، پر تو تم کوئی چٹان نہ گرو۔ جا کر آرام کرو، میں اپنے مٹری دیکھ بھال کرنے کو تیار ہوں۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں نے اس بار حقارت سے کہا ”دو چار جنتر منتر میں نے بھی پنڈت پجاریوں کی سیوا کر کے سیکھے ہیں، کو تو تمہارے مٹری کو اس کشت سے نجات دلانے کی خاطر میں کوئی منتر پڑھوں۔“

”تو۔۔۔۔۔۔ منتر پڑھے گا۔“ سروپ زرائن مجھے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے بولا۔

”مورکھ۔ جنتر منتر بالکل کارآمد نہیں۔ جا، جا کر اپنی استری کی خبر لے۔“

سروپ زرائن کا لہجہ اس قدر تحقیر آمیز تھا کہ میں برداشت نہ کر سکا، گرج دار آواز میں کہا۔

”پاپی۔۔۔۔۔۔ اپنی گندی زبان بند رکھ۔۔۔۔۔۔ الر توج بچ پنڈت ہوتا تو اب تک تجھے جان لینا چاہئے تھا کہ تیرے سامنے اس سے کون کھڑا ہے اور تیرے مٹری کو کشت کس نے دیا ہے؟“

سروپ زرائن اور جاگی داس دونوں ہی چونکے، میں نے ان دونوں کی بوکھاٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بلند آواز میں ایک منتر پڑھ کر رام سائے کی طرف پھونکا تو وہ لوٹا پوٹا بند کر کے کپڑے جھاڑتا ہوا یوں فرش سے اٹھا جیسے اسے مطلق کوئی تکلیف نہ ہو، اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے اسے مخاطب کر کے سرد آواز میں دریافت کیا۔

”رام سائے۔۔۔۔۔۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس سے تو کس کی آواز سن رہا ہے۔“

”جانتا ہوں مہاراج۔۔۔۔۔۔“ رام سائے نے خوابیدہ آواز میں بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ ”اس سے میں منور مہاراج کے سامنے کھڑا ہوں جو مہمان فکشی، مالک ہے، جسے کالی دیوی، شیو فکر مہاراج اور گنیش دیوتا کا آشراد حاصل ہے، ادیتی دیوی کا من موہنے کیلئے دھرتی کے لاکھوں پنڈت پجاریوں نے گیان دھیان کیا پر تو تمہارے سوا کوئی اپنی تپیا میں سچل نہیں ہو سکا۔ تمہارے شریر میں ہومان سے زیادہ فکشی ہے مہاراج۔۔۔۔۔۔ تمہارا گیان دھیان اپم پار ہے، دھرتی کی کوئی فکشی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔“

”اپر ادھی۔ اب تو مجھے یہ بتائے گا کہ تو نے اور رام سروپ نے لاجوئی کو کس کار۔“

پر برہنہ نہیں ہوا تھا، لاجوئی کو جھٹکتے دیکھ کر رام سائے تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب گیا اور آنکھیں لال پیلی کر کے بولا۔

”مورکھ ناری۔ تو ہم سے شرا رہی ہے، ہم سے۔۔۔۔۔۔ ہم جو گنگا جل کی طر پوتر اور اچلے من کے مالک ہیں۔“

”سندری۔“ سروپ زرائن نے رام سائے کی باتوں کی تائید کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ”ہماری آگیا کا پالن کر، ہم آج اس گندی آتما کو جلا کر بھسم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں جو تجھے پریشان کرتی ہے۔“

لاجوئی نے جھومتے ہوئے ہاتھ پیچھے کئے پھر لپکا کر مسکرانے لگی، رام سائے نے سروپ زرائن کو کچھ اشارہ کیا، سروپ زرائن نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر لپک کر لاجوئی کے ہاتھ تھام لئے، مجھے اسی موقع کا انتظار تھا، قبل اس کے لاجوئی حیران ہوتی میر نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا، دوسرے ہی لمحے رام سائے تڑپ کر زمین پر گرا اور پاگل کتور کی طرح لوٹ لگانے لگا، اس کے منہ سے خون کی دھار پھوٹ چکی تھی، سروپ زرائن ابھی کچھ سمجھنے بھی نہ پایا تھا کہ لاجوئی نے جلدی سے لپک کر وہ دروازہ کھول دیا جس کی دوسری جانب ہم کھڑے تھے، دروازہ کھول کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ جاگی داس ہونٹوں کی طرح وضاحت طلب نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میرا غصہ پورے شباب پر تھا، میں نے جاگی داس کا ہاتھ تھام کر اسے میز سے نیچے اتارا اور پکڑ کر کمرے میں لے گیا، سروپ زرائن ہم دونوں کو دیکھ کر ایک لمحے کو گھبرایا مگر جلد ہی خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

”مہاشے۔۔۔۔۔۔ تمہاری استری نے ہمارے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا، ہمارا جاپ منتر سب ناس کر دیا، ہمیں اس کے کارن کوئی اور لپائے کرنا ہو گا۔“

”رام سائے بدستور پاگوں جیسی حالت میں فرش پر لوٹ رہا تھا، میرے میر اس کی بڑی پہلی ایک کرنے میں مصروف تھے۔ جاگی داس نے کچھ کہنا چاہا لیکن سروپ زرائن جلدی سے بات بنا کر بولا۔

”میرے مٹری یہ حالت تمہاری استری کی وجہ سے ہوئی ہے، جو جاپ منتر میں نے گندی آتما کے لئے کیا تھا وہ اس غریب پر پلٹ گیا۔“

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا پھر بھی میں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا، سروپ زرائن سے کہا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ کیا تم اپنی فکشی کے زور سے اپنے مٹری کو اس کشت سے نجات

اپنے کمرے میں بلایا تھا۔" میں نے رام سہائے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ٹھوس آہ میں دریافت کیا۔
 "مجھے شاکر دو مہاراج۔ ہمارے من میں کھوٹ تھا، ہم تمہاری سندری کے کول ٹ سے اپنے من کی پیاس بجھانا چاہتے تھے اس سے ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ لاغنی اپہرا اور اندر دیوتا کی سہما سے دھرتی پر آئی ہے۔"
 سروپ نرائن پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے گھور رہا تھا، اس کا چہرہ خوف کے مارے ز پڑ چکا تھا، جاگی داس کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی، میں نے ان دونوں کو ایک دیکھا پھر رام سہائے کو گھور کر پوچھا۔
 "پاپی۔۔۔۔۔ اب تو مجھے یہ بتائے گا کہ اوشا رانی کا پکر کیا ہے۔"
 "مہاراج۔۔۔۔۔ مہاراج۔۔۔۔۔ میں ہاتھ باندھ کر بتی کرتا ہوں، ی شاکر دو۔" رام سہائے ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑانے لگا، وہ سر تپا خوف سے لرز رہا تھا۔ میں اس کا مکمل جواب سنا تو گرج کر بولا۔
 "کیئنہ۔۔۔۔۔ کتے، کیا یہ جموٹ ہے کہ تم دونوں نے جاگی داس کی دولت دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کے کارن اوشا رانی کو اپنے گندے علم کا نشانہ بنایا ہے۔"
 "شاکر دو مہاراج۔۔۔۔۔ شاکر دو۔" رام سہائے بدستور گڑ گڑا کر بولا۔ سروپ نرائن نے براہ کرم سے پیر پکڑ لئے لیکن میرا غصہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔
 پہلے میں نے رام سہائے کو نشانہ بنایا، ایک منتر پڑھ کر پھوٹکا تو وہ دوبارہ پکرا کر زمین پر گرا اور لوٹنے لگا۔ اس بار اس کے حلق سے کرناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں یوں جی کوئی غیر مرنی طاقت اس کا گلا گھونٹ رہی ہو، اصلیت بھی یہی تھی۔ میرے منتر کے پیدا نے رام سہائے پر تشدد کی انتہا کر رکھی تھی، کچھ دیر لوٹنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا پھر اس کا جسم اڑ کر رہ گیا۔ سروپ نرائن نے اپنے ساتھی کا بھیاک انجام دیکھا تو اپنا سر میرے قدموں پر رکھ کر روتے ہوئے کہا۔
 "مہاراج۔ میں تمہیں کالی کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے شاکر دو مہاراج۔"
 "پاپی۔۔۔۔۔ میں کڑک کر بولا۔ "اپنی گندی زبان سے دیوی کا شہجہ نام نہ لے۔"

اپنے کمرے میں بلایا تھا۔" میں نے رام سہائے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ٹھوس آہ میں دریافت کیا۔
 "مجھے شاکر دو مہاراج۔ ہمارے من میں کھوٹ تھا، ہم تمہاری سندری کے کول ٹ سے اپنے من کی پیاس بجھانا چاہتے تھے اس سے ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ لاغنی اپہرا اور اندر دیوتا کی سہما سے دھرتی پر آئی ہے۔"
 سروپ نرائن پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے گھور رہا تھا، اس کا چہرہ خوف کے مارے ز پڑ چکا تھا، جاگی داس کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی، میں نے ان دونوں کو ایک دیکھا پھر رام سہائے کو گھور کر پوچھا۔
 "پاپی۔۔۔۔۔ اب تو مجھے یہ بتائے گا کہ اوشا رانی کا پکر کیا ہے۔"
 "مہاراج۔۔۔۔۔ مہاراج۔۔۔۔۔ میں ہاتھ باندھ کر بتی کرتا ہوں، ی شاکر دو۔" رام سہائے ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑانے لگا، وہ سر تپا خوف سے لرز رہا تھا۔ میں اس کا مکمل جواب سنا تو گرج کر بولا۔
 "کیئنہ۔۔۔۔۔ کتے، کیا یہ جموٹ ہے کہ تم دونوں نے جاگی داس کی دولت دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کے کارن اوشا رانی کو اپنے گندے علم کا نشانہ بنایا ہے۔"
 "شاکر دو مہاراج۔۔۔۔۔ شاکر دو۔" رام سہائے بدستور گڑ گڑا کر بولا۔ سروپ نرائن نے براہ کرم سے پیر پکڑ لئے لیکن میرا غصہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔
 پہلے میں نے رام سہائے کو نشانہ بنایا، ایک منتر پڑھ کر پھوٹکا تو وہ دوبارہ پکرا کر زمین پر گرا اور لوٹنے لگا۔ اس بار اس کے حلق سے کرناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں یوں جی کوئی غیر مرنی طاقت اس کا گلا گھونٹ رہی ہو، اصلیت بھی یہی تھی۔ میرے منتر کے پیدا نے رام سہائے پر تشدد کی انتہا کر رکھی تھی، کچھ دیر لوٹنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا پھر اس کا جسم اڑ کر رہ گیا۔ سروپ نرائن نے اپنے ساتھی کا بھیاک انجام دیکھا تو اپنا سر میرے قدموں پر رکھ کر روتے ہوئے کہا۔
 "مہاراج۔ میں تمہیں کالی کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے شاکر دو مہاراج۔"
 "پاپی۔۔۔۔۔ میں کڑک کر بولا۔ "اپنی گندی زبان سے دیوی کا شہجہ نام نہ لے۔"

"مہاراج۔۔۔۔۔ ان دونوں پاپیوں کے لیے کیا آگیا ہے۔"
 "پنے ملازموں سے کہو کہ ان دونوں کو اٹھا کر یہاں سے کیس دور پھینک آئیں۔"

"مہاراج۔۔۔۔۔ شاکر دو۔۔۔۔۔ شاکر دو مہاراج۔" سروپ نرائن بدستور میرے قدموں پر سر رکھے ہوئے گڑ گڑایا لیکن میرے دل میں اسکے لئے ہمدردی،

ہوں۔“

”مہاراج، جاگنی داس بہت دیر سے باہر کھڑا تمہاری راہ دیکھ رہا ہے، رات سے اون:

”تمہارا راج“ میں تمہارے چرتوں کی دھول ہوں تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ تو ایک بات تم کو ضرور مانتی پڑے گی، جب تک تم ہمیں میں رہو گے تمہارا مارا خرچ یہ سیوک برداشت کرے گا۔“

”دھن دولت آتی جانی چیزیں ہیں جاگتی داس، یوں بھی تم میری ہمتی کے چٹکار پنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو، مجھے دھن کی کوئی چٹا نہیں۔“

میں نے جاگتی داس کو ٹالنا چاہا مگر وہ بھند رہا تو میں نے مجبوراً ”اے سیوا کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جس ہوٹل میں، میں نے لاہور جی کے ساتھ قیام کیا اس کا تمام خرچ جاگتی داس برداشت کر رہا تھا۔

ہوٹل میں آنے کے بعد میں نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ لاہور جی نے کبھی میری کسی حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ ہر رات ہمیں کی ایک نئی اور لہجہ لڑکی میری خوابگاہ میں موجود ہوتی۔ میں دل بھر کر اس کی جوانی سے لطف اندوز ہوتا، میرے لئے سب کچھ

جائز تھا۔ پورن لال نے مجھے یہی بتایا تھا کہ دھرتی پر ناریاں صرف پنڈت پجاریوں کا من بھانے کو بنی ہیں، شاید اسی لئے لاہور جی نے کبھی میز پر عیاشیوں پر انگلی نہیں اٹھائی

البتہ وہ مجھ سے اپنی صحت کا خیال رکھنے کو برابر کہا کرتی تھی۔ ہمیں اس کے قیام کے دوران میں نے کیا کچھ کیا اور کتنی رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمیٹا اگر اس کا ذکر

تفصیل سے کیا جائے تو ایک کتاب رقم کی جاسکتی ہے، میں ان قصوں کو کیدنا نہیں چاہتا، جو کچھ ہو گیا وہ ایک خواب تھا جس کا دھندلا دھندلا عکس آج بھی میرے ذہن

میں موجود ہے لیکن جب یہ عکس واضح ہوتے ہیں تو باطنی کا ایک ایک واقعہ مجھے خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ غرضیکہ میری لائیکینیوں کی داستان بڑی طویل ہے

میں غیر ضروری واقعات کو یہاں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتا البتہ ایک واقعہ لکھنا اشد ضروری سمجھتا ہوں۔ اس واقعے کی اہمیت کا اندازہ آپکو بعد میں ہو گا، اگر میں نے

ابھی سے اس کی وضاحت کر دی تو کمائی کا لطف جاتا رہے گا، فی الحال میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہی واقعہ میری زندگی میں ایک نئے انقلاب کا باعث ثابت ہوا، آپ میری

داستان کے آخری حصوں میں از خود اس کی اہمیت کا اندازہ لگائیں گے، بہر حال اب میں اس خاص واقعہ کی طرف آ رہا ہوں جس کے رونما ہونے سے میری زندگی کا رخ بدلا تھا۔

اس رات میری خوابگاہ میں ایک نوخیز کلی موجود تھی، ہوٹل کے بیروں نے جو اس

مرہ آواز میں کہا۔

”دھیرج رکھو جاگتی داس۔“ میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ ”یہی پتلا اوشا کی پیاری

کارن تھا۔“ اس کے بعد میں نے ایک ملازم کو آواز دے کر تیل اور مچس لانے کو کہا جاگتی داس گنگ سا کھڑا تھا، ملازم نے تیل اور مچس فراہم کی تو میں نے پتلے پر تیل چھڑک

کر اسے آگ لگا دی، پتلے کو آگ لگتی تھی کہ کمرے میں وہی منمنائی ہوئی آواز ابھری، میں اوشا کے کمرے میں سن چکا تھا، اب اس آواز میں بلا کا کرب تھا بالکل ایسا لگ رہا

جیسے کوئی عورت موت اور زندگی کی کشمکش سے دو چار ہو، جوں جوں پتلے سے شعلے بلند ہوتے رہے کرناک آواز کی شدت بڑھتی گئی پھر جب پتلا جل کر راکھ ہوا تو آوازیں بھی بن

ہو گئیں، میں نے راکھ کو پیروں سے مسل دیا۔ جاگتی داس کے ساتھ دوبارہ اوشا کی خوابگاہ میں داخل ہوا تو وہ ہوش میں تھی، البتہ ابھی تک اس کی کمزوری میں کوئی فرق نہیں آ

تھا۔ جاگتی داس کو دیکھ اوشا نے اپنی آواز میں کہا ”ہا جی۔“

”میری بچی۔ میری اوشا۔“ جاگتی داس نے آگے بڑھ کر اوشا کو چوم لیا۔ باپ بچی، ملاپ دیکھ کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میں نے جاگتی داس کو وہاں تما چھوڑا اور کچھ

کے سنے بغیر باہر آ گیا۔ بعد میں لاہور جی کی دیکھ بھال اور میرے جنرل منتر نے اوشا کی صحت بھی بحال کر دی، چند روز کے اندر وہ دوبارہ کسی شوخ و چمپل ہنی کی مانند اپنے باپ کی

حویلی میں کلیں بھرنے کے قابل ہو گئی۔ جاگتی داس نے میری ہمتی کا تماشا دیکھنے کے بعد میری آؤ بھگت دو گئی کر دی، اب پوری حویلی پر میرا راج تھا، تمام ملازم اور نوکر چاکر ہر

وقت مع جاگتی داس کے میرے آگے پیچھے ہاتھ باندھے موجود رہے۔ اوشا کی صحت یابی، جشن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا جس میں، میں نے اور لاہور جی نے بھی شرکت کی۔ جاگتی

داس چونکہ کچے عقیدے کا مالک تھا اس لئے ہندوستان کے بیشتر شہروں سے بڑے بڑے پنڈت پجاریوں کو اس دعوت میں شرکت کی غرض سے بلایا گیا اور ان کے ہمیں قیام، معقول بندوبست کیا گیا۔



ہمیں میں میری آمد کا مقصد محض تفریح کرنا تھا چنانچہ اوشا رانی کے ٹھیک ہو جانے کے بعد میں شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں منتقل ہو گیا۔ جاگتی داس نے مجھے

اپنی حویلی میں روکنے پر بھید اصرار کیا لیکن جب میں کسی طرح تیار نہ ہوا تو جاگتی داس نے بڑے خلوص سے کہا۔

”مردود“ کیا تو اپنی خباثت سے باز نہیں آئے گا۔“

میں لڑکی کو چھوڑ کر مسہری کے نیچے آگیا، میرا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، میں طلق پھاڑ کر چلایا، نکماں ہے تو؟ اگر مرد ہے تو سامنے آ، میں تجھے بتاؤں گا کہ منوہر ہماراج سے نکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ تجھے ایسا سراپا دوں گا کہ پھر کبھی تو بچاریوں سے چھیڑ خانی نہیں کر سکے گا۔“

”شیر۔۔۔۔۔۔ تم مسلمان سے ہندو بن گئے؟ افسوس کا مقام ہے“ وہی آواز ابھری۔ ”کیا طاقت کے حصول نے تمہیں اندھا کر دیا ہے، سنہلے کی کوشش کرو، اب بھی وقت ہے۔“

میں نے غصے میں دوسرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا، مجھے کامل یقین تھا کہ اس بار میرے منتر کے پیر اس نایدہ ہستی کو کچل ڈالیں گے لیکن کمرے میں میرے پیروں کی کرناک اور درد ناک آوازیں ابھریں تو میں چونک اٹھا، کمرے میں جو نایدہ قوت موجود تھی وہ بھی غالباً ”بڑی طاقتوں کی مالک تھی“ میں پوری طرح محتاط ہو کر بولا۔

”کیا تم سامنے آکر مجھ سے بات نہیں کر سکتے، میرا مقصد ہے کہ چھپ کر وار کرنا مردانگی نہیں۔“

”ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔“ جواب مختصر تھا، میں نے تملکا کر سوال کیا۔
”چاہتے کیا ہو تم؟“

”اس معصوم لڑکی چھوڑ دو، یہ حوروں کی طرح پاک ہے اس نے سچے دل سے ایک ایسی طاقت کو آواز دی ہے جس کے آگے تمام شیطانی طاقتیں بیچ ہیں۔“

”اچھا۔۔۔۔۔۔“ میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”تم جس طاقت کا ذکر کر رہے ہو کیا وہ مجھ سے زیادہ قوت پر اپت کر چکا ہے۔“

”بیسودہ“ بد تمیز، بے ادب۔“ میرے کانوں میں نایدہ انسان کی کرخت آواز گونجی اس کے ساتھ ہی میرے چہرے پر اتنی زور کا تھپڑ پڑا کہ میں تورا کر گرتے گرتے بچا۔

میں، منوہر ہماراج جس نے ادیتی دیوی کو اپنے جاپ کے منتر سے رام کیا تھا، پاربتی اور شیو شکر کی سگتیوں کو اپنایا تھا، اس وقت ایک لمحے کو جکرا گیا، نہ جانے کیا بات تھی کہ مجھے اپنا پورا وجود لرزہ بر اندام محسوس ہوا، شاید وہ تھپڑ کی شدت کا اثر تھا کہ چند ساعتوں کیلئے میری نگاہوں کے سامنے دھند سی چھا گئی، لمحوں کی بات تھی لیکن

غزالی آنکھوں سے آنسو بنے گئے، اسکی ہلکی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں ان میں رحم کی درخواست تھی۔

”دھیرج سے کام لو سندری۔“ میں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے چکارا۔ ”تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ ایک مہمان پجاری تمہارے شریر کو سونیکار کر رہا ہے، میری سیوا تمہیں سورگ کا راستہ دکھائے گی۔“

میرا خیال تھا کہ لڑکی اب اپنی جد و جہد ختم کر دے گی لیکن وہ برابر ہاتھ پیر چلائے جا رہی تھی، میرے سینے میں طوفان اٹھ رہا تھا، اپنی تشنگی بجھانے کی خاطر میں نے جارحانہ اقدام کا فیصلہ کر لیا، مجھے یقین تھا کہ وہ میری قوت کی آگے بے بس ہو جائے گی لیکن ابھی میں نے اس کے جسم کو بے نقاب کرنے کی خاطر پہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ ایک ٹھوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”رک جاؤ شیر، ہوش میں آؤ، تم ایک لڑکی کی بے بسی پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے برا کر رہے ہو۔“

میں نے اس آواز کو بہت واضح طور پر سنا تھا مگر کمرے میں میرے اور لڑکی کے سوا کوئی اور نہیں تھا پھر؟ وہ آواز کس کی تھی؟ میں نے ایک لمحے کو سوچا پھر دوبارہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تو پھر وہی آواز سرگوشی بن کر میرے کانوں میں گونجی۔

”شیر، لڑکی کو چھوڑ دو، اسی میں خیریت ہے۔“

”کون ہو تم۔۔۔۔۔۔؟ سامنے آؤ۔“ میں نے ایک بار پھر کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے اس آواز کو لٹکارا۔

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔“ آواز نے جواب دیا ”عافیت چاہتے ہو تو لڑکی کو چھوڑ دو۔“

میں، منوہر لال جو دیوی دیوتاؤں کے لئے سینکڑوں جاپ کر کے مہمان قوت پر اپت کر چکا تھا اپنے عشرت کدے میں کسی نایدہ قوت کی موجودگی اور اس کی مداخلت بھلا کس طرح برداشت کر سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک منتر جلدی سے پڑھ کر زور سے پھونک ماری، مجھے یقین تھا کہ کمرے میں موجود پراسرار ہستی میرے منتر کی تاثیر سے جل بہن کر راکھ ہو جائیگی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا، تیسری بار جب میں نے لڑکی پر دست داری شروع کی تو پھر وہی آواز ابھری، اس بار اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔

جب میں دوبارہ سنبھلا تو میں نے ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ کر کے بڑی پھرتی۔ کمرے کو حصار میں لے لیا، اب وہاں سے کوئی قوت نہیں نکل سکتی تھی، میں اب اس نادیہ دشمن کو بہ آسانی مار سکتا تھا، میرا تن بدن انتقام کی آگ سے پھنکا جا رہا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں دوسرا منتر پڑھتا میری نظر مسہری کی جانب اٹھی، لڑکی وہاں موجود نہیں تھی، کمرہ خالی پڑا تھا، نادیہ قوت شاید میری وقتی غفلت سے فائدہ اٹھا کر میرا شکار میرے کھینچے سے نکال کر لے گئی تھی، یہ میری بے عزتی تھی، منور لال مہاراج کے لئے ایک چٹا تھا، میں اپنی ہار تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا، میں دوسرے کمرے میں آیا لیکن لاجوتی بہ وہاں موجود نہیں تھی، اس کے کمرے کے تمام کھڑکی دروازے اندر سے بند تھے۔

”پھر ----- لاجوتی کہاں گئی؟“ میرا ذہن ایک بار پھر چکر اٹھا گیا غصے کی شدت سے میری مٹھیاں آپ ہی آپ بھینچ گئیں، غیض و غضب کی شدت سے میرا پورا وجود لر رہا تھا، لڑکی کا میرے چنگل سے نکل جانا اور لاجوتی کا اچانک بلا میری اجازت کے غائب، جانا، یہ دونوں باتیں میرے لئے کسی معنی سے کم نہیں تھیں۔ میرے ذہن میں اندھیاں چل رہی تھیں، میں بڑی سنجیدگی سے اس نادیہ قوت کے بارے میں سوچ رہا تھا جس سے میری مہمان شکستی سے نکلنے کی حماقت کی تھی۔!!



لاجوتی اور لڑکی کی گمشدگی نے میرے تن بدن میں انتقام کی آگ لگا دی، میرا شکار میں اس وقت میرے ہاتھ سے نکل گیا جب میں اسے زبح کرنے والا تھا۔ دیوتاؤں کا مشروب پی لینے کے بعد میں پوری ترنگ میں تھا مگر اب حالات اس کے برعکس تھے، میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا، میں ہر قیمت پر اس نادیہ قوت سے نکلنے کا ارادہ کر چکا تھا جس نے میرے خوبصورت اور حسین شکار کو مجھ سے چھینا تھا یہ میری بے عزتی تھی، منور مہاراج کیلئے کھلا چٹتہ تھا۔ میں اپنی ہار بھلا کس طرح تسلیم کر سکتا تھا، میں نے اوتی دیوی کو اپنے جاپ منتر سے رام کیا تھا پارٹی اور شیو شکر مہاراج کے لئے بیٹھک کی تھی، میں نے مہمان شکستی پر اہت کی تھی۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ غیض و غضب کی وجہ سے میں لرز رہا تھا اور ایسی کیفیت میں جب میں نے لاجوتی کو بھی اپنے کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ دو چند ہو گیا۔ میں نے، میرے مصرف میں جتنے کمرے تھے ان کا ایک ایک کوٹا چھان مارا لیکن لاجوتی یا لڑکی کا کوئی پتہ نہیں چلا، خدا جانے ان کو زمین کھا گئی تھی یا آسمان، لاجوتی کا مسئلہ بہر حال دوسرا تھا لیکن لڑکی کا تمام کھڑکی دروازے بند ہونے کے باوجود پر اسرار طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانا بڑی تعجب خیز بات تھی۔

کیا نادیہ قوت بھی اتنی ہی مہمان شکستی کی مالک تھی کہ وہ لڑکی کو اتنی آسانی سے نکال لے گئی؟ میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا، میں نے لاجوتی کو وقتی طور پر ذہن سے نکال دیا لیکن لڑکی کو دوبارہ حاصل کر کے اس کو اپنی ہوش کا نشانہ بنانے کا اہل ارادہ کر لیا، یہی ایک طریقہ تھا جس کے ذریعہ میں نادیہ قوت کے سامنے سرخرو ہو سکتا تھا، کچھ سوچ کر میں نے بیروں کو طلب کرنے والی کھنٹی بجائی، دو منٹ بعد میرے سامنے وہی بیڑا موجود تھا جس نے وہ لڑکی مجھے فراہم کی تھی، میں میرے کو خاموشی سے اندر لے آیا پھر اسے گھور کر بولا۔

”تم وہ لڑکی کہاں سے لائے تھے؟“

”مہاراج -----“ میرے نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”اسے لڑکی نہیں ہیرا کہو مہاراج، گدڑی کا لعل، تم قسمت کے دھنی ہو مہاراج جو وہ ہمارے ہاتھ آگئی، ورنہ ایسا

مال برسوں میں کبھی کبھی ہاتھ آتا ہے۔
”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے؟“ میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

”میں اس کا پتہ نہیں معلوم مدارج۔“ میرے کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ”وہ کسی اور شکار کرنے کی تلاش میں تھی، ہم اسے راستے سے شکار کر کے یہاں اٹھالائے تھے۔“
میرے کے جواب نے میرے غصے کو اور ہوا دی، ایسی صورت میں جبکہ لڑکی کا پتہ میرے کو بھی نہیں معلوم تھا میرا اسے دوبار حاصل کرنا دشوار تھا، میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ میرے نے سرگوشی کی۔

”مدارج۔۔۔۔۔ کیا بات ہے، کیا سندری زیادہ من کو بھاگتی ہے۔“

”وہ دیشیا کی پتڑی مجھے جل دیکر چلی گئی۔“ میں نے تملاکر جواب دیا۔

”چلی گئی۔۔۔۔۔“ میرے نے حیرت کا اظہار کیا پھر مسکرا کر بولا۔ ”کیوں ٹھنڈ کرتے ہو مدارج، میں ایک پل کو بھی گیر کی سے نہیں ہٹا ہوں، اگر وہ جاتی تو مجھے ضرور نظر آتی، کیا دو چار دن رکھنے کا ارادہ ہے۔“

میرے نے آخری جملہ بڑے کاروباری لہجے میں کہا تھا، وہ شاید سمجھ رہا تھا کہ میں اس سے غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں، میں نے اسے خوشخوار نظروں سے گھورا تو وہ بھی آنکھیں بدل کر بولا۔

”مجھ سے نہیں چلے گی مدارج، یہ بال بونو تم دیکھ رہے ہو دھوپ میں سفید نہیں ہوئے ہیں، صبح سے شام تک نہ جانے کتنی سندری لڑکیوں کو ادھر سے ادھر کرتا رہتا ہوں اگر گاہک اسی طرح جل دینے لگیں تو پھر چل چکا دھند۔“

”کینے۔۔۔۔۔ کیا میں تجھ سے جھوٹ بول رہا ہوں۔“ میں نے غصے سے میں گرج کر کہا تو میرے کے تہہ بھی خطرناک ہو گئے، اس مورکھ کو میری ممان فکری کا علم نہیں تھا، آستینیں چڑھا کر کہنے لگا۔

”سنو مائے، اگر لڑکی کو دو چار روز رکھنا ہے تو ابھی سے سودا کرو، بلرام کو چرانے کی کوشش کی تو بھئی کی دھرتی تمہارے لئے زکھ بن جائے گی۔ کیا سمجھے۔“

”پاپی، مورکھ، تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس سے بات کر رہا ہے۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”اگر جیون پیارا ہے تو ہاتھ باندھ کر شام کی شکتا مانگ نہیں تو ایسا کشت دوں گا کہ سارا جیون بیاکل رہیگا۔“

”اچھا۔۔۔۔۔ چوری اور اس پر سے سینہ زوری۔“ بلرام، غارت سے بولا۔ پھر

میرے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے لپک کر اس کا گلا تھام لیا اور گھسیٹ کر دوسرے گھرے کی طرف لیجاتا ہوا بولا۔

”کینے۔ چل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، پر تو اتنا یاد رکھ کہ اگر وہ لڑکی تجھے نہ ملی تو ہمارا انجام بھیاک ہو گا، میں تجھے جلا کر بھسم کر ڈالوں گا۔“
بلرام حقیقتاً جاندار آدمی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میری ممان فکری کے آگے دم مار سکتا، میں اسے گھسیٹا ہوا دوسرے کمرے تک لے گیا، وہ میرے چنگل میں مانی بے آب کی طرح ترپ رہا تھا، اس کی آنکھیں درد کی شدت کی وجہ سے حلقوں سے باہر ابلی پڑ رہی تھیں، کسی ہچکے ہوئے چوہے کی مانند وہ مجھے سسی سسی رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا، میں نے ملے کر لیا تھا کہ بلرام کو اس کی بد زبانی کی سزا ضرور دوں گا، میرا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا لیکن دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی میں حیرت سے اچھل پڑا، بلرام کی گردن پر میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت ڈھیلی پڑ گئی، میں پھٹی نظروں سے اس لڑکی کو گھورنے لگا، جسکو تلاش کرنے کی خاطر میں نے کچھ دیر پہلے تمام کردوں کا ایک ایک کونا چھان مارا تھا، لڑکی میری مسمری پر بیٹھی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی، بلرام نے لڑکی کو دیکھ کر میری جانب گھورا۔ پھر دلی زبان میں بولا۔

”کیوں مدارج، اب کیا خیال ہے، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں ایک پل کو بھی گیلی سے دور نہیں گیا۔“

”چلا جا یہاں سے۔“ میں نے بلرام کو حقارت سے دھتکارتے ہوئے کہا۔ ”میں تجھ سے بعد میں بات کروں گا۔“

بلرام مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا، لڑکی کے چہرے سے لاچار وہی حشر تھا۔ مجھے حیرت ہوئی، اس کا غائب ہو کر دوبارہ سامنے آ جانا میرے لئے تعجب خیز تھا، ہو سکتا ہے اسی نادیدہ قوت نے مجھے چرانے کی خاطر یہ اقدام کیا ہو۔“ میں نے سوچا اور من ہی من میں کمرے کو دوبارہ منڈل میں لینے کا متر پڑنے لگا، لڑکی مجھے بدستور دیکھ جا رہی تھی، جب میں منتر پڑھ چکا تو وہ معنی خیز مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیر کر بڑی لاچار وہی سے مجھے مخاطب ہوئی۔

”کس وجہ میں تم ہو مدارج۔“

”سندری۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”مجھے دشواری ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی فکری تمہاری سہارا کر رہی ہے، پر تو اب تم ایسے منڈل میں پھنس

میرے بیروں نے اس ناویدہ قوت کو گھیر لیا ہے۔ میرے ہوشوں پر فاحشہ مسکراہٹ رقص لڑ رہی تھی، مجھے کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ میں سینہ تانے کھڑا ان آوازوں کو سنتا رہا پھر تب آوازیں آنا بند ہو گئیں تو میں نے اپنی کامیابی کی تصدیق کی خاطر فضا میں گھورتے ہوئے ہوئے کہا

”مورکھ۔ کیا تو مر گیا یا ابھی کوئی سانس تیرے سینے میں اٹکا رہ گیا ہے۔“
جواب میں طویل خاموشی نے مجھے میری فتح کا یقین دلایا۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا، میں نے لڑکی کی طرف نظریں گھمائیں، اس کے چہرے پر اب لاپرواہی کے بجائے گہری سنجیدگی تھی۔ شاید اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے میرے آہنی شکنجوں سے چھٹکارا دلانے والی ناویدہ قوت فنا ہو چکی ہے، میں نے لڑکی کا مسکندہ اڑاتے ہوئے کہا۔

”سندری، اب تم کس دھار میں گم ہو، تمہارے کول کچھ پر اداسی کا کارن؟“
لڑکی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، سنجیدہ نظروں سے خاموش بیٹھی مجھے گھورتی رہی، میں لڑتا ہوا آگے بڑھا، لڑکی کا خوبصورت جسم مجھے دیوانہ بنا رہا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اس کے قریب پہنچ کر اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے جذبات کی آسودگی کا ذریعہ بناتا، میرے اور لڑکی کے درمیان تیزی سے دھند پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ میں چونک کر رکنا پشتر اس کے کہ میں حالات کی اس برق رفتار تبدیلی پر کچھ غور کرتا دھند کی دزد چادر نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دم اس دھند میں گھٹنے لگا، میں نے اپنے ہوش برقرار رکھنے کی بھیری کوشش کی مگر بے سود۔ میرے ہوش و حواس معطل ہوتے چلے گئے، مجھے بس اس قدر یاد ہے کہ میں پکرا کر کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا، اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔!!

دوبارہ ہوش آیا تو ایک لمحے کو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی بھیاںک خواب دیکھ رہا ہوں، میں آنکھیں پھاڑے آسمان کو گھورتا رہا۔ اور اپنی یادداشت کو کریڈا رہا، مجھے خوب اچھی طرح یاد تھا کہ آخری بار میں اس کمرے میں تھا جہاں زمین سے دھند کا غبار ابھرا تھا اور میں پکرا کر گر رہا تھا لیکن اب۔ اب میں نے خود کو ایسے لٹ و دق ویران و سنان میدان میں غنئی زمین پر پڑا پایا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان نہیں تھا، یہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں، مجھے خواب کا گمان ہوتا رہا لیکن یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ میرے ذہن میں ابھی تک اس ناویدہ قوت کی آواز کی بازگشت موجود تھی جس نے مجھے اس حالت کو پہنچایا تھا۔

پہلی ہو جہاں کوئی فحشی تھیں میرے کٹ سے نہیں بچا سکتی، اب تم کیول میرے اشاروں پر ناپنے کو مجبور ہو۔“

”اکڑی اکڑی باتیں کیوں کر رہے ہو منوہر۔“ لڑکی نے بتاؤنی ناراضگی کا اظہار کیا۔
”کیا اب تم میری سندرتا سے اپنا من نہیں بھلاؤ گے؟“

”دھیرج سے کام لو سندری، میں تمہاری من کی آشا اوش پوری کروں گا۔“ میں مختار انداز میں بولا تو لڑکی مسکرا دی، شکایتی آواز میں بولی۔
”پھر دور دور کیوں ہو منوہر، میرے قریب آؤ۔“

”سندری۔“ مجھے یلکھت تاؤ آگیا، ڈپٹ کر بولا۔ ”اس بات کو من سے نکال دے کہ اب کوئی فحشی تیری سہانتا کر سکتی ہے۔ اب میں تیرے شریر کو اپنی مرضی سے روند سکا ہوں۔“

لڑکی نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا، جس انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے مطلق خائف نہیں ہے، غالباً اسے اب بھی امید تھی کہ ناویدہ قوت اس کی مدد کرے گی، میں اس کی بھول پر مسکرا دیا۔ میں نے اسے جس منزل میں گرفتار کیا تھا اس سے لڑکی کا بچ نکلتا ناممکن تھا چنانچہ میں سینہ تان کر اس کی طرف بڑھا۔ میں نے ملے کر لیا تھا کہ پہلے اس کے کول شریر سے اپنے من کی اگنی کو گھنڈا کروں گا۔ پھر اسے اپنی فحشی کے زور سے جلا کر بھسم کر دوں گا، دیوتاؤں کے مشروب کا کھویا ہوا سرور، میرے اوپر طاری ہو رہا تھا۔

”سنبھلو شبیر، اب بھی وقت ہے، اپنی اصلاح کرنیلی کوشش کرو۔“

میرے کانوں میں ناویدہ قوت کے سخت الفاظ گونجنے تو میرے قدم رک گئے، خون کی گردش یلکھت کئی گنا تیز ہو گئی، میں تھلا اٹھا، خلا میں گھورتا ہوا چیخا۔
”سامنے آکر بات کر پاپی پھر تجھے معلوم ہو گا کہ تو کس فحشی سے ٹکرانے کی حماقت کر رہا ہے۔“

”شبیر، ہوش میں آؤ، آنکھیں کھولو، اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔“ وہی آواز پھر میرے کانوں میں ابھری۔

میں نے جواب میں ایک منتر پڑھ کر کمرے میں پھونکا۔ یہ ایک انتہائی خطرناک منتر تھا مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے ہیراچانک نمودار ہو کر اس ناویدہ قوت کو ختم کر دیں گے۔ میرا منتر پھونکنا تھا کہ کمرے میں خوفناک آوازیں گونجنے لگیں، میں سمجھ رہا تھا کہ

”اٹھ کر دیکھا تو بلرام دردناکے پر کھڑا مجھے گھور رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ وہ کس مقصد
”اندرا آیا ہے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا، سرد لہجے میں بولا۔

”بلرام تم میری اجازت کے بغیر اندر کیوں آئے؟“
”ہمارا راج“ میں نے رات بھر تمہارے کمرے کے سامنے بیٹھ کر پرو دیا ہے اور تم اندر
”بلرام نے کاروباری لہجے میں کہا پھر ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔ ”سو نے کی
”ایک کماں چھپا دی ہمارا راج۔“

”بلرام! جا دو ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔“ میں نے مجکے ہوئے طور سے
”کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بتاتا پڑے کہ میں کون ہوں“ جیون پیارا ہے تو پھر ادھر کا رخ
”نہ کرنا۔“

”ہمیشہ“ میرا نام بھی بلرام ہے۔“ بلرام بھی سنجیدہ ہو گیا۔ مجھے گھور کر بولا۔ ”زیادہ
”اٹھنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہو گا“ یا تو لڑکی میرے حوالے کر دیا سیدھی طرح پیٹنی ڈھیلی
”مرد“ آنکھیں دکھا کر تم بلرام کو خوفزدہ نہیں کر سکو گے۔“

گزری ہوئی باتوں نے میرے ذہن کو پہلے ہی بہت الجھا رکھا تھا، بلرام کی بیہوشی نے
”سو نے پر سناگے کا کلام کیا“ وہ اپنی موت کا خواہاں تھا۔ میں نے آخری بار اسے اور سمجھانا
”ہاں لیکن جب وہ بدستور اپنی سی پر کمر بستہ رہا تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا“ میں نے اسے
”ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ میں کوئی جنتر منتر پڑھتا بلرام نے ایک
”کرنیک چی باری اور زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر
”مٹی قوت اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں حلقوں سے الٹی پڑ رہی
”تھیں۔ چہرے پر اذیتناک تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ میں ابھی اس کی حالت پر غور کر رہا
”تھا کہ یلخت اس کے بدن سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس
”کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل گئے پھر ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی راکھ اڑا لے
”گیا۔ فرش یوں صاف ہو گیا جیسے وہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو“ مجھے بلرام کی یہ حالت دیکھ کر
”عجب ہوا۔“ میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، کہیں وہی ٹاڈیہ قوت تو بلرام
”کی موت کا سبب نہیں بنی جس نے مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی تھی؟ ایک لمحے
”کو میرا ذہن چکرایا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ لاہوتی اسی جگہ
”اچانک نمودار ہوئی جہاں بلرام کا کریا کرم ہوا تھا“ میں لاہوتی کو دیکھتے ہی بے اختیار اس کی
”جانب لپکا اور اسے پوری قوت سے اپنے سینے سے لگا لیا“ اس کے قرب نے مجھے سکون بخشا

”ہوں کہ پھر ایسا نہیں ہو گا۔“ میں نے دیوی کی بات سن کر سر تپا لرزتے ہوئے جواب دیا
”اس کی بدلی ہوئی نظروں نے مجھے لرزہ برانداز کر دیا تھا۔

”کچھ دیر تک پاربتی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے
”لے چلے تاثرات ابھر رہے تھے، میں خاموش کھڑا دیوی کے چہرے کی بدلتی کیفیتوں کا جائزہ
”لیتا رہا“ نہ جانے وہ کن خیالوں میں گم تھی“ خاصی دیر بعد دیوی کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش
”ہوئی۔

”منوہر“ کیا تم جانتے ہو کہ اس سے تم کہاں ہو؟“

”مجھے کچھ نہیں معلوم دیوی!“ میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تو دیوی بولی۔

”تم اس سے بہت سی ہزاروں میل دور ایک گاؤں میں ہو پر تو گھبراؤ نہیں“ دیوی کا
”آشیرود تمہارے ساتھ ہے“ میں تم کو پل بھر میں بہت سی باتوں میں پہنچا دوں گی جہاں
”سے تمکو یہاں لایا گیا ہے۔“

”تیری بڑی دیوی!“ میں نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”ایک بات اور دھیان سے سنو منوہر“ لاہوتی زردوش ہے وہ اپنی مرضی سے تمہیں
”چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ اسے دیوتاؤں کی آگیا کے انوسار وہاں سے ہٹا پڑا تھا“ اگر وہ ایسا نہ
”کرتی اور تمہاری سہائت کرنے کی ٹھان لیتی تو تم دونوں پریشاندوں میں گھر جاتے۔“

”اگر لاہوتی نے دیوتاؤں کے اشارے پر وہاں سے ہٹا مناسب سمجھا تھا تو مجھے اس
”سے کوئی شکایت نہیں۔“ میں نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ ”دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا
”ہمارا دھرم ہے۔“

”پورن لال تمہارا گرد ہے منوہر“ تمہیں میرے چہلوں میں آنے کے بجائے اپنے گرد
”سے ملنا چاہئے تھا“ تمہیں آئندہ ان باتوں کا دھیان رکھنا ہو گا۔“

”میں نے کوئی جواب نہیں دیا“ خاموش کھڑا پاربتی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس کے حکم پر
”دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو بہت سی باتوں کے اسی ہوٹل میں پایا جہاں چکرا کر گرا تھا، طبیعت
”سخت ہو چھل اور سر بھاری بھاری سا لگ رہا تھا۔ حالات نے میرے اعصاب کو تجھوڑ کر
”رکھ دیا تھا“ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ دیوی نے مجھے
”اس ٹاڈیہ قوت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا“ نہ جانے اس میں پاربتی کی کیا مصلحت
”تھی“ دیوتاؤں نے لاہوتی کو دور رہنے کا حکم کس مصلحت کی بنا پر دیا تھا“ یہ بات بھی میری
”سمجھ سے بالاتر تھی۔ میں ان ہی خیالات میں محو تھا کہ کمرے میں کسی کی سختی آ کر

”مہماراج!“ میں نے دل ہی دل میں تہلکا کر کہا۔ ”کیا وہ ہفتی میری مہمان ہفتی سے

”تمہاری کیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے مہراج! پرنتو کیا وہ کنیا ساجدہ بھی میرے قابو میں نہیں آ سکتی۔“ نے میری حققتی کا مذاق اڑایا تھا۔“ میں نے اپنا نیپلا ہونٹ چباتے ہوئے پورن لال سے کہا۔ ”تم نے مجھے یہی شکستہ دی تھی مہراج کہ دھرتی کی ساری سندھو ناریاں مہمان پنڈت پیاریوں کی سیوا کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر ساجدہ میرے چنگل سے کیسے نکل گئی؟ کیا وہ اس دھرتی کی باسی نہیں تھی؟“

”سنو بالک“ میں جانتا ہوں کہ اس سے تمہارے من میں کیا ہے۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے کہ دیوی اور لاجپتی نے تم کو اصل راز بتانے سے گریز کیا پرنتو تم اس کا کارن نہیں جان سکتے، کبھی نہیں، جس دن تم کو یہ راز معلوم ہو گیا وہ دن تمہاری بربادی کا دن ہو گا۔ تم نے اب تک جتنی ہتھی پراپت کی وہ سب تم سے چھین لی جائے گی، دیوی دیوتاؤں کا بھی فیصلہ ہے اعلیٰ اور آخری فیصلہ، بولو، کیا اب بھی تم اس ہتھی کا راز جاننا پسند کرو گے۔“

پورن لال کا جواب سن کر میں گھبرا گیا۔ جس ہتھی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے دیوی دیوتاؤں کی کھن چسپا کی تھی، میٹوں فالتے کئے تھے اور دیرانوں میں شب در شب گزارے تھے اسے اتنی جلدی کھو دینا میرے بس کی بات نہیں تھی، چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"مہاراج' میں حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا پر نتو ساجدہ۔۔۔۔۔"

"سورکھ۔۔۔۔۔" یوں گئی مہاراج نے سخت آواز میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی

میں اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھا کہ مجھے اس بات کی مطلق خبر نہ ہو سکی کہ کب پورن لال منزل سے باہر آیا اور کب میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا البتہ جب اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا تو میں یوں اچھل پڑا جیسے بے خیالی میں کسی بجلی کے نئے تار کو چھو لیا ہو۔ پورن لال میری بوکھلاہٹ پر معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر مجھے سرتاپا گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولا۔

”کس دھار میں گم ہو بالک!“

"ہماراج۔۔۔۔۔" میں نے ہاتھ باندھ کر ڈنڈوت کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے پاس ایک راز معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، دیوی کی آگیا بھی یہی تھی۔"

"موکو، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ پورن لال ان باتوں سے پیچھے ہے؟" پر اسرار یوگی نے مجھے گورتے ہوئے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں بالک۔ سب کچھ۔"

"گر وہ دیو ہماراج!" میں نے ہمت کی۔ "اس پاپی نے میری فحش کا اعلان کیا ہے، جب تک میں اسے موت کے گھاٹ نہ اتار لوں میری آتما شانت نہیں ہوگی۔"

”منوہر لال، تم ابھی بالک ہو، میری مانو تو ان باتوں کو من سے نکال دو، اسی میں تمہاری مکتی ہے۔“ پورن لال نے دبی زبان میں کہا۔ ”میں تمہارا گرد ہوں اور گرد اپنے چیلے

0

میں نے پورا لال کے کہنے پر غیر اختیاری طور پر اپنی آنکھیں بند کر لیں، مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، ایسا لگا جیسے فضاؤں میں تیر رہا ہوں پھر جب لاجوئی کی جانی پہچانی آواز میرے کانوں سے نکرائی تو میں نے اس کے کہنے پر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحہ میں شدید رو گیا میں اس وقت ایک خوبصورت کمرے میں ایک مسمری پر بیٹھا تھا، میرے سامنے ساجدہ جیسی کئی لڑکیاں نیم عریاں لباس میں محو رقص تھیں، ان کے بھرے بھرے جسم اور جسموں سے پھونتی ہوئی کنواری خوشبو مجھے دیوانہ کر دینے کے لئے کافی تھی، میں گنگ سا بیٹھا ان تھرکتے جسموں کو دیکھتا رہا جن کی ایک ایک حرکت مجھے دعوت عیش و عشرت دے رہی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ ان میں سے ہر لڑکی ہو ہو ساجدہ لگ رہی تھی۔ میرے ذہن پر نشہ سا طاری ہونے لگا، لاجوئی نے اس دوران مجھے دیوتاؤں والا مشروب لا کر دیا جسے پا کر میں اور ہمک گیا، میں پچھلی تمام باتوں کو بھول کر ان عریاں جسموں میں کھو گیا جنہیں پر اسرار یوگی نے محض میرے لئے فراہم کیا تھا۔ لاجوئی کا قرب میرے لئے باعث تقویت تھا پھر اسی کے اکسانے پر میں لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور ایک لڑکی کو مسمری پر اپنے قریب گھسیٹ لیا، لاجوئی کے جاندار ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی لیکن میں اس وقت عالم کیف و مستی میں ڈوبا ہوا تھا، میں نے لاجوئی کے معنی خیز تبسم

”مہاراج“ میرے اوپر ایک پتا آن پڑی ہے۔“ رومی شکر نے بدستور ہا باندھے باندھے کہا۔ ”اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میرے ساتھ چلے“ باہر گاڑی من ہے“ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک نظر خود سروجنی کو دیکھ لیں“ آپ کی بڑی کہپا ہو مہاراج۔“

”سروجنی کون ہے؟“ میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

”میری لڑکی کا نام ہے مہاراج!“ رومی شکر نے اس بار رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”آج شام تک وہ بالکل ٹھیک تھی مہاراج لیکن اب ————— اب اس تہ جانے کیا دورہ پڑا ہے کہ بسکی بسکی باتیں کر رہی ہے“ مہاراج! اگر آپ نے اس ٹھیک کر دیا تو میں سارا جیون آپ کا غلام بنا رہا ہوں گا۔“

ہر چند کہ اس وقت لاجوئی کے کول شری سے دوری مجھے منظور نہ تھی لیکن رومی شکر کی گڑگڑاہٹ نے مجھے اس کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا۔ میں اسے بیرونی کمرے میں چھوڑ کر کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں آیا تو لاجوئی مسسری پر بیٹھی میری منتظر تھی۔ خلاف توقع میں نے اسے گہری سوچ میں غرق پایا، میں چونکہ جلدی میں تھا اس لئے میں نے لاجوئی پر کوئی توجہ نہ دی۔ جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے“ باہر جانے لگا تو لاجوئی نے پوچھا۔

”اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو منوہرا!“

”باہر رومی شکر بیٹھا ہے“ اس کی لڑکی سروجنی کی حالت خراب ہے“ مجھے لینے آیا ہے۔“ میں نے مختصر طور پر رومی شکر کی آمد کا مقصد بیان کیا تو لاجوئی نے کہا۔

”منوہر! میں بنتی کرتی ہوں کہ اس سے تم کہیں باہر نہ جاؤ۔ میری آنکھ آج شام سے کئی بار پھڑک چکی ہے“ یہ اچھا شگون نہیں“ تم رومی شکر کو ٹال دو“ ہم صبح اس کے گھر چلیں گے۔“

”مور کھوں جیس باتیں کیوں کرتی ہو لاجوئی! اول تو میں رومی شکر کے ساتھ چلنے کا وعدہ کر چکا ہوں دوسرے یہ کہ تمہیں ایسی بزدلی کی باتیں شوبھا نہیں دیتیں“ تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں مہمان بھگتی کا مالک ہوں۔“

لاجوئی نے مجھے روکنے کی بہتری کو شش کی لیکن میں نے ایک نہ سنی اور باہر آ گیا“ رومی شکر کی گاڑی ہوٹل کے باہر موجود تھی جس نے ہمیں بہت جلد حویلی تک پہنچا دیا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ میں یہ ضرور محسوس کر

تھا کہ رومی شکر بری طرح گھبرایا ہوا ہے۔ حویلی پہنچ کر میں رومی شکر کے ساتھ جا اس کمرے میں گیا جہاں سروجنی موجود تھی، کمرے میں سروجنی کے علاوہ اسکی اور بھائی بھی موجود تھے۔ میں سروجنی کو دیکھا تو میرے منہ میں پانی آ گیا، اس کی لہر تانے میرا من موہ لیا، میں نے اپنی زندگی میں بیشمار سندھ لڑکیاں بہت قریب سے دیکھی تھیں لیکن سروجنی کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی۔ اس کے شریر کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی، اس کی آنکھیں مدھ کے پیالے تھے، اس کے شریر میں پھولوں کی مہک تھی۔ میں ابھی سروجنی کے سراپا میں گم تھا کہ اس نے نظر مجھار کر مجھے دیکھا، چند لمحے پہلے اس کے چہرے پر جو نرمی موجود تھی، وہ پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی وہ مجھے بڑی غصیلی اور نفرت بھری نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

تم ————— تم کون ہو؟ یہاں کیا لینے آئے ہو؟

”میں تمہارے پتا کا متر (دوست) ہوں لڑکی“ تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔“ میں نے نرمی سے جواب دیا تو سروجنی بھری ہوئی شیرینی کی طرح انھی اس کے تیور خطرناک تھے، رومی شکر نے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

”سروجنی، میری بچی، تیرے سامنے اس سے منوہر لال مہاراج کھڑے ہیں، ان کو پرنام کر بیٹی۔“

”دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے کیسے مردود!“ یگانہ سروجنی نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”جا“ چلا جائیں تو میں تیرا خون پی جاؤ گی۔“

سروجنی کا جواب سکر رومی شکر اور دیگر لوگ سم گئے، میں دلچسپ نظروں سے سروجنی کو دیکھ رہا تھا، فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ سروجنی اس وقت اپنے آپے میں نہیں، کوئی دوسری روح اس کے جسم میں حلول کر گئی ہے، وہی مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے لئے اس نادیہ روح سے پنپنا کوئی مشکل کام نہ تھا، پہلے بھی متعدد بار اس قسم کے علاج کر چکا تھا، میں نے اشارے سے سروجنی کی ماما اور اس کے بھائی کو کمرے سے جانے کو کہا، اب وہاں صرف میں، سروجنی اور رومی شکر باقی رہ گئے، سروجنی بدستور بڑی خونخوار نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ رومی شکر نے اسے کس کر بازوؤں سے جکڑ رکھا تھا۔ میں اب سروجنی کے علاوہ کے بارے میں سوچ رہا ہی رہا تھا کہ سروجنی نے ایک بار پھر حقارت سے کہا۔

بار نفرت بھری آواز میں جواب دیا۔
ساجدہ کا نام سن کر میں ایک لمحے کو چونکا، بیہوشی کے ہونٹوں میں گزرے ہوئے
ہات ایک بار پھر میرے ذہن میں تازہ ہو گئے، مجھے نادیہ روح کی وہ آواز پہلے ہی کچھ
پچپانی محسوس ہو رہی تھی، نام سن کر سارے شبہات جاتے رہے۔ نہ جانے کیوں
دل دھڑکنے لگا، میں نے خود کو سنبھالا لیکن قبل اس کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار
رہا، سروجنی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور ساجدہ کی مانوس آواز میرے کانوں میں
دبئی۔

”بے غیرت، کس سوچ میں گھو گیا، کیا تو نے مجھے پہچانا نہیں، میں وہی بد نصیب
اجدہ ہوں جسے تیرے گرگے ہانے سے پکڑ کر تیرے پاس لے گئے تھے اور تو نے
ہری غیرت پر ڈاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی تھی، میں تیرے منہ سے چنگل سے کیسے
ازاد ہوئی مجھے یاد نہیں البتہ جب میں گھر پہنچی تو گزری ہوئی باتوں کو یاد کر کے میرا
جود کرز اٹھا، میں نے دوسرے دن ایک کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی لیکن
مرنے سے پہلے میں نے اپنے معبود سے دعا کی تھی کہ جب تک میں تجھ سے اپنا انتقام
پورا نہ کر لوں میری روح کو قید نہ کیا جائے، خدا نے میری دعا سن لی اور اب
پورا۔۔۔۔۔ آج میں سروجنی کی زبان کا سہارا لے کر تجھ سے مخاطب ہوں، کیا تجھے
یاد ہے سب کچھ؟“

روٹی شکر حیرت سے آنکھیں پھاڑے، کبھی مجھے اور کبھی سروجنی کے چہرے کو دیکھ
رہا تھا، ساجدہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی تھی، میں اندر ہی اندر جھلس رہا
تھا، کچھ لمحے سکوت سے گزر گئے، میں اور سروجنی دونوں ایک دوسرے کو خطرناک
نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے کچھ سوچ کر ایک اور منتر کا جاپ کیا مگر ابھی میرا
منتر پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ساجدہ نے لہک لہک کر آیت الکرسی کا درد شروع کر
دیا، روٹی شکر کی پریشانی قابل دید تھی، سروجنی کے منہ سے اشلوک کا پاٹھ، گیتا یا
رامائن کے بجائے آیت الکرسی سن کر اس کے دل پر کیا بیت رہی تھی یہ دینی ہنتر جانتا
تھا، خود میری یہ حالت تھی کہ میں منتر کو درمیان سے بھول گیا، ساجدہ چپ ہوئی تو
میں نے تملاکر منتر دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ اس بار ساجدہ نے آیت کریمہ کا ورد
شروع کر دیا، میں پھر اپنا منتر پورا نہ کر سکا، میری حالت اس آدم خور جیسی تھی جس
کے سامنے اس کا شکار موجود تھا لیکن وہ اسے لقمہ اجل بنانے سے قاصر تھا۔ آیت

”مہاراج کی دم“ میں پھر کہتی ہوں کہ اپنی منہوس صورت لیکر میرے کمرے۔
چلا جا نہیں تو تیری بوٹیاں نوج ڈالوں گی، تجھے ایک نو جوان لڑکی کو اس طرح گھور۔
شرم نہیں آتی، کعبخت۔“

”سروجنی ہوش میں آ۔“ روٹی شکر پوری قوت سے چلایا، سروجنی خود کو اس۔
ہاتھوں سے آزاد کرانے کی خاطر بدستور ہاتھ پاؤں مار رہی تھی، میں نے ایک آزمودہ
منتر پڑھ کر سروجنی پر پھونکا تو وہ مائی بے آب کی طرح تڑپی لیکن دوسرے ہی لمحے کہ
بت کی طرح ساکت ہو گئی۔ لیکن اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔
”لڑکی۔۔۔۔۔“ میں نے ٹھوس آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ”کیا تو جانتی
ہے کہ میں کون ہوں؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ تم منوہر لال مہاراج ہو، مہمان شکتی کے مالک۔“ سروجنی نے
نجیدگی سے جواب دیا۔
”کیا تو یہ بھی جانتی ہے کہ میں اگر چاہوں تو تجھے جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔“
”جانتی ہوں مہاراج!“

”لڑکی، غور سے سن۔“ میں نے پینتزا بدل کر جواب دیا۔ ”میں تجھے حکم دیتا ہوں
کہ سروجنی کے کوئل شریر سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔“
سروجنی کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے، اس نے فوراً ہی کوئی جواب
نہیں دیا وہ کسی گھرے خیال میں مستغرق نظر آ رہی تھی، میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔
”لڑکی، کس دچار میں گم ہے، تو نے سنا میں کیا کہہ رہا ہوں؟“
”سنا مہاراج۔“ سروجنی نے عاجزی سے جواب دیا۔
”پھر تیرا فیصلہ کیا ہے؟“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ میں سروجنی کا شریر نہیں چھوڑ سکتی۔
”کیا۔۔۔۔۔“ میں اس نادیہ روح کا جواب سن کر غصے سے لال پیلا ہو
گیا۔ ”کیا مجھے بتانا پڑے گا کہ میں کتنی مہمان شکتی کا مالک ہوں؟“
سروجنی جواب میں مجھے نکر نکر گھورتی رہی، میں نے کرخت لہجے میں دریافت
کیا۔

”لڑکی، تیرا نام کیا ہے؟“
”میرا نام۔۔۔۔۔ میرا نام ساجدہ ہے منوہر لال جی مہاراج!“ سروجنی نے

کر کے الفاظ اور ایک ایک ذریعہ ذہن پر آہنی ہتھوڑوں کی طرح نہ لگا رہے تھے، میرا خون بری طرح کھول رہا تھا، میری بوکھلاہٹ دیکھ کر ساجدہ سرجنی کے روپ میں ایک فلک شکاف قہقہہ بلند کیا پھر حقارت سے بولی۔

”گندے نادان میں لتھڑے ہوئے حقیر کیڑے، کس سوچ میں غرق ہے، اگر جنت منتر کے بیروں کو آواز کیوں نہیں دیتا، ان ناپاک قوتوں کو اپنی مدد کیلئے پکارتا کیوں نہیں جن پر تجھے ناز ہے، لیکن اتنا یاد رکھ کہ پاک قوتوں کے آگے تیری ایک نہ چا سکے گی، تیری زبان پر تالے پڑ جائیں گے تیرا گندہ ذہن گنگ ہو جائیگا، تو اندر ہی اندر کھو رہے گا لیکن تیری بے چینی کم نہ ہوگی۔“

”لڑکی“ میں تلملا کر حلق کے بل چیخا۔ ”میری آگیا کا پالنہ کر اور سرجنی کے شرے کو چھوڑ دے نہیں تو ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی بیاکل ہو جائے گی، میں تجھے زکھ میں جھونکنے کی شقتی رکھتا ہوں۔“

”کیوں اپنا گلا پھاڑ رہے ہو منوہر لال جی، میری مانو تو خاموشی سے اپنی ہار تسلیم کر کے یہاں سے چلے جاؤ، میں نے تمہیں رومی شکر کے سامنے ذلیل و خوار کرنے کے لئے یہاں بلایا تھا، میرا مقصد پورا ہو گیا، اب تمہاری عزت اسی میں ہے کہ میری بات مان اور اپنی منحوس صورت لیکر میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے رومی شکر کے سامنے تمہاری اصلیت بھی بے نقاب کرنی پڑے۔“

میں ساجدہ کی گفتگو سن کر آگ بگولا ہو گیا، اس نے رومی شکر کی موجودگی میں مجھے دھمکی دی تھی، میں اس بات کو کسی قیمت پر برداشت کر نیکو تیار نہ تھا کہ دنیا والوں کو اس بات کا علم ہو سکے کہ میں پہلے شبیر حسن خاں تھا اور اب منوہر لال بن گیا ہوں۔“

میرا غصہ پورے شباب پر تھا، سرجنی مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھورے جا رہی تھی، میں نے ایک لمحے کو بگڑتے ہوئے حالات پر غور کیا، پہلے میں نے سوچا تھا کہ ساجدہ کی روح کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر کے کوئی وار کروں تاکہ سرجنی اس حملے سے محفوظ رہے لیکن میں ساجدہ کی روح کو اپنے جنت منتر سے قابو کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا، میری مزید خاموشی ساجدہ کی بے لگام زبان سے میرا ماضی بھی اگل سکتی تھی جسے میں ہر قیمت پر راز رکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے احتیاطی تدابیر کو نظر انداز کر کے دل میں ادیتی دیوی کا شہ نام لیا اور ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ کر

پیر کو زمین پر مارا، مجھے اس بار اپنے ارے میں ناکامی نہیں ہوئی، میرے منتر کے ن نے ادیتی دیوی کے حکم پر آنا، فنا، خطرک حملہ کیا، میں نے سرجنی کو بھیاک مار کر رومی شکر کے مضبوط ہاتھوں سے نکل کر، نین پر اوندھے منہ گرتے دیکھا، وہ طرح لوٹ رہی تھی جیسے کوئی اسے ذبح کر رہا ہو، میں سمجھ رہا تھا کہ ساجدہ کی روح اس حملے سے محفوظ ہو چکی ہے، مجھے سرجنی جیسی سندور لڑکی پر ظلم کرتے ہوئے موس بھی ہو رہا تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

”ہمارا ج“ رومی شکر نے دوڑ کر میرے پاؤں تھام لئے اور گڑگڑا

”بول۔“ سرجنی پر دیا کرو، ہمارا ج، اسے بچالو، بھگوان جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔“

”دھیرج سے کام لو رومی شکر۔“ میں نے اپنا ہونٹ کانٹے ہوئے رومی شکر کو

موٹی قلی دی۔ ”تمہارے سامنے اس سے سرجنی نہیں بلکہ وہ گندی آتما تڑپ رہی ہے جس نے میری ممان بھننا، کو لکھارا تھا۔“

رومی شکر میرے جواب پر کسی قدر مطمئن ہو گیا لیکن میرا دل اندر ہی اندر

بُپ رہا تھا، سرجنی کا کوئل شرے جھٹکے لے رہا تھا، وہ جان کنی کی حالت سے دو چار

فنی، میں گنگ سا کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں،

سرجنی غریب مفت میں ماری جا رہی تھی، میں ابھی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ساجدہ

کی مدھم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر، تم مسلمان ہونے کے رشتے سے میری طرح کلمہ گو بھی ہو، یہ تمہاری بد

نصیبی ہے کہ تم راہ سے بھٹک گئے، تمہاری آنکھوں پر طاقت کا نشہ طاری ہو گیا، تم

سیاہ و سپید کا فرق بھول گئے لیکن میرا ضمیر ابھی زندہ ہے، سرجنی کی موت میرے لئے

ایک الیہ ہو گی، تم اسے بچانے کی کوشش کرو، میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ

میں تم کو سکون سے مرنے بھی نہ دوں گی، تم کو اپنے گناہوں کا خلیازہ ضرور بھگتنا پڑے

گا۔“

ساجدہ کی آواز سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں خود کو بے دست و

پا محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس موقع پر بھی نہ تو پورن لال میری

مدد کو آیا نہ کسی دیوی یا دیوتا نے میری مدد کی، میں خاصی دیر الجھتا رہا پھر معاً مجھے

سرجنی کا خیال آیا جو بدستور فرش پر پڑی موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی، میں

نے فوری طور پر ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونکا، سرجنی پلک جھپکتے میں اٹھ

”مجھے یوگی مہاراج نے ہوٹل سے در در چلے جانے کا حکم دیا تھا، اس کا کارن نہیں تھا۔“ لاجوتی نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہاری سولگند کھا کر کستی ہوں وہر کہ مجھے کچھ نہیں معلوم، یوگی مہاراج نے مجھ سے کیول اتنا کہا تھا کہ کوئی اور جی تم کو پریشان کر رہی ہے، مہاراج نے مجھے یہ بھی وشواس دلایا تھا کہ وہ بہت جلد اس سختی کو منسٹ کر دیں گے۔“

میری الجھن اور پریشانی ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی، لاجوتی میرے بالوں سے کھینچے میں مصروف تھی مگر اب اس کا حسین و گداز قرب میری توجہ کا باعث نہ بن سکا۔ میری برسوں کی کوششوں سے حاصل کی ہوئی طاقت مجھے شرمندگی کا احساس دلا رہی تھی۔ میرا داغ انتقام کی آگ میں جھلس رہا تھا، میری کیفیت اس آدم خور شیر کی سی تھی جو زخمی ہو جانے کے بعد شکاری پر حملہ کرنے کے بجائے خود اپنا ہی خون چوسنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔“

”لاجوئی“ میں یکتخت اس حسین امپرا کو اپنے بازوؤں کے حصار سے دوڑ کر کے غصے میں بھرا ہوا اٹھا اور سخت آواز میں بولا۔ ”پورن لال نے میرے ساتھ ضرور کوئی فریب کیا ہے۔“

[illegible]

”لاجو“ مجھے تمہارے جھوٹ بولنے پر افسوس ہوا تھا، میں نے طے کر لیا تھا کہ آئندہ کبھی تم پر یا تمہاری کسی بات پر دشو اس نہیں کروں گا، پرنتو تم نے سچ بول کر میرے من جیت لیا، اب میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔“

”لاجو‘ کیا تمہیں خبر تھی کہ ساجدہ کی گندی آتما مجھے پریشان کرنے کے کارن سروجنی کے شریر میں چھپی بیٹھی ہے؟“

”یوگی مہاراج نے منع کیا تھا؟“ میں نے تعجب سے کہا پھر قدرے ناراضگی سے بولا۔ ”کیا مہاراج جان بوجھ کر مجھے خطرے میں جھونکتا چاہتے تھے۔“

”نہیں منوہر نہیں۔“ لاجوتی نے میری گردن میں باغیسی ڈالتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ ”پورن لال جی مہاراج مہان عفتی کے مالک ہیں وہ تمہارے گرو بھی ہیں اور کوئی گرو اپنے چیلے کا برا نہیں چاہتا۔“

”پھر؟ مہاراج نے مجھے پہلے سے سب کچھ کیوں نہیں بتایا۔“ میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

”عماراج تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہے مجھے منور“ انھوں نے کہا تھا کہ وہ تمہاری نظروں سے اوجھل رہ کر قدم قدم پر تمہاری سہارا کریں گے اور تم پر کوئی برا وقت نہیں آنے دے گا۔“

”لاہو۔۔۔۔۔“ میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا ”کیا تم کو بھی“

بھری ملی کھٹ مایا جان سو رہی
صیگھ 2 داو لہندی

نیرا یہ پجاری برباد ہو جائے گا۔

”دھرج سے کام لو پجاری، دیوی کا آشیرداد تمہارے ساتھ ہے۔“ دیوی نے مجھے
بے کا اشارہ کیا تو میں مشتبی انداز میں اٹھ کھڑا ہوا، دیوی نے اپنا سلسلہ کلام جاری
مجھے ہوئے کہا۔ ”تم نے میری سہانتا کی عکشا مانگی ہے چتا مت کرو پجاری، دیوی
ماری سہانتا اوش کرے گی، تم دھرتی کے پہلے منٹ ہو جس نے آج میرا درشن کیا
ہے، میں نے تمہارے جاپ کو سویکار کر کے تمہیں اپنا سیوک بنایا ہے، بولو پجاری تم
ی سے کیا چاہتے ہو؟“

جواب میں میں نے ایک ہی سانس میں اپنی ناکا کی پوری رام کمانی دیوی کے
منے دہرا دی، دیوی ہمہ تن گوش تھی، میں خاموش ہوا تو دیوی نے کہا۔
”پجاری، تمہاری چتا سن کر ہمیں دکھ ہوا، دیوی اوش تمہاری سہانتا کرے گی،
تو پہلے تمہیں میری ایک آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔“

”تیری آگیا کا پالن کرنا تیرے پجاری کا دھرم ہے دیوی۔“ میں نے پورے
دھم سے کہا۔ ”تیرا سیوک تیرے اشارے پر اپنا جیون بھی بلیدان کر سکتا ہے۔“
”مجھے دشواس ہے۔“ دیوی کے یاقوتی ہونٹوں پر ایک ملکوتی مسکراہٹ ابھری،

سرے ہی لمحے وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ”منوہر، پورن لال نے تمہارے ساتھ
موکھ کیا ہے، اس کے من میں کھوٹ تھا، اگر وہ تم کو اس ناویدہ بھیت کے بارے میں
ب کچھ بتا دیتا تو تم اتنے بیاکل نہ ہوتے پر تو پورن لال نے ایسا نہیں کیا، اس نے
مارے ساتھ ساتھ آکاش کی اپرا لاجوتی کو بھی جل (دھوکہ) دینے کی کوشش کی،
نہیں میری آگیا کے انوسار پہلے پورن لال کو کشت دینا ہو گا، وہ اپرا دھمی اسی قاتل
ہے کہ تم اسے ایسا کشت دو جسے وہ جیون بھریاد رکھے۔۔۔۔۔۔ جب تم میری آ
لیا کا پالن کر لو گے تب میں تمہاری سہانتا اوش کروں گی۔“

میں مبسوت رہ گیا، اوتی دیوی کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن پر
نش ہو رہا تھا لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں اس ناویدہ طاقت کے بارے میں دیوی
سے کچھ اور معلوم کرتا روشنی دوبارہ اندھیدوں میں مدغم ہو گئی، میں نے گہرا کر آنکھیں
کھولیں تو خود کو اسی کمرے میں پایا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ مجھے ایک خواب سا لگ
رہا تھا، بہر حال میں نے طے کر لیا تھا کہ اب پہلی فرصت میں پورن لال سے دو دو ہاتھ
ضرور کروں گا، منڈل سے نکل کر میں دوسرے کمرے میں آیا تو لاجوتی کسی خال میں

”چپ ہو جاؤ لاجوتی!“ میں تھلا کر بولا۔ ”میں ایسی شکتی پر لعنت بھیجتا ہوں
وقت پر انسان کے کام نہ آسکے، میں نے پورن لال کے کہنے پر ہمیشہ عمل کیا، تمہارے
مشورے پر میں نے دیوی دیوتاؤں کے لئے جاپ کیا، کنٹھن پر یکشا کی مگر ان مشکلات
پھل کیا ملا، پورن لال نے ناویدہ قوت کے مقابلے میں میری سہانتا کرنے کے بجائے
مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی اس ذلت و رسوائی کو بھول جاؤں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکا
لاجوتی! کبھی نہیں، انتقام کی آگ میرے وجود کو جھلسائے دے رہی ہے، جب تک یہ
انتقام پورا نہیں ہوتا میں آرام سے نہیں رہ سکتا۔“

لاجوتی ہکا بکا کھڑی میرا منہ تنگ رہی تھی، میرا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا۔
میں غیض و غضب کے عالم میں کمرے میں ٹھٹھلے لگا، لاجوتی دور سہمی کھڑی تھی، معا
مجھے اوتی دیوی کا خیال آیا، میں نے اس آخری سہارے کو آزمانے کی ٹھانی، دوسرے
کمرے میں جا کر دروازہ بند کیا اور منزل کھینچ کر اس میں بیٹھ گیا۔ اب میں پورے
گیان دھیان سے اوتی دیوی کے درشن کے لئے ایک خطرناک جاپ کر رہا تھا۔ میری
پوری توجہ اب محض اوتی دیوی کی سمت تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور
جاپ میں منہمک تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری محویت بڑھتی گئی، میں جاپ کے بول پڑھنے میں
ڈوبتا گیا، مجھے کسی چیز کا مطلق ہوش نہ تھا، ہر بات ہر احساس فنا ہو کر رہ گیا، مجھ پر
غندوگی کی کیفیت طاری ہونے لگی اور پھر۔۔۔۔۔۔ اچانک میری نظروں کے
سامنے پھیلا ہوا گہب اندھیرا دوہ ہو گیا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت
میری آنکھیں کھلی تھیں یا بند تھیں البتہ اتنا پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ
میری نظریں اوتی دیوی کے سراپا کو اپنے سامنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ دیکھ رہی
تھیں، میں نے دیوی کے چہرے کی تاب نہ لا کر نظر ہٹائی چلی لیکن اسی لمحے دیوی کے
یاقوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی، ایک ٹھوس کرخت اور نسوانی آواز میرے کانوں سے
نکرائی۔

”منوہر، میرے مہان سیوک، تم نے سچے من سے میرا درشن جاپ کیا، میں
تمہارے سامنے موجود ہوں، بولو، تم نے مجھے کس کارن یاد کیا ہے؟“

”دیوی، تیرے پجاری کو تیری سہانتا کی ضرورت ہے۔“ میں نے ہاتھ باندھ کر
ذہنت کرتے ہوئے دیوی کو مخاطب کیا۔ ”اگر تو نے اپنے سیوک کی سہانتا نہ کی دیوی

کے اندر داخل ہو گیا، کشادہ جھے میں پہنچ کر میں نے پورن لال کو دیکھا، لاجوتی کے کہنے کے مطابق وہ اس وقت منزل میں بیٹھا گیان دھیان میں مصروف تھا، اسے غالباً میری موجودگی کی بھٹک تک نہ تھی۔ پورن لال کو دیکھ کر مجھے ادیتی دیوی کے وہ جملے دوبارہ یاد آ گئے، خود میرا دل بھی پورن لال کی طرف سے صاف نہیں تھا، میں اسے اپنی ناکامی کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا، دیوی نے میرے شبہات کی تصدیق کر دی تھی، میرے دل میں انتقام کے شعلے بجھنے لگے۔ میری آنکھیں خون آلود ہو رہی تھیں، حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا پھر خطرناک ارادوں کا دامن مضبوطی سے تھام کر اس منزل کی طرف بڑھنے لگا جہاں پورن لال آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

پراسرار یوگی پورن لال کو میں نے گرد کما تھا مگر اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ میں اسے آسانی سے زیر کر لوں گا، منزل کا فاصلہ جوں جوں کم ہو رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں!!



مستغرق تھی، میرے پاؤں کی آہٹ سکر چوکی، تیزی سے میرے قریب آ کر بولی۔
”منوہر، کیا تم یوگی مہاراج سے دوبارہ ملنا پسند کرو گے؟“

”کیا مطلب؟“ میں لاجوتی کی بات سکر چوکنے بغیر نہ رہ سکا، ادیتی دیوی سے کر لینے کے بعد میرا دل لاجوتی کی طرف سے بالکل صاف ہو چکا تھا۔

”میں نے حالات پر بہت گیان دھیان کیا ہے منوہر، میرا خیال ہے اگر مہاراج تمہیں حالات سے آگاہ کر دیتے تو آج تمہارا من ان کی اور (جانب) سے نہ ہوتا۔“

لاجوتی کی باتیں میرے لئے حیران کن تھیں، اس کا ذاتی خیال بھی وہی تہ ادیتی دیوی کا تھا، میں نے لاجوتی کو ٹٹولنے کی خاطر کہا ”لاجو“ اگر میں مہاراج مقابلے پر آؤں تو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟“

”منوہر —————“ لاجوتی نے میرے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر بڑبڑاتی لہجے میں کہا۔ ”تم نے ایک اداسی کو اپنے من کی رانی بنا کر اس کا مان (عز) بڑھایا ہے، تمہارے کارن میں انہی نہی نہی نرکھ میں بھی جانے کو تیار ہوں۔“

”سوچ لو لاجوتی کہیں ایسا نہ ہو کہ پورن لال کو سامنے دیکھ کر تم اپنا دھن بھجاؤ۔“

”تم آگیا دو منوہر، تمہاری لاجوتی ہر امتحان میں پوری اترے گی۔“ لاجوتی نے لہجے میں خلوص تھا، میں نے اس کے جواب سے متاثر ہو کر فیصلہ کن آواز میں کہا۔
”سنو لاجوتی، میں پورن لال سے لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، ابھی اور اسی وقت کیا تم مجھے پورن لال تک لے چلنے کو تیار ہو؟“

جواب میں لاجوتی نے ایک بار پھر مجھے اپنی مدد کا یقین دلایا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، میں نے اس کی ہدایت پر آنکھیں بند کر لیں، کچھ دیر بعد لاجوتی کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی پہاڑی گھٹا کے دہانے پر پایا جہاں ایک بار پہنچا تھا۔

”تم اندر جاؤ منوہر، یوگی مہاراج اس سے گیان دھیان میں مگن ہوں گے، مگر باہر تمہارا انتظار کرتی ہوں، اگر تمہیں میری سائنس کی ضرورت ہوگی تو بن بلائے تمہارے پاس آ جاؤں گی۔“

میں نے لاجوتی سے اپنے ساتھ اندر چلنے پر اصرار نہیں کیا اور ہمت کر کے کچھ

لاپرواہی تھی۔

میرے خون کی حدت بڑھنے لگی، میری نظروں میں پورن لال کے لئے نفرت بھری

تھی۔

”برہنچاری“ پورن لال نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ ”تم اس سے یہاں؟ کیا کوئی چٹا

آن پڑی ہے۔“

”ہمارا ج!“ میں نے خون کا گھونٹ پیٹے ہوئے جواب دیا۔ ”میں اس سے کیوں

تمہارے درشن کو آیا ہوں۔“

”گرد کی سیوا تم کو جیون میں سدا سبھی رکھے گی منوہرا!“ پورن لال نے خوش ہو کر

کہا۔

”پرنتو مہاراج ایک بات میرے من کو بیا کل کرتی رہتی ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے

کہا۔ ”وہ فکرتی کون ہے جو مجھے پریشان کرتی ہے اور میں اسے سراپ نہیں دے سکتا۔“

”مورکھ!“ پورن لال نے تھکے لہجے میں جواب دیا۔ ”میری آگیا تھی کہ تم ان باتوں

کو بھول جاؤ۔“

”میں نے کوشش کی تھی مہاراج پرنتو کسی کنیا کی آتما نے مجھے اپنی کوششوں میں

کامیاب نہیں ہونے دیا۔“

”منوہر، تم اس سندری کا دھیان اپنے من سے نکال دو۔“ پورن لال نے تیزی سے

کہا۔ ”میں نے اپنی فکرتی کے زور سے تمہارے لئے ساجدہ جیسی بہت سی سندریاں پیدا

کر دی تھیں، تم اگر چاہو تو ساجدہ سے سندریاں بھی حاصل کر سکتے ہو۔ پرنتو ساجدہ کا

دھیان بھول جاؤ، تم اس کے سندریاں کو کبھی پرانت نہیں کر سکتے۔“

”کیوں مہاراج؟“ میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ ”کیا تم اپنی مدان فکرتی کے زور

سے ایک سندری کو بھی رام نہیں کر سکتے؟ کیا وہ تم سے ادھک (زیادہ) فکرتی کی مالک

ہے؟“

”منوہرا!“ پورن لال نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم بھول رہے ہو کہ اس

سے تم اپنے گرد کے سامنے کھڑے ہو۔“

”میں خوب جانتا ہوں مہاراج کہ تم میرے گرد ہو۔ پرنتو تمہیں اپنے سیوک کی ضد

اوش پوری کرنی ہو گی۔“ میں نے بھی قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔ ”جب تک وہ

سندری میرے چہلوں میں جھک کر ڈنڈوت نہیں کریگی میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہ میرا

چہلی کے تیل سے جلنے والے چراغ کی کپکپاہٹ ماحول کو بڑا ہولناک بنا رہی تھی۔

پورن لال منزل میں بیٹھا آنکھیں بند کئے کسی جاپ میں لگن تھا۔ اس کے چہرے پر

لاپرواہی کا راج تھا، میں اس پر نظریں جمائے منزل کے قریب ہوتا گیا، ادیتی دیوی کے حکم

کے مطابق میں اس وقت پورن لال کو ایسا سبق دینے کے ارادے سے گہا میں داخل ہوا

تھا جو اسے باور کرا سکتا کہ دھوکہ اور فریب کا انجام ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ ادیتی دیوی کے

درشن کے بعد سے میرا دل پورن لال کی طرف سے کھٹا ہو گیا تھا۔ ساجدہ کی روح اور غیبی

طاقت کے معاملے میں پورن کی خاموشی نے مجھے اس کے خلاف اکسایا تھا پھر لاہوتی اور

دیوی نے میرے شکوک و شبہات کی تصدیق کر دی تھی۔

میں منزل کے قریب جا کر رک گیا، میرے دل کی دھڑکنیں ہر لمحہ تیز ہو رہی تھیں۔

میں نے پورن لال کو آج سے قبل ہمیشہ اپنا گرو سمجھا تھا۔ اس کے ہر اشارے پر بلا کسی

چون دچا کے قدم اٹھایا تھا لیکن آج میں پورن لال کے سامنے اس کے دشمن کی حیثیت

سے کھڑا اسے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ لمبے جوں جوں گزرتے جا رہے تھے

میری نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ پورن لال کے چہرے پر پھیلے ہوئے مطمئن تاثرات

مجھے غصہ دلا رہے تھے، میرا جوش انتقام بڑھ رہا تھا، لیکن میں پورن لال کے قریب جانے

سے گریز کر رہا تھا۔ مجھے علم تھا کہ منزل کے اندر میرا داخلہ خطرناک ہو گا، لہذا میں منزل

کے باہر کھڑا پورن لال کے آنکھ کھولنے کا منتظر تھا۔ مجھے اس سلسلے میں زیادہ دیر انتظار نہیں

کرنا پڑا، پندرہ بیس منٹ بعد ہی پورن لال نے آنکھیں کھول دی تھیں، اس کی بڑی بڑی

سرخ آنکھوں کی مانند دکھتی ہوئی آنکھیں اس وقت بڑی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمبے

کو میرا دل خوف و دہشت کے احساس سے دھڑکا لیکن جلد ہی میں نے خود پر قابو پا لیا۔

مجھے ادیتی دیوی کی حمایت حاصل تھی، مجھے قوی امید تھی کہ پورن لال سے لکڑاؤ کے وقت

دیوی کی فکرتی میری مدد ضرور کرے گی۔

”تم۔ منوہرا!“ پورن لال نے مجھے دیکھ کر حیرت سے کہا۔ پھر معنی خیز انداز میں مسکراتا

ہوا اٹھا اور منزل سے باہر آ کر میرے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں اب بھی

آخری فیصلہ ہے۔“

”کیا تم اپنے گرد کی آگیا کا پالن کرنے سے انکار کر رہے ہو۔“ پورن لال نے آنکھیں دکھاتے ہوئے مجھے دھمکانے کی کوشش کی تو میرا خون کھول اٹھا میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

”مہاراج، تم کہتے پانی میں ہو، یہ میں خوب اچھی طرح جان چکا ہوں۔“

”پاپی۔ کیسے!“ موہن لال سر تاپا سرخ ہو کر بولا۔ تو میری شکلی کو لگا رہا ہے، میں تجھے ایسا کٹھ دے سکتا ہوں کہ تو سارا جیون گندی ٹالیوں میں لوٹا رہے، مکتی چاہتا ہے تو میرے چرن چھو کر شامی حاکم مانگ۔“

”میں تمہارے چرن بھی چھونے کو تیار ہوں، مہاراج پر ایک شرط پر۔“ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں مجھے بتانا ہو گا کہ تم نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا تھا“ لاجوئی نے بھی تمہاری آگیا پر زبان بند کر لی تھی۔ اگر تمہارے مہان سیوک کو کچھ ہو جاتا تو تم سوائے اس کا کریا کرم کرنے کے اور کیا کر سکتے تھے۔“

”منوہر، تو میرا اہمکار کر رہا ہے، زبان کو لگام دے، میں تیرا گرد ہوں۔“

”تم نے میری بات کا جواب ابھی تک نہیں دیا گرد دیو مہاراج۔“ میں نے پورن لال کو چڑانے کی خاطر کہا۔ ”کیسے ایسا تو نہیں کہ تم ساجدہ کی آتما سے ٹکراتے ہوئے ڈرتے ہو؟“

پورن لال کو مجھ سے اس جواب کی توقع نہ تھی آگ بگولا ہو کر بولا۔

”چلا جا مورکھ، میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا، کہیں میں تجھے جلا کر بھسم نہ کر دوں۔“

”ابیت کمار نے بھی یہی دھمکی دی تھی مہاراج تمہیں اس کا انجام معلوم ہے؟ میں نے بھرپور چوٹ کی تو پورن لال مارے غصے کے سر تاپا لرز اٹھا، کڑک کر بولا۔

”مورکھ، کیا جیون سے تیرا دل بھر چکا ہے؟“

”مجھنے چلاتے ہے کیا ہو گا مہاراج۔“ میں نے تیزی سے کہا ”میں تم سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم ساجدہ کی آتما اور اس غیبی طاقت کے سلسلے میں میری کیا سائنٹا کر سکتے ہو، جس نے مجھے بیا کل کر رکھا ہے؟“

”میں ان دونوں کو نشٹ کر دوں گا پر تم ابھی اس کا سے نہیں آیا۔“ پورن لال نے جھلا کر جواب دیا اس کے لیے سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے ٹالنے کی کوشش ہے۔

لئے اب پروا نہ کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے تیر بدل کر کہا۔

”سنو مہاراج۔ دیوی دیوتاؤں کے جاپ اور بیٹھک کرنے کے بعد اب مجھ میں بھی لٹی آسکتی ہے کہ دوسروں کے من کا بھید جان لوں۔ تمہارے من میں جو کھوٹ بھرا، میری نظروں نے دیکھ لیا ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم ساجدہ کی آتما کے آگے ن ہو اور محض اپنا بھرم رکھنے کے لئے گرد کا چولا پہن کر سیوکوں کو ڈراتے ہو۔“

”اپر آدمی!“ پورن لال حلق کے بل چلایا۔ ”میں تجھے نشٹ کر دوں گا۔“

”میں بھی آج اسی ارادے سے آیا ہوں مہاراج۔“ میں نے کرخت آواز میں جواب

پورن لال میرا جواب سن کر اچھل پڑا، ایک لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے رتا رہا پھر اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے چاروں طرف آگ کے شعلے بھڑکنے لگے، میں شعلوں کے درمیان گھبر گیا، ایک ہل کے لئے میں نے خود کو موت کے آگے بے سمجھا لیکن دوسرے ہی لمحے ادیتی دیوی کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر، تم کوئی چٹا نہ کرو، دیوی تمہارے ساتھ ہے، دے دے آتش تمہاری ہو گی، ہمت کا کام لو۔“

.. دیوی کی آواز نے مجھے سہارا دیا تو میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر بھڑکتے ہوئے لہلوں پر پھونک ماری۔ شعلے یلکھت بھڑک کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ پورن لال نے دوسرا حملہ کیا، جس جگہ میں کھڑا تھا اس جگہ کی زمین اچانک پھٹ گئی، اگر میں نے ایک لمحے کے دیر کی دلی تو نہ جانے میرا کیا انجام ہوتا۔ پورن لال نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام ہوتے دیکھا تو لٹلا کر تیسرا حملہ کر دیا، اس بار اس کے منتر کے پیروں نے بھڑوں کی صورت میں نمودار ہو کر مجھ پر یلغار کر دی اور میرے جسم سے چمٹ کر کانٹے لگے، یہ حملہ اس قدر اچانک اور تیزی سے ہوا کہ میں گھبرا گیا، بھڑوں کے ذہریلے ڈنک میرے جسم میں پیوست تھے اور میں کسی دیوانے کی طرح خود کو اس افتاد سے بچانے کی خاطر اچھل کود کر رہا تھا۔

”کیوں منوہر، اب کیا دھار ہیں تمہارے۔“ پورن لال نے چھاتی ٹھونک کر کہا۔ ”گرد اور چیلے کا فرق تمہاری سمجھ میں آیا، یا دوچار چمٹکار اور دکھاؤں۔“

بھڑوں کا ذہر میرے جسم میں سرایت کر چکا تھا، مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پورن لال کی بات کا کیا جواب دوں کہ میرے کانوں میں دیوی کی آواز پھر گونجی۔

_____ لے اب سنبھل۔

پورن لال نے اپنے جملے کے ساتھ ہی مجھ پر ایک بھرپور حملہ کیا اس بار اس کے ہونے مجھے پک جھپکتے میں زمین سے اٹھا کر فضا میں معلق کر دیا۔ میری کیفیت اس وقت کی مضحکہ خیز تھی۔ میں فضا میں معلق ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ پورن لال نے کوئی منتر پڑھ کر ہونکا تو میرا جسم بندھ سا گیا، زبان تالو سے چپک گئی، اب میں قطعی طور پر بے بس تھا، نہ اہم کو جنبش دے سکتا تھا، نہ ہی اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی منتر پڑھ سکتا تھا، موت کا بھیانک غور میری نظروں کے سامنے تھا کہ پورن لال ٹلک ٹکاف قتمہ لگا کر بولا۔

”کیوں برہمچاری، اب کیا خیال ہے تمہارا، کیا اب بھی تم میرے چہنوں پر ڈنڈوت کرنے سے انکار کر سکتے ہو؟“

میری حالت غیر ہو رہی تھی، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی نادیہ قوت میرا گلا محوٹ رہی ہے، میرا سانس پھنس پھنس کر آ رہا تھا مجھے اپنی موت بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ پورن لال میرے سامنے سینہ تانے کو، مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

”چپ کیوں ہو منوہر، کچھ بولو، تم تو مجھے کشت دینے کا دھار کر کے گہما میں آئے تھے۔“

پورن لال میری بے بسی کا مضحکہ اڑا رہا تھا کہ اچانک نادیہ قوتوں کا زور مجھ پر ختم ہو گیا، میں دوبارہ زمین پر آ گیا، مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیونکہ ہوا اور ادھر پورن لال چونکا جیسے اسے اپنی نظروں پر یقین نہ آ رہا ہو، اسی لمحے اوتی دوی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر، پورن لال کی فکری ممان ہے، تم اسے چوٹ نہیں دے سکتے پر نتو دوی دیوتا جو چاہتے ہیں وہ اوش پورا ہوتا ہے، میں تمہیں ایک منتر بتاتی ہوں اسے پڑھ کر پورن لال پر پھونکو، پورن لال کے سارے جیون کی تپسیا بھی اس منتر کا توڑ نہیں کر سکے گی، پر ایک بات دھیان میں رکھو، پورن لال اگر تمہارے چہنوں پر سر رکھ دے تو اسے شمار کر دیتا۔“

اوتی دوی کے کہنے کے مطابق میں نے اس کا بتایا ہوا منتر پڑھ کر پورن لال کی سمت پھونکا تو میری آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئیں، پورن لال میرے منتر پھونکتے ہی زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا پھر اس کے ہاتھ پاؤں آہیں میں الجھ کر یوں پھنس گئے جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اسے باقاعدہ باندھ دیا ہو، دوی کا کہا پورا ہو چکا تھا۔ میں پورن لال کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات دیکھ رہا تھا، اب میری باری تھی۔ میں نے پورن لال کی بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”منوہر، میرا شہ نام لیکر زمین پر لوٹ لگاؤ، پورن لال کے منتر کے پیر پک جھپکتے: نشٹ ہو جائیں گے۔“

میں نے دوی کی آگیا کا پالن کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا، زمین پر لوٹ لگا ہی تمام بھڑن میرے جسم سے طعید ہو کر غائب ہو گئیں، پورن لال کو اپنے بیروں کا انجہ دیکھ کر حیرت ہوئی تو میں نے کہا۔

”مہاراج، تمہاری جھولی میں جو دو چار جنتر منتر اور باقی رہ گئے ہیں انہیں بھی آ ڈالو، اس کے بعد تمہارے سیوک کی یاری ہو گی پر نتو دھیان میں رکھو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔“

پورن لال نے میرا جواب سنا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ ”جے بزرگ ملی“ کا نعرہ مارا اس نے زمین پر قلابازی کھائی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے انسان سے آدم خور بھیڑنے روپ اختیار کر لیا۔ پھر اس نے بڑی برق رفتاری سے مجھ پر چھلانگ لگائی، میں پھرتی سے اسے جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اوتی دوی کا نام لیکر جلدی سے ایک منتر کا جاپ کیا اور قفل اس کے کہ پورن دوبارہ حملہ آور ہوتا اپنا ہاتھ اس کی سمت اٹھا کر جھٹک دیا، میرا ہاتھ جھٹکنا تھا کہ میرے منتر کے بیروں نے جال پھینک کر پورن لال کو اس میں جکڑ لیا۔ میرا خیال تھا کہ اب پورن لال بے بس ہو کر میرے سامنے ٹھٹھنے ٹھٹھنے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے آہنی جال کو دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھا اس کے ساتھ ہی پورن لال نے دوبارہ زمین پر لوٹ لگائی اور بھیڑنے سے کالے ناگ کی شکل میں آ گیا، میں نے دوسرا منتر پڑھا تو میرے بیروں نے نولے کی شکل میں سامنے آ کر پورن لال کا راستہ روک لیا، لیکن چہنتر اس کے کہ میرے پیر پورن لال کی گردن دوپچنے، پورن لال نے ایک جست بھری اور پک جھپکتے میں دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آ گیا۔ اسکی آنکھوں سے حیرت ٹپک رہی تھی۔ میں نے اس کی کیفیت سے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”پورن لال اب تک میں تمہارے ساتھ کھیل تماشے کر رہا تھا پر اب تمہاری ہمتی اسی میں ہے کہ تم میرے آگے ہاتھ باندھ کر اپنی مکاری کا اقرار کر لو، دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہارا انجام بھی اجیت جیسا ہو۔“

”کینے“ پورن لال گرج کر بولا۔ ”میں ممان فکری کا مالک ہوں۔ میرے شریر میں ہنومان جیسی قوت موجود ہے، میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی

لاہوتی، حسن کی دیوی، مجسم قیامت اور سراپا انتظار تھی مجھے دیکھتے ہی لپک کر بڑی لاہوتی، حسن کی دیوی، مجسم قیامت اور سراپا انتظار تھی مجھے دیکھتے ہی لپک کر بڑی

”اب اس دھرتی پر کیوں ایک ہی ٹھکتی ایسی باقی ہے جو تم سے
 مل سکتی ہے“

”مجھے وشواس نہیں تھا منور کہ تم پورن لال کو نیچا دکھا سکو گے۔“ لاجوئی نے بڑی
 ہوسیت سے جواب دیا۔ پھر اپنے پلو کو ہاتھوں کے درمیان مسلطی ہوئی بولی۔ ”گھوپال داس
 کا یہ معاملہ جگمگاتے ہوئے اس کا دلہہ تم سے ضرور لے گا۔“

گوپون لال کا حال معلوم ہو گا تو وہ اس کا بدلہ تم سے ضرور لے گا۔

پورن لال نے جواب نہیں دیا، اس کے منہ سے ہلکے ہلکے جھاگ نکلنے شروع ہو چکے تھے۔ اس وقت وہ شدید تکلیف کی حالت سے دوچار تھا۔ آنکھیں حلقوں سے باہر آئی پڑ رہی تھیں۔

”پاپا۔۔۔۔۔“ پورن لال نے بشکل تملاتے ہوئے کہا ”تیرا انجام بھی ایک ہو گا، دیوی دیوتاؤں کا کشتِ تجھے برباد کر دے گا، تو نے گرو کا اہمن کیا ہے۔“

پورن لال شدید کرب کے عالم سے دوچار تھا، اس کے منہ سے بدستور جھاگ نکل رہے تھے لیکن اس کے باوجود جن نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس میں نفرت اور خفارت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی گمراہ ذہنی الجھن سے دوچار ہے، غالباً وہ گرد ہو کر اپنے چیلے کے چہر چھونے سے بھجک رہا تھا۔

”میں۔۔۔۔۔ نہیں۔“ پورن لال بے بسی سے چلایا۔ ”کہنے میں تیرا گرو
ہو۔“

”گروہ ہونے کے باوجود تمہیں میرے چہنوں پر سر رکھ کر شکامی کھٹا مانگی ہوگی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے پورن لال۔۔۔۔۔۔“ میں فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ”سے کی قدر کرو“
 ”یہ بیت گیا تو دو بتاؤں کی کھلتی بھی تمہیں سکھ نہ دے گی۔“

پورن لال ہچکچا رہا تھا لیکن جب میں نے گھاسے باہر جانے کے لئے قدم اٹھائے تو

دہلی میں دو ناکہ قیام کے بعد میں انبالہ ہوتا ہوا امرتسر پہنچا جو گردواروں کا شہر ہے، مجھے گردواروں کو قریب سے دیکھنے کا ایک عرصے سے شوق تھا۔ امرتسر میں، میں نے ایک ایسے ہوٹل میں قیام کیا جو آبادی کے درمیان واقع تھا۔ اس ہوٹل کا مالک ایک مقامی سکھ ارجن سکھ تھا جو بظاہر بہت نیک اور خوش اخلاق نظر آتا تھا لیکن باطن پر عیاش اور کینہ خصلت واقع ہوا تھا۔ چنانچہ ہوٹل میں قیام کے تیسرے ہی روز اس نے لاجوتی پر اپنی مہربانیاں شروع کر دیں۔ لاجوتی نے جب اس کا ذکر مجھ سے کیا تو میرا خون کھول اٹھا، دل چاہا کہ اس مردود کو ایک ہی منتر سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دوں لیکن لاجوتی نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

نہیں اس وقت چونکہ مجھ سے دور اور لاجوتی کے برابر بیٹھی تھی اس لئے مجھے کھانے کا کوئی لطف نہیں آ رہا تھا، کبھی کبھی ہم دونوں کی نظروں کا تصادم ہوتا تو کھدپ مسکرا کر میں جھک جاتی اور میں لوالا ہاتھ میں تھامے رہ جاتا۔

کھانے کے بعد ملازم نے دسترخوان ہٹا کر چائے کے برتن سجائے، ارجن سنگھ اپنے ٹھوں سے چائے بنانے لگا۔ سب سے پہلے اس نے چائے کا کپ میرے سامنے رکھا اور پھر دوسروں کو دیا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کچھ الجھا الجھا اور پریشان نظر آ رہا ہے۔ میں اسکی بوکھلاہٹ کا متعقد نہ سمجھ سکا البتہ لاجوتی کچھ سنجیدہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی پھر اچانک وہ انہی اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میرے علاوہ ارجن سنگھ کو بھی لاجوتی کی اس حرکت پر تعجب ہوا مگر لاجوتی نے بڑی خوبصورتی سے بات بتاتے ہوئے کہا۔

”ارجن جی، اب ہم ذرا بے تکلف ہو کر باتیں کریں گے ملازم کے آنے جانے سے باتوں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا تھا۔“

مجھے لاجوتی کی یہ بات بری لگی، میرا دل چاہا کہ اسی دم ارجن کا کریا کرم نظر دوں، لیکن خون کا گھونٹ پی کر چپ ہو رہا۔ ہوٹل سے چلتے وقت لاجوتی نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا کہ میں اس کے اور ارجن سنگھ کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کروں گا، نہ جانے اس کے دل میں کیا تھا؟ میں نے سوچا پھر چائے کا پیالہ اٹھا کر ہونٹوں تک لایا تھا کہ لاجوتی تیزی سے بولی۔

”منوہر چائے کا پیالہ واپس میز پر رکھ دو۔“

میں نے لاجوتی کو تیز نظروں سے گھورا پھر جھلا کر پیالا میز پر رکھ دیا، اگر میں نے اس سے خاموش رہنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو اسوقت اسے بھی ضرور آڑے ہاتھوں لے ڈالتا، جس انداز میں اس نے مجھ سے پیالا رکھنے کو کہا تھا وہ تھکسا نہ تھا، ارجن سنگھ بھی چونک کر لاجوتی کی طرف دیکھنے لگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے تعجب خیز ضرور تھا۔ لاجوتی یکھٹ اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر اس نے ارجن سنگھ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ارجن جو چائے تم نے منوہر کو دی تھی کیا تم خود اسے پینے کی تکلیف گوارا کر سکتے ہو؟“

”میں سمجھا نہیں؟“ ارجن سنگھ نے گڑ بڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”میں سمجھا ہی ہوں تمہیں۔ پر تو اس سے پہلے تم کو یہ بتا دوں کہ اب تک تم نے مجھے اور منوہر دونوں کو غلط سمجھا ہے۔“ لاجوتی اس وقت ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

میں کھدپ کی دید میں اس قدر محو تھا کہ ایک پل کو اس کے چہرے سے نظر ہٹانا مجھے منظور نہ تھا۔ خود کھدپ بھی میرے اندر دلچسپی لے رہی تھی، کچھ دیر نظروں نظروں میں باتیں ہوئیں پھر کھدپ نے مسکرا کر پوچھا۔

”اتنے دھیان سے آپ میرے چہرے میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟“

”جھگوان کی لیلیا دیکھ رہا ہوں، جس نے تم جیسی سندور لڑکی بنائی ہے۔“

میرا جواب بکھر کھدپ شرمائی تو یوں لگا جیسے پھولوں سے لدی شاخ بل کھا گئی ہو۔ میں نے اس کی شرمات سے لطف انداز ہوتے ہوئے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔

”کھدپ نام بھی تمہاری طرح بڑا سندور ہے۔“

”آپ بنا رہے ہیں مجھے۔“ کھدپ نے مجھے ترجھی نظروں سے دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ لڑکی بھی بڑی جماعیدہ ہے، چنانچہ میں نے بات اور آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اے جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ ارجن سنگھ کی خوبیاں آسمان کی ایک اپرا چھپی ہوئی ہے تو میں روز درشن کو آتا۔“

”سڑک سرکار کی ہے، آجایا کیجئے پھر لگنے۔“ کھدپ بلی ہوئی زبان میں بولی۔

”درشن دان کی آس ہو تو پجاری اپنا تن من دھن سب تیاگ دتا ہے۔“ میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔

”آپ سچ مجھے دیوی بنا رہے ہیں۔“

”تم مجھے پجاری سمجھ کر سو بیگار کر لو تو میری تپسیا پوری ہو جائیگی۔“ میں نے کھدپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے نازک ہاتھوں کی گری پکلی بن کر میرے جسم میں سرایت کر گئی، میں بخود ہو گیا، میرا دل چاہا کہ کھدپ کو اسی لمحہ اپنی آغوش میں گھسیٹ لوں لیکن لاجوتی اور ارجن سنگھ کے قہقہے کی آواز نے میری محویت توڑ دی، ارجن سنگھ کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اس لئے میں کچھ دیر کو جھٹکا ہو گیا۔ محض دکھاوے کی خاطر درنہ میں اگر چاہتا تو اپنی ممان فحشی کے زور سے ارجن کو بے بس کر کے بھی کھدپ کو حاصل کر سکتا تھا۔

ارجن سنگھ نے میری ضیافت کے لئے خاص اہتمام کیا تھا بظاہر وہ مجھے بار بار کھانے کو کہہ رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظریں بار بار لاجوتی کی جانب پھسل رہی تھیں۔ میں چپ چاپ بیٹھا کھانا کھاتا رہا۔ کھانے کی میز پر ہم چاروں کے سوا کوئی اور نہیں تھا،

”تم اس کو نہیں جانتے منوہر!“ لاجوئی بدستور شجیدگی سے بولی ”وہ اپنا الو سیدھا کرنے کے کارن سب کچھ کر سکتا ہے“ پورن لال مہاراج اور گوپال داس کے درمیان ایک بار ان بن ہو گئی تھی پورن لال نے اپنے گرو سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ یہ بات گوپال داس کو بہت بری لگی تھی۔

”وہ اگر چاہتا تو اپنی ہفتی کے زور سے پورن لال کو کشت دے سکتا تھا۔“ میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

”وہ ایسا اوش کر سکتا تھا۔“ لاجوئی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر کچھ توقف کے بعد چونک کر بولی ”منوہر میرا من کہتا ہے کہ یہ سب اسی گوپال داس کی شرارت ہے۔“

”ہو گا۔“ میں نے ٹالنے کی خاطر لاپرواہی سے جواب دیا۔

”عقل پر زور دو منوہر، جب سے تم نے پورن لال مہاراج کو نیچا دکھایا ہے ساجدہ اور دوسری ہفتی نے جنہیں پریشان نہیں کیا، ایسا کیوں ہے؟“

لاجوئی کا یہ سوال اتنا بھرپور تھا کہ میں بھی اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گیا، مگر قبل اس کے کہ میں کسی آخری نتیجے پر پہنچتا لاجوئی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”گوپال داس اپنی مہمان ہفتی کے محمدنڈ میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ پر بھی توجہ نہیں دیتا۔ مجھے دشو اس ہے کہ اس نے تم کو کھلونے کے طور پر استعمال کیا ہے، ایک طرف اس نے پورن لال مہاراج کو زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا اور دوسری طرف جنہیں اس کے خلاف بھڑکا دیا، حالات ایسے ہی تھے کہ تم کو غصہ آتا یقینی بات تھی، اس طرح اس نے پورن لال کو تمہارے ہاتھوں کشت دلو کر اپنی آتش پوری کر لی۔“

”لیکن دیوی نے مجھ سے بھی یہی کہا تھا کہ میں پورن لال کو کشت دوں، کیا دیوی کو گوپال داس کے من کا حال نہیں معلوم تھا؟“ میں نے اچھٹے ہوئے سوال کیا تو لاجوئی نے تیزی سے کہا۔

”دیوی کو دوش نہ دو منوہر، یہ گھور باپ ہے، دیوی کی ہفتی اپرم پار ہے، اس نے پورن لال کو اس لئے تمہارے ہاتھوں دکھ دلویا کہ پورن لال نے تم کو اندھیرے میں رکھ کر دیوی کے ایک داس کا اہمکن کیا تھا۔ مجھے دشو اس ہے منوہر کہ دیوی گوپال داس کو کبھی شام نہ کرے گی۔ پرنتو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیوی نے اس امتحان کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہو، اگر تم گوپال داس کو مار لو منوہر تو دیوی تم سے خوش ہو گی، تم دیوی کے مہمان اور کیول ایک ہی سیوک بن جاؤ گے۔ مجھے دشو اس ہے منوہر کہ گوپال داس کو کشت دینے کے بعد

بتارس آگیا۔ لاجوئی میرے ہمراہ تھی، اسکی قیادت اور اپنی مہمان ہفتی کے سہارے میں۔ زندگی کو ہر نئے زاویے سے دیکھا اور اس کی بلاخیز رنگینیوں کو پرکھا لیکن مجھے سکون نہ آ سکا، پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد اب میں ساجدہ اور اس غیر مرئی قوت سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا جس نے میری ہفتی کو نیچا دکھایا تھا۔ میں نے ادیتی دیوی سے بھی ان دونوں پہ دریافت کیا۔ مگر دیوی نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ”سے کا انتظار کرو۔“

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بے چینی بڑھتی گئی، لاجوئی نے مجھے دنیا کی رنگینوں اور اپنی قیامت خیز جوانی کے سحر میں مدہوش کرنا چاہا مگر مجھ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا میں شیر سے منوہر بنا، میں نے دیوی دیوتاؤں کے لئے جاپ کیا اور مہمان ہفتی کا مالک بن گیا، اجیت لکار اور پورن لال کو زیر کرنے کے بعد مجھے اپنی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا میر اپنی اس قوت کو ساجدہ اور اس کی پشت پناہی کرنے والی طاقت کے خلاف استعمال کرنے کے لئے بے چین تھا مگر ابھی تک مجھے ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ میں ہر وقت اپنے خیال میں محو رہنے لگا، لاجوئی اگر دھرتی کی کوئی سندھ ناری ہوتی تو میری اس محویت کو نہ جاسے کیا کیا مٹنی دیتی لیکن وہ آکاش کی اپسرا تھی، پورن لال نے کچھ کتیاں اسے بھی دان کر دی تھیں، وہ دلوں کا حال پڑھنا خوب جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں کن خیالوں میں مستغرق رہتا ہوں، اس نے مجھے اس راستے سے ہٹانا چاہا، مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ساجدہ اور اس کی ساتھی طاقت اب کبھی میرے مقابلے پر نہ آ سکے گی۔ لیکن میرا تجسس کم ہونے کے بجائے بڑھتا گیا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لئے مضطرب تھا کہ آخر وہ کوئی پراسرار قوتیں تھیں جو میری مہمان ہفتی سے بھی زیادہ طاقتور اور عظیم تھیں۔ میرا تجسس مجھے شہروں شہروں گھماتا رہا، لاجوئی ہر لمحے میرے ساتھ رہی، میں نے ایک بار پھر بسہی کا رخ کیا اور بھیس بدل کر اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں میرا ٹکراؤ ساجدہ اور دوسری قوت سے ہوا تھا۔ لاجوئی نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح میں اپنے ذہن کو ان باتوں سے آزاد کر دوں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ ایک روز میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ لاجوئی نے اچانک چونکتے ہوئے کہا۔

”منوہر، میں نے تم سے گوپال داس کے بارے میں کہا تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ساجدہ اور دوسری ہفتی کا ٹانگ اسی نے تمہارے کارن رکھ دیا ہو؟“

”گوپال داس۔“ میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا ”اسے بھلا میرے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔“

لہ جیسا، ہلکی ہلکی چاندنی چاروں طرف۔ چٹکی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر اپنے اطراف میں
 اردوں طرف نظر دوڑائی لیکن دور دور تک سنگلاخ پتھروں کے سوا اور کوئی شے نظر نہ آئی۔
 اس دیرانے میں قرب و جوار کے درخت کسی آسیب کی طرح میسب نظر آ رہے تھے، اس
 خیال سے کہ ممکن ہے آہٹ کی آواز میرا وہم ہو میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور دوبارہ ایک
 طویل جہاں لے کر لیٹ گیا، مگر ابھی میں نے آنکھ بند ہی کی تھی کہ ایک نسوانی قہقہے کی
 آواز اتنے واضح طور سے میرے کانوں سے گھرائی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا، دیوی دیوتاؤں کی
 وان کی ہوئی نکتیوں کا مالک ہونے کی وجہ سے میرا کسی نسوانی قہقہے سے خوفزدہ ہو جانا
 یقینی طور پر ایک مضحکہ خیز بات ہوتی مگر اس کے باوجود اس قہقہے میں نہ جانے کیا بات تھی
 کہ میری چھٹی حس بیدار ہو گئی، میرے دل نے کہا کہ کوئی پر اسرار بات ضرور ہونے والی
 ہے، میں نے ایک بار پھر بہت غور سے قرب و جوار کا جائزہ لیا مگر وہاں میرے اور لاجوتی کے
 سوا، جو گہری نیند سو رہی تھی، اور کوئی آدم زاد دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چونکہ
 پوری طرح بیدار تھا اس لئے نسوانی قہقہے کو اپنا وہم سمجھ کر ٹال جانا بھی میرے بس کی
 بات نہ تھی۔ ابھی میں سنجیدگی سے کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی رہا تھا کہ وہی
 نسوانی قہقہہ دوبارہ ابھرا، اس بار آواز میرے بائیں جانب کچھ فاصلے سے ابھری تھی۔ میں
 نے تیزی سے گھوم کر دیکھا، مجھ سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر ایک ٹیلے نما چٹان اپنی
 جگہ ساکت و جامد نظر آئی، اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی اس چٹان کی پشت پر ہو میں
 بچوں کے بل اس سمت میں قدم اٹھانے لگا، پچیس گز کا فاصلہ میں نے جس پھرتی سے طے
 کیا اور اس کا انداز میرے سوا کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا پھر جب میں چٹان پر اوپر چڑھا اور
 دوسری طرف دیکھا تو ٹھٹھک کر رک گیا، جو کچھ میری نظروں نے دیکھا وہ یقینی طور پر حیرت
 انگیز تھا۔

جہاں میں کھڑا تھا اس کے دوسری جانب دھلاں پر مجھ سے بہ مشکل پانچ گز کے فاصلے
 پر ایک ٹوکی پتھروں پر چٹ لیتی تھی، چاندنی اس کے حسن کے آگے شرابی نظر آ رہی تھی،
 میں اس کے چہرے کے نقش و نگار کو دیکھنے سے قاصر تھا لیکن اس کے ہاتھ مجھے چاندنی
 جیسے چمکتے صاف نظر آ رہے تھے، اس کے سینے سے تنفس کی قیامت خیز رفتار رعیاں تھیں،
 اس دیرانے میں ایک تن جہا حسین ٹوکی کو دیکھ کر میری الجھن یقینی تھی، مجھے اس بات کا
 قطعی کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ اس ٹوکی کا اگر کوئی ساتھی کبیں قرب و جوار میں موجود بھی ہوا
 تو مجھ سے ٹکرانے کی حالت کرے گا۔ چند ثانیے میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اسے ٹھٹھکی

دیوی کی کپا تمہارے من کو شانت کر دے گی۔

لاجوتی کی باتوں میں مجھے صداقت نظر آئی تو میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
 ”گوپال داس کا ٹھکانا تمہیں معلوم ہے؟“

”ہاں وہ ہمالیہ کی ترائی میں ایک دیران غار میں رہتا ہے، پندرہ سال سے اسی جگہ ہے
 پورن لال مہاراج نے مجھے یہ بتایا تھا۔“

”میں دیوی کا من جیتنے کے کارن گوپال داس کو ایسا کٹھ دوں گا کہ وہ سارا جیون
 تڑپ تڑپ کر گزارے گا۔“ میں نے فوری طور پر اٹل فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

میرا جواب سن کر لاجوتی کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ ابھری وہ بید گہری اور معنی خیز
 تھی۔ لیکن اس وقت میں چونکہ جذباتی بن چکا تھا اس لئے اس مسکراہٹ کی تہ تک نہ پہنچ
 سکا۔ لاجوتی صرف ایک آسمانی اپرا ہی نہیں بلکہ ایک حسین ساحرہ بھی تھی!!

دوسری صبح میں لاجوتی کو ساتھ لے کر ہمالیہ کی سمت روانہ ہو گیا، اس کی باتوں نے
 مجھے سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر لیا تھا کہ
 اگر گوپال داس سے ٹکرانے کے بعد بھی مجھے اپنی الجھنوں کا حل نہ ملا تو میں کسی دوسری راہ
 کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔

ہمالیہ تک پہنچنے میں مجھے کابل ایک ہفتہ لگ گیا اس عرصے میں کوئی ایسی قابل ذکر بات
 نہیں پیش آئی جس کا تذکرہ ضروری ہو البتہ اپنی منزل کے قریب پہنچ کر میرے ساتھ دو
 ایک واقعات ایسے پیش آئے جنہوں نے میرے دل و دماغ کو بری طرح الجھا دیا۔ لاجوتی
 نے ہمالیہ کی ترائی تک جانے کے بعد مجھ سے یہی کہا تھا کہ گوپال داس تک پہنچنے کیلئے مجھے
 چوبیس گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا، میری سمجھ میں یہ منطقی نہ آ سکی، دریافت کرنے پر
 لاجوتی نے بتایا کہ گوپال داس اس وقت اپنے کسی جاپ کے سلسلے میں منزل میں بیٹھا ہے
 اور منزل کے اندر داخل ہو کر کسی پنڈت یا پجاری پر وار کرنا کس قدر جان جوکھوں کا کام
 تھا، یہ مجھے بھی معلوم تھا چنانچہ میں نے لاجوتی کی بات پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا اور وہ
 رات ترائی میں ایک درخت کے نیچے گزارنے کی ٹھان لی۔

سفر کی ٹکان کی وجہ سے ہم دونوں جھکے ہوئے تھے اس لئے ناہموار پتھروں پر بھی نیند آ
 گئی۔ میں کتنی دیر دنیا دانیہا سے بیٹھ رہا مجھے یاد نہیں البتہ یہ خوب یاد ہے کہ وہ کسی قسم
 کی آواز ہی تھی جس کے بار بار ابھرنے سے میری آنکھ کھلی تھی، ہمالیہ کی ترائی میں چونکہ
 خطرناک جانوروں کے پائے جانے کے امکانات بھی تھے اس لئے میں آہٹ پا کر ہڑبڑا کر

”تم۔۔۔۔۔ تم یہاں کس طرح موجود ہو؟“ میں نے سرسری طور پر پوچھا، نعیمہ نے سوال نے مجھے الجھا دیا تھا۔

”کیا میری یہاں موجودگی تمہیں ناگوار گزر رہی ہے شیر؟“ نعیمہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔
”نہیں لیکن تمہیں میرا نام۔۔۔۔۔ یعنی منوہر مہاراج کا نام کس طرح معلوم ہوا؟“ میں نے بدستور الجھتے ہوئے دریافت کیا۔

”میں تمہارے بارے میں ایک ایک بات جانتی ہوں۔“ نعیمہ کی آواز میں کھک تھی اس کی نشی آپٹیں میرے چہرے پر جبی ہوئی تھیں وہ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ”شیر! تم نے مجھے بھلا دیا لیکن میں آج تک تمہاری یاد کے سہارے زندہ ہوں، تمہاری خاطر میں نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں، سائے کی طرح تمہارے ساتھ ساتھ گلی رہی، تم شیر سے منوہر مہاراج بن گئے، لیکن میں ابھی تک نعیمہ ہوں۔“

نعیمہ مجھے میری زندگی کے بارے میں بہت تفصیل سے بتاتی رہی، میں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، مجھے حیرت تھی کہ اسے وہ باتیں کہاں سے اور کس طرح معلوم ہوئیں، اگر وہ حقیقتاً سائے کی طرح میرے ساتھ گلی رہی تھی تو میں اسے کیوں نہ دیکھ سکا؟ جب نعیمہ خاموش ہوئی تو میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”کیسے ایسا تو نہیں کہ تمہاری ان معلومات کا ذریعہ وہی پورن لال ہے جسے میں اپنی ہتھکڑی کے زور سے نیچا دکھا چکا ہوں“

”تم مجھ پر شبہ کر رہے شیر، اپنی نعیمہ پر؟“

”ہاں۔۔۔۔۔“ یکلخت میں نے گڑتے ہوئے اسے جواب دیا۔ ”تم وہی نعیمہ ہو جسے میں نے ابیت کی آغوش میں لپکتے ہوئے دیکھا تھا، کہو تو ان تمام تلخ یادوں کو دہراتا چلا جاؤں جو تمہاری ذات سے وابستہ ہیں مناسب ہو گا کہ تم خود اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔“

”ہو سکا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو منوہر مہاراج لیکن تم نے مجھ سے دور رہ کر کیا کچھ کیا ہے؟“ نعیمہ نے طنز بھری آواز میں لاپرواہی سے جواب دیا۔ ”ہتھکڑی کے زور سے تو سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔“

نعیمہ کی اچانک ملاقات نے مجھے بوکھلا دیا تھا، یہ حقیقت ہے کہ میں نے اسے دوسروں کی آغوش میں دیکھ کر نفرت سے منہ موڑ لیا تھا لیکن اس وقت اسے ایک قیامت کے روپ میں دیکھ کر میرا دل پھر اس کی جانب مائل ہو رہا تھا، صرف اس حد تک کہ اسے

باندھے دیکھتا رہا پھر میں قدم آگے بڑھانے کا ارادہ کرنے ہی والا تھا کہ لڑکی کا حسین قد دوبارہ ابھرا، اس کے بعد اس نے جو بات کہی وہ بھی میری حیرت میں اضافہ کر گئی۔

”منوہر مہاراج، دور چپ چاپ کیوں کھڑے ہو، قریب آ جاؤ۔“

لڑکی نے مجھے میرا نام لے کر مخاطب کیا تھا، حیرت کی بات یہ تھی کہ نہ تو اس نے ابلجہ سے جنبش کی تھی نہ ہی پلٹ کر مجھے دیکھا تھا پھر اسے میرا نام کیونکر معلوم ہو گیا؟ اس نے مجھ سے سوتے وقت دیکھ لیا ہو، میرے ذہن میں یہ خیال سرعت سے ابھرا، ایسا بھی تھا تو اسے اول تو یہ کہ میرا نام کس طرح معلوم ہوا پھر اسے اس بات اندازہ کیے ہو گیا کہ میں اس کے قریب کھڑا اس کے حسن جہاں سوز سے لطف اندوز ہو رہا ہوں جبکہ میں نے وہاں تک پہنچنے میں اتنی احتیاط سے کام لیا تھا کہ خود میرے کانوں تک بھی میرے قدموں کی آہٹ نہیں پہنچ سکی تھی۔ میں ان ہی خیالات سے الجھ رہا تھا کہ لڑکی کی مترنم آواز دوبارہ میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

”گہراؤ نہیں مہاراج، قریب آ جاؤ، مجھے یقین تھا کہ تم میرے قہقروں کی آواز سن کر ادھر ضرور آؤ گے، مجھے تمہارے آنے کا انتظار بھی تھا۔“

”کون ہو تم؟“ میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

”تمہاری نعیمہ جسے تم بالکل بھول گئے۔“

اس بار لڑکی کی آواز میں بلا کا درد تھا، نعیمہ کا نام سن کر میں چونکا، یہ حقیقت تھی کہ میں نعیمہ کو نہ صرف یہ کہ بھول چکا تھا بلکہ اپنے پیچھے بہت دور چھوڑ آیا تھا! بہر حال نعیمہ کا نام سن کر میرے قدم بے اختیار اس کی جانب اٹھ گئے۔ قریب جا کر دیکھا تو وہ نعیمہ ہی تھی لیکن اس کا حسن پہلے کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ نکھر چکا تھا، اس کا ایک ایک انگ قیامت بن چکا تھا، اس کی آنکھوں کے رخسار کے آگے شراب کی مستی بھی ماند تھی۔ میرے قریب جانے کے باوجود وہ اسی انداز سے چپ لپٹی رہی، البتہ اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں جن میں مشکوے شکایت کے بجائے طنز کے نشتر نظر آرہے تھے۔ میں نعیمہ کو اتنے قریب دیکھ کر کچھ ششدر تھا، اس کی قیامت خیز جوانی میرے لئے معنی خیز تھی۔ مجھے نعیمہ کے ساتھ گزارے ہوئے حسین لمحات یاد آرہے تھے، اس کی محبت پھر یوفائی، میں عجیب گو گو کی کیفیت سے دو چار تھا کہ نعیمہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے بڑے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”کیا مجھے پہچانا نہیں منوہر مہاراج؟“

”دو گنا چاہتا ہے۔“
 ”میں نے دانت پیٹے ہوئے کہا۔“ ادیتی کی سونگ میں اس

وہ کسی اور پر ایمان لانا گناہ ہے۔“

”پاپ اور پن کیا ہے؟ یہ میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔“ میں تمللا کر غصے سے بولا۔
 میں منورہ مہاراج ہوں مہمان کشی کا مالک میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے گوپال داس نے
 رکی راہ کی رکاوٹ بننے کے لئے بھیجا ہے پر تو تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی میں تجھے اور
 رے گوپال داس دونوں کو نشٹ کر دوں گا تم دونوں کی آتماں نرک میں جمونک دوں
 ۔“

”مہاراج!“ لاجپتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے زور سے کہا۔ ”سے بیت رہا ہے
 مہاراج گوپال داس تمہیں دور رکھنے کیلئے ٹانگ رہا رہا ہے جو کرنا ہے ترنت (جلدی) کر
 لو۔ تمہارے لئے یہ گھڑی بڑی شبہ ہے اگر یہ بیت گئی تو پھر تم کبھی سچل نہ ہو سکو
 گے۔“

میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی ایک قوت مجھے غار کے اندر جانے سے
 روک رہی تھی اور دوسری اکسا رہی تھی غصے کی شدت نے میرے دل و دماغ کو ماؤف کر
 رکھا تھا۔ لاجپتی نے مجھے وقت کا احساس دلایا تو میں تیزی سے پلٹ کر غار میں داخل ہو
 گیا باہر سے لاجپتی کے زور زور سے چلانے کی آواز آ رہی تھی وہ کیا کہہ رہی تھی میں
 نے اس پر مطلق کوئی دھیان نہیں دیا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا میں ہر قیمت پر گوپال
 داس کو اپنے پیروں تلے مسل ڈالنے کو مضطرب تھا۔ تنگ غار اندر جا کر رفتہ رفتہ کشادہ ہوتا
 چلا گیا پھر کلمجے اندر چلے کی چادر بھی چاک ہو گئی۔ میں ایک ایسے حصہ میں پہنچ گیا جہاں
 چربی کے چراغ کی روشنی نے ماحول کو روشن کر رکھا تھا میرے سامنے ایک ہٹا کٹا دیو
 قامت پہاری منزل کے اندر بیٹھا مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا اس کی بڑی بڑی
 آنکھوں کے ڈھیلے دیکتے ہوئے انگاروں کی مانند نظر آ رہے تھے یہی میرا سب سے بڑا دشمن
 گوپال داس تھا جس کے سر اور سینے کے بال خود رو جنگلی جھاڑیوں کی طرح بڑھے ہوئے
 تھے اس کے تمام جسم پر گرد و غبار کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔

میں نے دل میں ادیتی دیوی کا شبہ نام لیا اور بچے تلے قدم اٹھانے لگا میرے دل کی
 دھڑکنیں بتدریج تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا محرکہ سر
 کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔۔۔۔۔۔!!



اُپر ادھی کو ایسا سراپ دوں گا کہ اس کی آتما تک تڑپ اٹھے گی میں اسی سے کیئے! منزل تک جاؤں گا۔“

لاجپتی میرا اشارہ پاتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی اسکی نگاہوں میں مجھے ایک خاص چمک
 محسوس ہو رہی تھی مگر اس وقت چونکہ میرے جذبات برا لگتے تھے اس لئے میں اس چمک
 کی گہرائی تک نہ پہنچ سکا میں نے لاجپتی کے کہے کا اعتبار کر لیا تھا اور اب گوپال داس
 سے ٹکرانے کے لئے کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی اور خونخوار شیر کی طرح لاجپتی کی
 رہبری میں اس غار کی طرف قدم بڑھا رہا تھا جہاں گوپال داس موجود تھا۔ لاجپتی میرے
 ساتھ ساتھ تھی غار کے دہانے پر پہنچ کر لاجپتی رک گئی اور ہاتھ باندھ کر بولی۔ ”مہاراج
 میں اندر نہیں جاسکتی پر تو اگر تم کو میری ضرورت پیش آئے تو مجھے آواز دے لیں۔“

”تمہاری ضرورت“ میں نے طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر نفرت سے کہا۔ ”کیا تم
 بھول رہی ہو کہ میں کون ہوں گوپال داس کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے تم یہاں انتظار
 کرو میں ابھی اس پانی کا سر لا کر تمہارے چہروں میں ڈالتا ہوں۔“

”مجھے دشواری ہے مہاراج کہ وجہ (جیت) تمہاری ہو گی۔“ لاجپتی نے جلدی سے
 کہا۔ ”ادیتی دیوی کا آشیرود تمہارے ساتھ ہے۔“

لاجپتی کو غار کے دہانے پر چھوڑ کر میں آگے بڑھا تو اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے
 کوئی ناویدہ قوت میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے میں ٹھٹھک کر رک گیا اسی لمحے ایک
 جانی پہچانی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی یہ ساجدہ کی آواز تھی۔

”شبیر! رک جاؤ تم میرے گناہگار ہو میں تمہیں صدق دل سے معاف کر سکتی ہوں
 بشرطیکہ تم اب بھی گناہ کے راستے سے اپنے قدم واپس موڑ لو کفر کا سحر تمہیں دیوانہ کر
 دے گا دیوی دیوتا اور چاپ منتر تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے یہ سب فریب ہیں۔“

میں نے تیزی سے گھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا وہاں میرے اور لاجپتی کے سوا
 اور کوئی نہیں تھا۔ لاجپتی بتا چکی تھی کہ ساجدہ کا روپ بھی گوپال داس کی شراوت ہے
 میرا غصہ اور شدید ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا ساجدہ کی آواز دوبارہ
 میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

”شبیر! ابھی وقت ہے خود کو پہچاننے کی کوشش کرو توبہ کے دروازے ابھی تم پر بند
 نہیں ہوئے اپنے قلب کو ایمان کی روشنی سے منور کر کے دیکھو تمہیں ابھی سکون نصیب
 ہو گا لاجپتی کا روپ ایک حسین سحر ہے اس سحر کو توڑ دو شبیر! خدا اور اس کے رسول کے

ایسا نہ کو مہاراج۔۔۔۔۔! میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔
 میں تمہارے دوارے سے بھی خالی ہاتھ لوٹ گیا تو پھر جیون میں میرے لئے باقی کیا
 رہا۔
 ”جو اس نہ کر، جا دفع ہو جا۔“ گویا داس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دھکارا اس کے لئے
 بڑی ترشح تھی۔

”تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے مہاراج۔ پر تو میں اس سے تک یہاں سے نہ
 جا جب تک تم منزل سے باہر آ کر میری بات نہیں سن لیتے۔“ میں فیصلہ کن آواز
 دلا۔

میرا جواب سن کر گویا داس اپنے ہونٹ چبانے لگا۔ اس کے تیور پہلے سے زیادہ
 اک ہو گئے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا، پھر اس نے اپنی
 انگلی آنکھوں کو بند کر لیا میرا خیال تھا کہ وہ پھر اپنے گمان دھیان میں گمن ہو گیا ہو
 منزل کے اندر میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ میرا دہاں سے بائوس لوٹا بھی
 سب نہیں تھا۔ ابھی میں اسے منزل سے باہر لانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ گویا
 داس نے دوبارہ اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اسکی شعلہ بار آنکھوں میں خون کی سرخ پہلے سے
 ادا شدید نظر آ رہی تھی۔ تیور بھی انتہائی خطرناک ہو چکے تھے، میں سمجھ گیا کہ اس نے
 تمہارے اپنے بیروں سے میرے بارے میں مکمل حالات معلوم کر لئے ہیں، اور اب
 تمہارے منزل سے باہر آنا ناممکن ہے۔ لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ گویا داس مجھے گھورتا
 اپنا آسن چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے وہ کوئی دیو زاد لگ
 رہا تھا۔ میرا اور اس کا مقابلہ شیر اور بھیڑ کا مقابلہ تھا۔ اگر اس وقت میری جگہ کوئی اور
 معمولی حیثیت کا پنڈت بچاری ہوتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا۔ لیکن میں نے گویا داس کے تن
 و توش کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ میرے پاس ادبیتی دیوی کی دان کی ہوئی تھکتی تھی، مجھے اپنی
 زبان تھکتی پر مجبور نہ تھا۔ پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد میرے حوصلے اور بلند ہو چکے
 تھے۔ چند لمحوں تک ہم دونوں ایک دوسرے کو عقابانی نظروں سے گھورتے رہے پھر گویا
 داس نے سب آواز میں کہا۔

”مورکھ! میرا کہا مان، تیری مکتی اسی میں ہے کہ میری آگیا کا پالن کر اور میرے
 استحقاق سے چلا جا۔“
 ”میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں گویا داس جی پر تو پہلے تمہیں منزل سے

گویا داس تن و توش کے اعتبار سے مجھ سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کے سر اور سینے
 بال خود رو جھاڑیوں کی مانند بڑھ رہے تھے۔ داڑھی اور مونچھ کے لائے لائے بالوں نے
 اس کے چہرے کے بیشتر حصوں کو چھپا رکھا تھا۔ بقیہ جسم میل کی تھوں کے نیچے دبا ہوا تھا
 اسکی آنکھیں دیکھنے انگاروں کی مانند روشن تھیں، منزل کے اندر بیٹھا وہ مجھے بڑی خوش
 نظروں سے گھورتا رہا تھا، تیور خراب تھے۔

میں نے دل ہی دل میں ادبیتی دیوی کا شہ نام لے کر قدم آگے بڑھائے۔ لاجوتی۔
 مجھ سے جو کچھ فرضی فیصلہ کے سلسلے میں بتایا تھا اس نے میرا دماغ پلٹ دیا تھا۔ میں نے
 کر لیا تھا کہ گویا داس کو ایسا مڑا چکھاؤں گا کہ وہ ایک عرصہ تک مجھ کو یاد رکھے گا میرے
 دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں ایک اہم معرکہ سر کرنے کے ارادے سے آگے بڑھ
 رہا تھا کہ گویا داس کے بھدے ہونٹوں کو جنبش ہوئی، اس کی کرسٹ آواز غار کے در
 دیوار سے لگراتی ہوئی ابھری۔

”مورکھ! جہاں ہے وہیں تھم جا۔ اگر منزل میں آیا تو جل کر بھسم ہو جائے گا۔“
 غصے کی انتہا کی وجہ سے میں منزل کے خیال کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ گویا داس نے
 احساس دلایا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ لیکن میری نظریں بدستور اپنے دشمن کے
 چہرے پر مرکوز تھیں۔

”کون ہو تم؟ یہاں کیا لینے آئے ہو؟“ گویا داس نے اسی لمحے میں پوچھا۔ میں محسوس
 کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اسے اپنی مصروفیت میں میری مداخلت ناگوار گزری ہے۔ مگر میں اپنے
 ترنگ میں تھا۔ اسکی ناگواری کو نظر انداز کر کے کہا۔

”مہاراج! میرا نام منوہر ہے۔ کیا تمہارے بیروں نے تمہیں میرے بارے میں کچھ
 نہیں بتایا۔“

”چلا جا یہاں سے۔“ گویا داس نے حقارت اور بڑاری کے طے چلے تاثرات چہرے
 پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ”میں جیون تیاگ چکا ہوں، دھرتی پر بسنے والے منشوں سے میرا کوئی
 سبندہ نہیں، تجھے یہاں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔“

”پاپی! تیرے من کا کھوٹ تجھے نشٹ کر دے گا“ تو نے گوپال داس کے گیان دھیان میں دخل دے کر اچھا نہیں کیا، پرتو ابھی سے ہے، میں تجھے شکر سکتا ہوں۔“

”سچ مہاراج۔۔۔۔۔!“ میں نے معصومیت سے کہا، پھر مسکرا کر بولا۔ ”اس سے تم غصے میں مجھے لاجوئی سے زیادہ سندر لگ رہے ہو۔“

”کیسے تو گوپال داس کا اہلن کر رہا ہے۔“ گوپال داس اتنی زور سے گرجا کہ در دیوار تک لرز اٹھے۔ ”میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔“

”پورن لال مہاراج نے بھی ایک بار مجھے یہی دھکی دی تھی، پرتو انجام کیا ہوا؟ کیا تمہارے ہیروں نے تمہیں میری فکتنی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔۔۔۔۔؟“

”پاپی تو اس طرح نہیں مانتے گا۔“ گوپال داس نے کڑک کر کہا۔ پھر قدم بڑھاتا ہوا

منزل سے باہر آکر بولا۔ ”کیسے، لے میں نے تیرا کہا مان لیا۔“

لاجوئی مجھے بتا چکی تھی کہ گوپال داس کس پائے کا بیماری ہے اس لئے اس کے باہر آتے ہی میں نے ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا، دشمن کو موقع دینا دانشمندی کے متانی تھا، میں نے تیزی سے منتر پڑھ کر گوپال داس کی طرف پھونکا۔ میرے منتر کے ہیروں نے زہریلے ناگوں کے روپ میں نمودار ہو کر گوپال داس پر یلغار کر دی۔ لیکن گوپال داس غالباً منزل سے باہر آتے وقت محتاط ہو چکا تھا۔ اس نے جھلا کر اپنا سیدھا چہرہ زمین پر مارا تو دیکتی آگ کے خطرناک شعلے نمودار ہوئے۔ اور میرے ہیروں کو بھسم کر کے غائب ہو گئے، میں دوسرا وار کیا۔ گوپال داس نے اسکا توڑ بھی کر دیا۔ میں نے تیسری بار ایک انتہائی خطرناک اور آزمودہ منتر کا جاپ کر کے حملہ کیا۔ اس بار گوپال داس جہاں کھڑا تھا وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ گوپال داس زندہ درگور ہو جائے، لیکن ایسا نہیں ہوا، زمین پھٹنے سے پہلے وہ ایک پل کو لٹکرایا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ ہوا میں معلق نظر آنے لگا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ گوپال داس نے مجھے سنجیدہ پایا تو ہنس کر بولا۔

”میں تمہارے گرد کا بھی گرد ہوں بالک، تم نے مجھ سے ٹکرانے کی بھول کر کے اچھا نہیں کیا، ابھی میں کیول تمہارے منتروں کا توڑ کر رہا ہوں۔ تمہیں جتنے جنز منتر آتے ہیں سب آزما ڈالو۔ اس کے بعد میں تمہیں گورد اور چیلے کا فرق سمجھانے کی کوشش کروں گا۔“

میں نے تھلا کرتا بو توڑ حملے شروع کر دیے۔ لیکن میرا ایک وار بھی کارگر ثابت نہ ہوا، گوپال داس مسکرا مسکرا کر میرے حملوں کا توڑ کرتا رہا، مجھے پہلی بار اپنی حماقت کا

باہر آنا ہو گا۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”پاپی!۔۔۔۔۔!“ گوپال داس کے چہرے کی کرخنگی دو چند ہو گئی۔ سرد آواز میں بولا۔ ”تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس فکتنی سے بات کر رہا ہے مورکھ، تیرے من میں ہے اور تیرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔ یہ میں جان چکا ہوں، لاجوئی کی سندرنا کے جال میں پھنس کر تو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔“

”منزل کے اندر کھڑے ہو کر ایک معمولی درجے کا بیماری بھی ایسی باتیں کر سکتا ہے مہاراج!“ میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ ”زرا منزل سے باہر آکر دیکھو مہاراج، لاجوئی کی سندرنا کا جال تمہیں اور زیادہ سندر نظر آئے گا۔“

”مورکھ! اپنی ہٹ سے باز آ جا، تجھے پچھتا پڑے گا۔“ گوپال داس نے تیز آواز میں جواب دیا۔

”اس کا فیصلہ آئندہ سے کرے گا مہاراج کہ کسے پچھتا پڑے گا۔“ میں نے گوپال داس کو غصہ دلاتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم سچ سچ مہمان فکتنی کے مالک ہو تو مرد بنو اور منزل سے باہر آ کر بات کرو۔“

”کیسے تو گوپال داس کے منہ آ رہا ہے؟ پورن لال کو کشت دے کر تو اونچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ گوپال داس غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ ”کیا تجھے اپنے جیون سے کوئی پیار نہیں۔“

”گوپال داس!“ اچانک میں نے اسے لکارا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سے برباد کر رہے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ تمہارے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔ تم نے فیصلہ کر کے روپ میں کسی اور سندری کو میرے پاس بھیج کر یہی چاہا تھا کہ میں تمہیں کشت دینے کا دھیان من سے نکال دوں، پرتو یہ تمہاری بھول تھی، منوہر کے من کو اس سے تک چین نہیں آئے گا، جب تک تم بھی پورن لال کی طرح اس کے چہروں میں سر رکھ کر دیا کی ٹھٹھکا نہیں مانگو گے۔“ میرا جواب سن کر گوپال داس سر تپا کانپنے لگا، اسکا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا۔ اسکی خون انگشتی آنکھیں میرے چہرے پر جی ہوئی تھیں، ایک لمحے تک وہ کھڑا بیچ و تاب کھاتا رہا پھر کڑک کر بولا۔ ”پرادمی، میں آخری بار کہتا ہوں کہ میرے استھان سے چلا جا، میں اس پوتر جگہ کو تیرے گندے خون سے پلید نہیں کرنا چاہتا، تیری کتنی اسی میں ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔!“ میں نے تھنیک آمیز لہجے میں کہا۔ ”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھ پر جیون دان کس کارن کر رہے ہو؟“

ہا۔

”ادبئی صمان ہے منوہر، وہ اپنے سیوکوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی، وہ تمہاری سسائتا ن کرے گی پر خواب تمہیں اس کے لئے سے کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

لاجونتی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن اتنا میں بہر حال جانتا تھا کہ منزل میں بیٹھے ہوئے کسی بیماری کو اس وقت چھیڑنا جب وہ کسی جاپ میں مگن ہو ہمیشہ خطرناک مانج پیدا کر رہا ہے، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اس کے باوجود میری جھلاہٹ کم نہیں دئی۔ میں لاجونتی کو گھورتے ہوئے بولا۔

”گوپال داس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا، کیا اس کی خبر دیوی کو نہیں تھی؟“

”دیوی من کا بھید بھی جانتی ہے منوہر، پرنتو تمہاری بھول نے اسے بھی ناراض کر دیا تھا۔“ لاجونتی نے کہا پھر جلدی سے بولی۔ ”تمہیں اتنی جلدی تراش نہیں ہونا چاہئے۔ دیوی کی کرپا تمہیں تمہاری آشاؤں میں اوش سچل کرے گی۔“

لاجونتی کا جواب میری تسلی کے لئے ناکافی تھا۔ میرے دل میں گوپال سے انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ سکون کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بوجھ تھا۔ میں نے لاجونتی سے کچھ اور کہنا چاہا لیکن لاجونتی نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ بولی۔

”دیوی دیوتاؤں کے بھید، دیوی دیوتاؤں کو ہی معلوم ہوتے ہیں منوہر، منش کو ہمت سے کام لینا چاہئے، کون جانے کل کیا ہونے والا ہے ہو سکتا ہے کہ گوپال داس کو تم سے معافی مانگنی پڑے۔“

”معافی۔۔۔۔۔۔“ میں نے چڑ کر کہا۔ ”اس خیال کو دل سے نکال دو لاجونتی کہ میں اسے معاف کر دوں گا، جب تک میں اس کے خون سے اپنی انتقام کی آگ کو سرد نہ کر لوں گا مجھے چین نہیں ملے گا۔“

”کیا تم لاجونتی کی پرارتھنا بھی نہیں سنو گے منوہر۔“ لاجونتی مجھم التجا بن گئی۔ حسن نے عشق کے سانے جھولی پھیلائی تو میں موم پڑ گیا۔ قدرے نرم آواز میں بولا۔

”تمہارا کہا میں نے کبھی نہیں سنا لاجو! پرنتو میں اپنے اہلن کو نہیں بھلا سکتا۔“ لاجونتی نے مجھے نرم پڑتے دیکھا تو میرے اور قریب آ گئی۔ اس نے مجھے تھین دلاتے ہوئے کہا۔

”منوہر، میرا من کہتا ہے کہ گوپال داس کے جیون کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔“

تھا جنہوں نے مجھے آسمان پر چڑھایا پھر اٹھا کر زمین پر لا ڈالا تھا۔ میں تھلا کر کراہتا ہوا اٹھا۔ دور دور تک کسی انسان کا سراغ نظر نہیں آتا تھا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ میرا ذہن جوڑ جوڑ میں ہونے والی تکلیف سے چکرا رہا تھا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ پشت سے کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے گھوم کر دیکھا تو لاجونتی میرے سامنے کھڑی تھی۔

”تم۔۔۔۔۔۔“ میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

”ہاں مہاراج، میں تمہاری داسی۔“ لاجونتی نے بڑے پیار سے جواب دیا، میرا پارہ چڑھ گیا۔

”کھینٹی، تو اس وقت کہاں مر گئی، تھی جب گوپال داس مجھے کشت دے رہا تھا۔“ میں نے غصے سے چلا کر کہا۔

”میں مجبور تھی مہاراج، مجھے حالات کا علم بعد میں ہوا۔“ لاجونتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

”گواس نہ کر۔“ میں کڑک کر بولا۔ ”میرا اہلن تیرے کارن ہوا ہے تو نے ہی مجھے گوپال داس سے ٹکرانے کا مشورہ دیا تھا۔ تو نے کہا تھا کہ میں صمان ٹھنکی کا مالک ہوں، تو نے مجھے دشواس دلایا تھا کہ ادبئی دیوی کی صمان ٹھنکی اپرم پار ہے۔ وہ میری سسائتا کرے گی۔ پرنتو ایسا نہیں ہوا۔ کیوں؟“

لاجونتی خاموش کھڑی رہی۔ میں دیوانگی کے عالم میں اسے جی بھر کر گالیاں دیتا رہا، جب میں اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو لاجونتی نے بدستور ہاتھ باندھے ہوئے کہا۔

”منوہر، میں نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ تھا پرنتو تم سے بھول ہو گئی۔“

”بھول ہو گئی مجھ سے؟“ میں نے جھلا کر کہا۔ ”تجما مجھ سے کیا بھول ہوئی تھی؟“

”دھیرج سے کام لو منوہر، تم اب بھی صمان ٹھنکی کے مالک ہو۔“ لاجونتی بولی۔ ”جس سے تم غار میں گئے۔ اس سے گوپال داس شیو ٹکر مہاراج کے جاپ میں مگن تھا۔ تمہارے چرنوں کی جاپ نے گوپال داس کے گیان دھیان میں خلل ڈالا تو دیوتاؤں کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ تمہیں شیو ٹکر کی ناراضگی نے ٹھکست دی ہے منوہر، اس میں گوپال داس کی ٹھنکی کو کوئی دخل نہیں۔“

”ادبئی دیوی نے میری سسائتا کیوں نہیں کی؟“ میں نے کسی قدر نرم پڑتے ہوئے

میں وجہ دیتا ہوں کہ اب کبھی تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔
 ”مجھے دشواری ہے پورن لال کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے اوش پورا کر دو گے۔“ میں غلوں سے اسے معاف کرتے دھوئے کما پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پورن لال مجھے

بہ نظروں سے دیکھتا ہوا کوٹھری سے باہر چلا گیا۔
 کھانا کھانے کے بعد میں حکم دور کرنے کے خیال سے لیٹ رہا۔ پورن لال نے
 2 ہوئے کما تھا کہ وہ مندر ہی کے اندر موجود رہے گا۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو اسے بلا
 جائے۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا لیکن یہ کچھ دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔ میں کتنی دیر
 سو خواب رہا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ جب میری کھلی تو شام ہو چکی تھی۔ میں اٹھ کر
 لہری سے باہر آیا۔ منہ ہاتھ دھونے سے طبیعت کچھ ہلکی ہوئی۔ دوبارہ کوٹھری کی سمت
 بے لگا تو پورن لال راستے میں مل گیا۔ لاجوئی بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ دونوں کے
 ہاتھ تھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے لاپرواہی سے پوچھا۔

”کیا بات ہے پورن لال جی، کس وجہ میں گم ہو؟“
 ”منوہرا“ پورن لال اپنا نکلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ ”مگر گویا داس نے تمہارے
 جو برتاؤ کیا ہے اس کی خبر مجھے لاجوئی سے مل چکی ہے مجھے یہ خبر سن کر دکھ ہوا۔“
 ”سے سے کی بات ہے پورن لال۔“ گویا داس کا نام سن کر میں نے سنجیدگی سے
 ب دیا۔ ”مجھ سے بھول ہو گئی تھی جو گویا داس کو جاپ کرتے سے لگا کر بیٹھا۔ پرتو
 تک میں اس سے اپنے اہلخانہ کا بدلہ نہ چکا لوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔“
 ”تم نے مجھے شکر کے بڑی کیا کی ہے برہمچاری، اگر تمہاری آگیا ہو تو میں گویا
 سے تمہارے اہلخانہ کا بدلہ لینے کو تیار ہوں۔“
 ”نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ”گویا داس نے میرا اہلخانہ کیا ہے“
 میرا دشمن ہے، میں اس کے گھمنڈ کو توڑوں گا۔“

پورن لال نے بہتیرا چاہا کہ میں اسے گویا داس سے ٹکرانے کی اجازت دے دوں
 ان میں نے اسے سختی سے منع کر دیا، گویا داس کا ذکر چھڑ جانے سے میری طبیعت پھر
 بد ہو گئی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر لاجوئی سے پوچھا۔
 ”مجھے یہاں اس مندر میں کیوں لایا گیا ہے؟“

”دیوی کی بیوی آگیا تھی مہاراج!“ لاجوئی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ ”مندر کا پوتر
 اہلخانہ ہمیں گندی آتماؤں سے محفوظ رکھے گا۔ دیوی نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک اس

کہا۔
 ”ہائین!“ پورن لال سرد لہجے میں بولا۔ ”اگر منوہر کو کچھ ہو جاتا تو دیوی۔۔۔۔۔۔
 تجھے کبھی شام نہ کرتی۔“

لاجوئی نے سسے ہوئے لہجے میں کہا۔ پورن لال نے چونکہ میری طرفداری میں لاجوئی
 کو ڈانٹا تھا اس لئے میں نے اسے سرزنش کرنا ارادہ ترک کر دیا اور سپاٹ آواز میں کہا۔
 ”جانے دو پورن لال جو کچھ ہوا اس میں لاجوئی کے ساتھ میری بھی غلطی تھی۔“
 پورن لال میری مرضی پا کر خاموش ہو گیا۔ پھر مجھے اپنے ہمراہ مندر کے اندر ایک
 کوٹھری میں لے گیا جو غالباً مدت سے خالی پڑی تھی ایک پلنگ اور دو کرسیوں کے علاوہ
 وہاں کوئی اور سازد سامان نہیں تھا کوٹھری میں داخل ہو کر پورن لال بولا۔
 ”پدھارو مہاراج، میں تمہارے لئے بھوجن کا بندوبست کرتا ہوں۔“

پورن لال کی آواز میں کک محسوس کر کے میں تار گیا کہ میرے ہاتھوں شکست کھانے
 کے بعد وہ مجھے مہاراج کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے پر خفگی اور احساس کمتری
 کے طے جلتے تاثرات موجود تھے۔ اپنا جملہ مکمل کر کے وہ جانے کے لئے گھوما تو میں نے
 اسے روکتے ہوئے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

”پورن لال میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت کچھ بیاکل اور بچھے بچھے لگ رہے ہو۔“
 ”تم آرام کرو مہاراج میں تمہارے بھوجن کا بندوبست کر کے ابھی آتا ہوں۔“ پورن
 لال میری بات نظر انداز کر کے دوبارہ بیچوں کے بل گھوما تو مجھے اس پر ترس آ گیا۔ میں نے
 اسے ایک عرصے تک اپنا گردہ کما تھا۔ اسے مجھ پر برتری حاصل تھی لیکن ادنیٰ دیوی کے
 منتر نے اسے میرے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس وقت اس کی بھی بھی
 حالت دیکھ کر مجھے رحم آ گیا۔ میں نے اسے دوبارہ روکتے ہوئے قدرے نرم آواز میں کہا۔
 ”سنو پورن لال، حالات نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں تمہیں تمہاری غلطیوں کی سزا
 دوں لیکن اب میرے من میں تمہاری طرف سے کوئی کھوٹ نہیں، جو کچھ ہوا اسے بھول
 جاؤ، وہ دیوی کی مرضی تھی، تم بھی مجھے منوہرا برہمچاری کے نام سے پکار سکتے ہو۔“

پورن لال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی جگہ خاموش اور نظریں جھکائے
 کھڑا ہونٹ چباتا رہا۔ میں نے اس کی خاطر خواہ دلجوئی کی تو اس کے دل کا غبار چھٹ گیا۔
 وہی عقیدت سے بولا۔

”منوہر، تیرے بچ مہان شکتی کے مالک ہو، تم نے میری غلطیوں کو شکر کے مجھے خرید

کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تم مندر سے باہر نہیں نکلو گے۔“

”وہ کس لئے؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”دیوی نے مجھے اس کا کارن نہیں بتایا تھا۔“

لاجوتی کی بات نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ پہلے میں یہی سمجھا تھا کہ اس نے مجھے ویرانے میں بھٹکنے والی گندی ارداف سے محفوظ رکھنے کی خاطر مندر میں پہنچایا ہے۔ لیکن اب میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ میری حیثیت مندر میں ایک قیدی کی سی ہے جہاں پورا لال کو مجھ پر تعینات کیا گیا ہے۔ میں اپنے خیالات میں گم تھا کہ معا“ ایک نیا خیال بنا سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ ”کیس ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کی خاطر مجھے اپنے کسی سنہری جال میں پھانسنے کی کوشش کی ہو اور لاجوتی اس کا ساتھ دے رہی ہو؟“ اس خیال کے ابھرتے ہی میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ میں۔ پورن لال کو گھورتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

”پورن لال تم اس مندر میں کب سے ہو؟“

”میں آج ہی آیا ہوں منوہر، دیوی کی آگیا تھی کہ میں تمہارا سواگت کروں۔“

”کیا دیوی نے تم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے اس مندر میں کب تک رہنا پڑے گا؟“

میں نے دوسرا سوال کیا۔

”دیوی کی شکلی آپرم پار ہے برہمچاری۔“ پورن لال نے کہا۔ ”سیوک کی اتنی ہمد

نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے کسی آگیا کا کارن پوچھے۔“

پورن لال کا جواب معقول تھا میں پھر سوچ میں پڑ گیا حالات کے تانے بانے ایک پھر میرے گرو اپنا حلقہ تنگ کرنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گوپال داس۔ ہاتھوں اپنی شکست کو کیا سمجھوں؟ لاجوتی اور پورن لال کے بارے میں کیا سوچوں؟ یہ ذہن فلما بایاں کھاتا رہا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ لاجوتی دیوی کے لئے درشن جاد کروں اور براہ راست اس کے حقیقت معلوم کروں؟ یہ خیال زیادہ مناسب تھا چنانچہ میں نے اسی وقت اعلان کیا اور اپنی کوشش میں جاکر مرگ چھالے پر بیٹھ کر لاجوتی دیوی کا درش جاپ شروع کر دیا۔ جاپ کے بول دہراتے دہراتے مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی بیچ وقت کا احساس نہیں رہا۔ میں پوری توجہ سے اپنے جاپ میں منمک تھا کہ صندل کی خوشبو کا ایک جھونکا میری ناک سے ٹکرایا۔ یہ دیوی درشن کی علامت تھی۔ میں نے اپنے آنکھوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ چند لمحوں تک گھپ اندھیرا طاری رہا۔ پھر تاریکی کے بادا

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میری آنکھیں بدستور بند تھیں لیکن میں لاجوتی کو دیکھ رہا تھا، دیوی جو آکاش کی تمام سندرتا کو اپنے کول کھ پر بیٹھے میرے سامنے انداز میں کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے دیوی کو مخاطب کرنا۔

اب اس سے پشیمری دیوی کے یا قوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

”منوہر، تم نے میرا درشن جاپ کر کے مجھے بلایا ہے، کو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”دیوی تیرا سیوک بیا کل ہے، میرے من کو شانت کر۔“

”دھرج سے کام لو منوہر۔“ لاجوتی دیوی نے اپنا خوبصورت ہاتھ اٹھا کر مجھے اشارے پپ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتی ہوں کہ تمہاری بے چینی کا کارن کیا دیوی اپنے سیوک کے من کا حال سمجھ رہی ہے پرنتو بھول، تمہاری ہی تھی۔ تم نے لال کے سیوک کو منزل میں جاپ کرتے سے چھیڑ کر اچھا نہیں کیا تھا۔“

”وہ میری بھول تھی دیوی، مجھے شاکر دے۔“ میں نے گڑگڑا کر کہا۔

”منش اگر بھول کرے تو اسے شاکا جا سکتا ہے۔ پرنتو تم ایک پجاری ہو منوہر، تم مان شکتی پراپت کی ہے اور جو پجاری ممان شکتی پراپت کر لیتا ہے اسے دیوی دیوتاؤں رضی کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔“ اس بار دیوی نے مہری سبندگی اختیار کرتے ہوئے خشک میں کہا۔ ”تمہاری بھول نے گوپال داس کو تمہارے مقابلے میں سہیل کیا ہے، اب اس پر وجہ پانا بڑا کٹھن ہو گیا ہے۔“

”ایمان نہ کہہ دیوی۔“ میں نے تڑپ کر کہا۔ ”اپنے سیوک کو ایک چھوٹی سی غلطی کی بڑی سزا نہ دے، میں ہاتھ باندھ کر شاکا کھٹنا مانگتا ہوں مجھے زراش نہ کر دیوی نہیں تو سیوک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔“

”کیا تم گوپال داس سے اپنا انتقام لینے کو بہت بیا کل ہو؟“ دیوی کا لہجہ ساٹ تھا۔

”میرا مان اسی میں ہے دیوی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں تیری اچھا (خواہش) اوسار اسے کشٹ دینے گیا تھا۔ لاجوتی نے مجھ سے یہی کہا تھا اگر میں اسے سراپ میں سہیل ہو گیا تو میں تیرا ممان سیوک بن جاؤں گا۔“

”لاجوتی نے غلط نہیں کہا تھا پرنتو تمہاری بھول نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔“

”میں مر جاؤں گا دیوی۔ مجھ پر کپا کر۔“ میں روہنسی آواز میں بولا۔ ”میں تیری آگیا

ابن میں اپنا جیون بھی لیدان کر سکتا ہوں مجھے شاکر دے دیوی، میری سمانت کر۔“

”میں تمہیں شاکر سکتی ہوں۔ پرنتو تمہیں اس کے لئے بھیٹ دینی ہوگی۔“ دیوی نے

[illegible]

یونی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”بولو، کیا تم تیار ہو؟“

”میں تن من دھن سے تیار ہوں۔“ میں نے تیزی سے جواب دیا۔

”اب جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے دھیان سے سنو۔“ دیوی نے میری آنکھوں میں

بھاکتے ہوئے کنا شروع کیا۔ ”جب کوئی پجاری دیوتاؤں کو ناراض کرتا ہے تو دیوتا اسے شام

کرنے سے پہلے اس کا امتحان بھی لیتے ہیں۔ تمہاری بھینٹ سویرا کرنے سے پہلے یا بعد

میں ہو سکتا ہے کہ شیو شکر تمہارا امتحان بھی لے۔“

”میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں دیوی۔“

"سنئے رہو منور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیوی نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیوتاؤں کا امتحان بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ تم میرے ممان سیوک ہو اس لئے میں تمہیں پہلے سے بتا رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ دیوتاؤں کی طرف سے بھیجی ہوئی آتما میں تمہارے راستے میں رکاوٹیں پیدا کریں ممکن ہے وہ بھانت بھانت کے روپ میں آئیں اور تمہارے من میں دیوی دیوتاؤں کی جانب سے کھوٹ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہی ہے تمہارے امتحان کا ہو گا۔ اگر تم نے ان آزمائش کو دھکا دیا۔ تو سپرل ہو گے اگر ان کی باتوں میں آمگئے تو پھر دیوتا تم سے سدا کے لئے رد شد جائیں گے۔"

”ایسا نہیں ہو گا دیوی۔“ میں نے اسے جلدی سے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ”منوہرنے بڑی کھٹنایاں اٹھانے کے بعد اور بڑی کھٹن پر کیشا کے بعد دیوی دیوتاؤں کا آشیرادو پر اپت کیا ہے۔ گندی آتماؤں کی پلید نکتیاں میری راہ میں رکاوٹ میں پیدا کر سکتیں۔ میں دیر (بادر) بکر ان کا مقابلہ کروں گا۔“

”مجھے دشواری ہے منور کہ تم ادش اپنی آشاؤں میں سچل ہو گے۔“ دیوی نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ پھر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بڑی نرم آواز میں بولی۔ ”برا آشیرواد تمہارے ساتھ ہے۔“

کچھ توقف کے بعد کہا۔ مجھے تاریکی میں امید کی کرن نظر آئی تو جلدی سے بولا۔

”میں تیری آگیا پر اپنا جیون بھی بھینٹ کرنے کو تیار ہوں۔“

”تمہاری بھگتی مجھے پرسن ہے منور۔“ دیوی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مگر شیو شکر نا نہ ہوتا تو میں تمہیں شاکر دیتی، پر تو اب تمہیں کیول شیو شکر ہی شاکر کر سکتا ہے اس لئے تمہیں بھینٹ دینی ہوگی۔“

”میں تیار ہوں اے ممان دیوی۔“
 ”تھیس شیو شکر کو خوش کرنے کے لئے کالی کے چروں میں کسی سندرناری کی بیج
 دینی ہوگی۔۔۔۔۔۔“ اوتی دیوی نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ ”کیوں ہی ایک لڑ
 ہے جو تھیس گویال داس کے مقابلے میں سہل کر سکتا ہے۔“
 ”میں شیو شکر مہاراج کے کارن دھرتی کی تمام سندرناریوں کو بحیثیت چڑھا
 ہوں۔“ میں نے تیزی سے کہا۔۔۔۔۔۔ ”تیرے سیوک کے لئے یہ کام مشکل نہیں
 گا۔“

”جذباتی مت بنو منوہر“ میری بات دھیان سے سنو“ دیوی نے براہ راست :
 آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ----- ”شیو شکر کے لئے ناریوں کی کمی نہ
 تمہاری ہیئت تمہارا امتحان ہوگی۔ تمہیں کالی کے پوتر چروں پر کسی ایسی ناری کو جو
 چڑھانا ہو گا جو تمہارے من مندر میں اپنا گھر بنا چکی ہو -----“

”نیمہ!“ میرے ذہن میں فوری طور پر نیمہ کا نام ابھرا۔ وہی ایک واحد لڑکی تھی
سے میں نے صحیح معنوں میں پیار کیا تھا لیکن بعد کے حالات نے مجھے اس متفرک کر دیا
میں اس سے آہستہ آہستہ دور ہوتا چلا گیا۔ ملاقات کے نشے نے اس کی یاد کو میرے
کے پردوں سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ لیکن میرے دل کی اتھاہ گھرائیوں میں اب
اس کی یاد دہی ہوئی تھی۔

”کس دھار میں کھو گئے منوہرا“ دیوی نے مجھے خاموش دیکھ کر پتختے ہوئے لہجے
 کہا۔ ”کیا تم شیو فکر کیلئے جھنٹ دینے کو تیار نہیں۔۔۔۔۔؟ تمہیں فیصلہ کرنا
 کوئی دشواری پیش آرہی ہے۔“

”سیوک کی کیا مجال جو وہ دیوی دیوتاؤں کی آگیا کا پالنہ کرنے سے انکار کر دے۔
میں نے جلدی سے کہا۔

”پھر کس دھار میں گم تھے؟“

”یہ تم کہ رہے ہو شبیرؑ“ لیجہ نے بچھے حسرت بھری سسکوں سے دیکھے ہوئے
اس کی خوبصورت آنکھوں سے کرب عیاں تھا۔ دیر ان نگاہوں سے سوالیہ انداز میں

تھے میں نے شرن لال کے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ پرنتو اب اگر تمہاری آ
 یسا ہو مہاراج تو میں تمہاری سندری کو داہیں لا سکتا ہوں۔“

”کیا تھا۔۔۔۔۔“

”پراو می۔۔۔۔۔ بند کر اپنی پلید زبان۔۔۔۔۔“ میں کڑک کر بولا۔ ”تو نے میرا اہلن کیا ہے۔ میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔“

”میں بنتی کرتا ہوں مہاراج، مجھے شاکر دو۔“

”تجھے شاکر دوں۔۔۔۔۔“ میں نے شرن لال کے منہ پر تھوکتے ہوئے نفرت سے کہا۔

”کیا تجھے پہلے اس بات کا دھیان نہیں آیا تھا کہ تو کس قسم سے نکل لینے کی کوشش کر رہا ہے؟“

”مجھ پر کیا کرو مہاراج۔ تمہاری قسمی اپم پار ہے۔۔۔۔۔“ شرن لال نے رو دینے والی آواز میں جواب دیا۔ ”میں دیوی دیوتاؤں کی سوکند کھا کر کتا ہوں کہ مجھے تمہارے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھ پر کیا کرو مہاراج۔۔۔۔۔“

”مہاراج کے بچے، تو منور مہاراج کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر اپنے بیروں کو اشارہ کیا تو انھوں نے شرن لال کو سر سے بلند کر کے اتنی زور سے ہنسی دی کہ شرن لال کا سر پھٹ گیا۔ اس کی کمرنگ چھین میرے لئے بے معنی تھیں۔ وہ زمین پر پڑا کسی فز کی ہوئی بھینس کی مانند ترپ رہا تھا۔ میں نے بیروں کو دوسرا اشارہ کیا تو انھوں نے شرن لال کی دونوں ٹانگوں کو ٹخوں کے پاس سے توڑ ڈالا۔ اور اس کی منھوس آنکھوں کو حلقوں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ شرن لال مای بے آب کی طرح ترپ رہا تھا۔ آنکھوں کے ڈھیلے حلقوں سے ابھرے تو وہ ایک بھیاںک جیج مار کر ساکت ہو گیا۔ نیکہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے حقارت سے شرن لال کے خون آلود جسم کو ایک ٹھوکر ماری پھر نیکہ کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ جہاں لاہوتی پہلے سے موجود تھی۔ لاہوتی نے نیکہ کو دیکھا تو مسکرا دی۔ نیکہ کبھی میری سمت حیرت بھری نظروں سے دیکھتی اور کبھی لاہوتی کی طرف۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبہ پھیلے ہوئے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ نیکہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گی۔ شرن لال کا انجام اس کی توقعات کے خلاف بڑا خوفناک اور حیرت انگیز تھا۔ میں نے دیدہ و دانستہ راستے میں نیکہ سے کوئی بات چیت نہیں کی۔ یوں بھی وہ لاہوتی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ میں اس سے دو قدم آگے تھا۔

وہ رات میں نے ایک مقامی ہوٹل میں گزار دی۔ اس خیال سے کہ کہیں نیکہ مجھ سے شرن لال کی موت کے سلسلے میں پریشان کن سوالات نہ کرے۔ میں نے ہوٹل پہنچنے ہی

دیکھ کر بولی۔ ”کیا تم سوچ سکتے ہو شبیر کہ میں تمہارے سوا کسی اور کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں۔ کیا تمہارا دل گوانی دتا ہے کہ میں کسی کافر کے ساتھ اپنی مرضی سے آئی ہوں گی۔۔۔۔۔“

”مجھے شرمندہ نہ کرو نیکہ، مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے میں جانتا ہوں کہ شرن لال نے تمہارے سلسلے میں زبردستی سے کام لیا ہے۔“ میں غرایا۔ ”اس کیلئے کو اپنے کئے کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔“

”مجھے یہاں سے نکال لے چلو شبیر!“ نیکہ نے الجھا کی۔۔۔۔۔ ”یہاں میری روح کو کھلا گیا ہے، مجھے اذیتیں دی گئیں ہیں شبیر۔ میری شرم و حیا کی دھجیاں اڑا لی گئی ہیں مگر میں بے بس تھی، مجبور تھی۔۔۔۔۔ سوائے اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے اور کچھ نہ کر سکی۔“

نیکہ کی آہ و زاری میرے انتقام کی آگ کو ہوا دے رہی تھی۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ شرن لال اس وقت مجھے کہاں مل سکے گا لیکن مجھے اس سوال کی ذمت نہیں اٹھانی پڑی۔۔۔۔۔ میری نظریں اس شخص پر جم کر رہ گئیں جو میرے سامنے دوسرے کمرے کے دروازے پر کھڑا مجھے قبر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے چلنے اور تپور سے بھانپ گیا کہ شرن لال یہی ہے۔ میں نے نیکہ کو ایک طرف کر دیا، میرے سینے میں شعلے بلند ہونے لگے۔ میں نے شرن لال کو قبر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”کیا تو ہی شرن لال ہے؟“

”تم نے ٹھیک پہچانا، میں ہی شرن لال ہوں۔۔۔۔۔ پر تو کون ہے؟ میرے گھر میں تو کس کی اجازت سے داخل ہوا ہے؟“ شرن لال نے آگے بڑھتے ہوئے کشت لہجے میں کہا۔

”کیلئے، میں ابھی تجھے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔۔۔۔۔؟“ میں نے چلا کر کہا پھر ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیروں نے شرن لال کو جکڑ کے بے بس کر دیا۔۔۔۔۔ شرن لال اس اچانک افتاد پر بوکھلا گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کتا میں نے گرج کر کہا۔

”پاپی، کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ سندھو ناری میری دھرم جتی ہے؟“

”مہاراج، شرن لال میرے بیروں کے شیعے میں پھڑ پھڑاتا ہوا بے بسی سے بولا۔ ”مجھے شاکر دو مہاراج۔ مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ میں اس ناری کے کوئل شریہ کو دیکھ کر دیوانہ

”شیر، کہاں چلے گئے تھے تم۔ میں دن بھر بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتی رہی۔ ایک ایک لمحہ میرے لئے عذاب جاں تھا۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا شیر کہ کہیں تم پھر مجھ سے منہ نہ موڑ لو۔“

”اب ایسا نہیں ہو گا نعیمہ! اب تم ہمیشہ میرے پاس رہو گی۔ میرے قریب۔“ میں نے نعیمہ کو جھوٹی تسلی دیتے ہوئے کہا پھر اسے لے کر مسری پر آ گیا۔

”شیر!“ کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد نعیمہ نے دہلی زبان میں کہا۔۔۔ ”تم نے اس کیلئے ہنڈ کو کس طرح مارا تھا؟ میں ابھی تک ان خوفناک لمحوں کو نہیں بھلا سکی۔ مجھے یقین نہیں آتا شیر، مجھے بتاؤ شیر کہ وہ سب کیا تھا؟“

”وہ میری قوت تھی میری جان! جس نے شرن لال کو موت کی نیند سلا دیا۔“ میں نے نعیمہ کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر تم نے اسے کس طرح مارا؟ تم تو اس سے دور کھڑے تھے۔“ نعیمہ نے حیرت سے پوچھا۔ ”کیا تمہارے پاس کوئی پراسرار قوت ہے؟“

”ہاں“ میں نے نعیمہ کو ٹالنے کی خاطر مسکرا کر جواب دیا۔ ”میرے قبضے میں ایک جن آ گیا ہے۔ اسی کے ذریعے میں نے تمہارا سراخ لگایا۔ پھر شرن لال کو کیفر کردار تک پہنچایا۔“

”اور۔۔۔ اور یہ نرکی کون ہے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟“ نعیمہ نے ڈرتے ڈرتے دہلی زبان میں پوچھا۔ وہ غالباً ماضی کی وہ تمام باتیں بھول چکی تھی جو سحر زدہ حالت میں اس کے ساتھ ہو چکی تھیں۔ میں نے اس سوال کے جواب سے کتراتا چلا۔ لیکن جب نعیمہ کا اصرار شدید ہو گیا تو میں نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”لاجوتی بھی تمہاری ہی طرح ایک مجبوری کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے اسے سہارا دیا ہے لیکن تم اپنے دل میں کوئی میل نہ لانا۔ میری نیت اس کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ اس کے ماں باپ بتارس میں رہتے ہیں۔ مجھے تمہاری بازیابی کی جلدی تھی اس لئے اسے ساتھ لے آیا تھا۔“

نعیمہ نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں چھپی حقیقت جاننا چاہتی تھی مجھے اس کی سادگی اور معصومیت پر ہنسی آ گئی۔ اس غریب کو بھلا کیا معلوم تھا کہ میں شیر سے منور لال مہاراج بن گیا ہوں اور جس کے قبضے میں ہزاروں منتروں کے ہر موجود تھے جو دیوی دیوتاؤں کا مہمان سیوک بن چکا تھا۔ وہ بھلا میرے بارے میں کیا جان

اسے اپنے ایک منتر کے ذریعے سلا دیا۔ لاجوتی میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ نعیمہ کی بازیابی سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔ میں نے اسے بھی چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ دوسری صبح پوچھنے سے پیشتر میں نے لاجوتی کے ذریعے نعیمہ کو کلکتہ کے ایک ہوٹل میں منتقل کرا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کالی کا سب سے بڑا مندر کلکتہ میں ہے۔ میں اپنی بھیٹ اسی مندر میں جا کر کالی کے چرنوں میں گزارنا چاہتا تھا۔

صبح کو نعیمہ جاگی تو اس کی آنکھوں میں گزشتہ روز کا تجسس بدستور باقی تھا۔ اس نے مجھے قریب دیکھا تو بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن لاجوتی کے عین وقت پر آ جانے سے اسے موقع نہ مل سکا۔ میں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ضروری کام کا بہانہ کیا اور ہوٹل سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ میری واپسی شام سے پہلے نہیں ہو گی۔ میں کالی کے مندر کے پجاری سے مل کر یہ بھی دریافت کرنا چاہتا تھا کہ بھیٹ کا کون سا وقت مناسب رہے گا۔ ہوٹل سے نکل کر میں سیدھا بڑے مندر گیا۔ مندر کے پجاری نے میری زبان سے بھیٹ کا سنا تو دنگ رہ گیا۔ پہلے اس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے مجھے کوئی دیوانہ یا مجرم سمجھ رہا ہو لیکن جب میں نے اپنی مہمان کشی کے زور سے اسے اپنی بابت تفصیل سے بتایا تو اس نے میرے پاؤں تھام لئے پھر کچھ دیر بعد بولا کہ سنیچر کا دن دیوی کے چرنوں میں بھیٹ گزارنے کے لئے سب سے زیادہ

مناسب رہیگا۔ جس روز میں پجاری سے ملا تھا وہ جمعرات کا دن تھا۔ میں نے پجاری سے مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی سے وہاں سے اٹھ گیا۔ شام کو جھپٹنے کے وقت ہوٹل میں داخل ہوا تو نعیمہ اور لاجوتی دونوں کو سوچوں میں غرق پایا۔ میں نے اشارہ کیا تو لاجوتی اٹھ کر ملحقہ کمرے میں چلی گئی۔ نعیمہ کی اواس آنکھوں میں جھلکنے والی سہمی دیرانی دیکھ کر میرا ہجر دل بھی موم پڑ گیا۔ لاجوتی کو اسی غرض سے میں نے وہاں سے ہٹایا تھا کہ نعیمہ سے کچھ باتیں کر سکوں۔ ہر چند کہ میں ادیتی دیوی کے حکم پر نعیمہ کو کالی کے چرنوں میں بھیٹ دینے کا ٹھوس ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل اس کی جانب کھینچ رہا تھا۔ نعیمہ میری بیوی تھی۔ وہ مجھے ایک عرصے بعد ملی تھی۔ اور دو روز بعد پھر ہمیشہ کے لئے بچھڑنے والی تھی۔ میں ان دو دنوں میں اسے جی بھر کے پیار کرنا چاہتا تھا۔ نعیمہ بھی شاید اسی لمحے کی خنجر تھی۔ لاجوتی دوسرے کمرے میں چلی گئی تو اس نے بھیٹ کر درمیانی دروازہ بند کیا۔ پھر دوڑ کر مجھ سے دیوالوں کی طرح لپٹ گئی اور التجا آمیز لہجے میں بولی۔

”شیر“ نعیمہ نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔۔۔ ”تم نے میری باتوں کا جواب نہیں دیا۔ کیا مجھے ٹاننا چاہتے ہو؟“

”میں اور تجھیں ٹانے کی کوشش کروں گا۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میری زندگی۔“ میں شیر حسن خان کا گلا گھونٹ کر پھر سے منوہر لال بن گیا۔ منوہر لال جس کے لئے دیوی کی آگیا کا پالن کرنا ضروری تھا۔

نعیمہ کی خوبصورت آنکھوں میں معصوم شکایت تھی۔ وہ مجھ سے کچھ اور کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔ اور تھکیٹ کر اپنی آغوش میں چمپا لیا۔ نعیمہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ اس کی خود سہرگی میں شکایت کا انداز تھا۔ لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا میں پوری طرح منوہر لال بن گیا۔ مہمان نکتیوں کا ملک جس سے پورن لال نے کہا تھا کہ سندھ ناریاں پنڈت پجاریوں کے من کو بہلانے کے لئے ہوتی ہیں۔ نعیمہ اس وقت میرے لئے ایک سندھ ناری بن گئی۔ میں اس کے کول شریر سے کھیلنے لگا۔ نعیمہ نے میری پیش قدمیوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے ایک مشرقی بیوی کا فرض ادا کرتی رہی۔ اور میں منوہر لال بن کر اس کے کول شریر کی بھینی بھینی خوشبوؤں کو سونگتا رہا۔ بہنوئے اور پھول کا کھیل ختم ہوا تو میں نے دوسری طرف کروٹ لے کر آنکھ بند کر لی۔ نعیمہ نے بے ترتیب لباس کو دوست کیا۔ پھر میرے سرانے بیٹھ کر اپنی نازک نازک انگلیوں سے میرے بالوں میں سکتی کرنے لگی پتہ نہیں وہ اس کے ہاتھوں کے لمس کا جادو تھا یا جھکن کا احساس کہ میں بہت جلد سو گیا۔۔۔۔۔!

دوسرا دن بھی میں نے نعیمہ کی رفاقت میں گزارا۔ لاجوئی کو میں نے حالات کی نوعیت سمجھا دی تھی۔ اس لئے وہ اپنا کردار خوبصورتی سے نبھا رہی تھی۔ دن بھر میں ایک پل کو بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں گیا۔۔۔۔۔ رات آئی تو شیطان نے پھر مجھے اکسایا اور میں نعیمہ کے حسن کی رعنائیوں سے کھیلنے لگا۔ نعیمہ نے مجھ سے بہترے سوال پوچھے۔ میں اسے ٹاننا رہا۔ پھر جب تھک گیا تو دوسری طرف کروٹ لے کر سو گیا۔ نعیمہ کب تک میرا سر دباتی رہی مجھے اس کا مطلق کوئی خیال نہیں۔ البتہ اتنا اچھی طرح یاد ہے کہ دوسری بار میری آنکھ نعیمہ کی آواز سن کر کھلی تھی۔ میں نے کروٹ بدل کر دیکھا۔۔۔۔۔ نعیمہ کے چہرے پر اذیت ناک کرب کے آثار نظر آرہے تھے۔ وہ سوتے میں نہ جانے کب سے بڑبڑا رہی تھی۔ پھر اچانک اس نے ایک بھیانک چیخ مار کر آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔۔ مجھے اپنے قریب دیکھا تو خوف زدہ انداز میں اچھل کر میرے سنے سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔ اس کا دل بری

سکتی تھی۔ چند ساعت تک وہ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا کہ میں اسے چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ میں نے ایک فرضی داستان گھڑ کر سنا دی۔ اپنی کچھ فرضی مجبوریوں اور من گھڑت پریشانیوں کا احوال سنایا تو اسے یقین آگیا۔

”شیر۔۔۔۔۔“ نعیمہ نے میرے کشادہ سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”حالات کی قسم ظریفیوں نے ہم دونوں کو جکڑ رکھا تھا۔ تم مل گئے تو میں سب کچھ بھول گئی۔ میرے تمام زخم مندمل ہو گئے۔“

”میں بھی اپنی پریشانیوں کو بھول چکا ہوں۔“ میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ ”مجھ سے وعدہ کرو شیر کہ اب تم کبھی ایک پل کے لئے بھی مجھ سے دور نہیں رہو گے۔“ نعیمہ نے سسکتے ہوئے کہا۔ ”ہم دونوں ایک دوسرے کے غم میں برابر کے شریک رہیں گے۔ مل جل کر دکھ درد کو بانٹ لیں گے۔“

نعیمہ ایک مشرقی عورت کی طرح باتیں کر رہی تھی۔ مجھے اس کی باتیں سن کر دلی مسرت حاصل ہوتی۔ لیکن یہ مسرت عارضی تھی۔ میں جانتا تھا کہ دو روز بعد کیا ہونے والا ہے؟ سنچر کی رات میں مھس ایک رات کا فاصلہ باقی تھا۔ میرے دل پر چوٹ لگی میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ کیا میں خود اپنے ہاتھوں سے نعیمہ کو کالی کے چرنوں میں سمیٹ پڑھا سکوں گا؟ میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا تو ایک لمحے کو میں تڑپ اٹھا لیکن پھر میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے دیوی میرے سامنے کھڑی مجھ سے کہہ رہی ہے۔

”منوہر“ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے دھیان سے سنو۔ تم نے مجھے وچن دیا ہے۔ اگر تم نے اپنے وچن سے پھرنے کی کوشش کی تو دیوی دیوتا تم سے روٹھ جائیں گے۔ تمہاری تمام شکلیاں جو تم نے کٹھن پرکشا کے بعد برسوں میں پراپت کی ہیں۔ تم سے چھن جائیں گی۔ تم ایک عام منش بن جاؤ گے۔ دیوتاؤں کا کٹھ تم کو سدا بیاکل رکھے گا۔“

میں نے دیوی کے جملے سنے اور اسے اپنے سامنے محسوس کیا۔ تو یک لخت جیسے سوتے سے جاگ گیا۔ میں نے نعیمہ کو دیکھا جو میرے سینے پر سر رکھے میرے دل کی دھڑکنوں کو سگن رہی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ میرے دل کی دھڑکنوں سے میرا راز نہ پالے۔ میں نے جلدی سے اسے ایک طرف لٹا دیا اور خود اس کی جانب کروٹ لیتے ہوئے بولا۔

”نعیمہ“ تم اس وقت مجھے بے حد حسین لگ رہی ہو۔ آسمان سے اتنی ہوتی کسی اپہرا کی مانند۔“

نہ دیکھا ہے وہ غلط ہو۔“
 ”کیا دیکھا ہے تم نے؟“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔ نبیہ نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ مجھے یوں گھورتی رہی جیسے میری آنکھوں سے میرے دل کا احوال کی کوشش کر رہی ہو، چند لمحے موت کا سکوت طاری رہا پھر اس نے اپنا منہ ہونٹ نہ ہونے کا شروع کیا۔

نہ ہوئے کنا شروع کیا۔
 ”میں نے دیکھا تھا کہ تم مجھے زبردستی تھپتے ہوئے کسی مندر کے اندر لے گئے ہو
 کسی دیوی کا قد آدم پتھر کا مجسمہ موجود ہے۔ تم نے مجھے اس مجسمے کے قدموں میں
 کر اس سے کہا تھا کہ تم منور لال ہو۔ اور مجھے اس کے قدموں میں جھینٹ چڑھانے
 لئے آئے ہو پھر۔۔۔ پھر تم نے اپنے لباس سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا اور مجھے ذبح
 یکنی کوشش کی تو میں چیخ کر جاگ گئی۔ میں نے ایک حسین عورت کو مندر کے باہر
 رے دیکھا تھا شیر! جب تم مجھے میز میوں پر گھسیٹ رہے تھے تو وہ عورت لپک کر میرے
 ب آئی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے دوست نہیں دشمن ہو! تم نے مجھے شرن
 کے چنگل سے محض اس لئے چھینا ہے کہ دیوی کے قدموں میں جھینٹ چڑھا دو! اسی
 رت نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اب شیر نہیں رہے تم نے اپنا مذہب بدل لیا ہے اور منور
 ل بن گئے ہو۔ مجھے بتاؤ شیر کہ یہ خواب کیسا تھا؟“

ل بن گئے ہو۔ مجھے یاد ہے میرے یہ خواب ابھی تک اس نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف درست
نیمہ کا خواب سن کر میں ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا جن کو میں نے اس سے چھپانے کی
فغا اے پر اسرار طور پر ان باتوں کا علم ہو چکا تھا جن کو میں نے اس سے چھپانے کی
کوشش کی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا
جیسے میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہوں۔ دوسری طرف مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کہ نیمہ
کو ان باتوں کا علم کس طرح ہوا، کیا وہ محض خواب ہی ہو سکتا تھا؟ میں سوچتا رہا، میرا ذہن
ملاقاتیاں کھا رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال حیرتی سے ابھرا، نیمہ نے خواب میں
نظر آنے والی جس عورت کا ذکر کیا تھا کہیں وہ ساجدہ تو نہیں تھی؟ اس خیال نے میرے
ذہن کو اور الجھا دیا۔ میں نے نیمہ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا تو میری
پریشانی اور بڑھ گئی۔ نیمہ نے اس عورت کا جو حلیہ بتایا وہ ساجدہ کے سوا کسی اور کا نہیں
تھا۔ گویا پر اسرار ملاقاتیں نیمہ کو پہنانا چاہتی تھیں۔ میں نے سوچا پھر مجھے ادنیٰ دیوی کو دیا ہوا
وجہ یاد آگیا۔ مجھے دیوی کی باتیں یاد آئیں۔ دیوی نے کہا تھا کہ کل کی جینٹ سے پہلے یا
بعد میں دیوتا تیرا امتحان لیں گے۔ میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ میں کسی آخری نتیجے پر

طرح دھڑک رہا تھا۔ مجھے دونوں ہاتھوں سے پوری قوت سے جکڑے ہوئے تھی۔ یوں یہ اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے مجھے چھوڑا تو میں پھر کیسے فرار ہو جاؤں گا۔ میں نے اس کی کیفیت کو معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر آہستہ سے پوچھا۔

”کیا بات ہے نعیمہ۔ کیا تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے؟“

”ہاں شہیرا! فیصہ نے اپنا چہرہ میرے سامنے کرتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد پڑ رہی تھی۔ آنکھوں سے خوف مٹر رہا تھا۔ وہ بری طرح خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ ”میں نے بڑا ہیامانک اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔“

”گجراؤ نہیں نیمہ“ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ سو جاؤ۔“ میں نے اسے تلی دینے ہوئے کہا۔ لیکن نیمہ کا خوف بدستور قائم تھا۔ کچھ دیر تک وہ اپنا ہونٹ چباتی رہی اور مجھے گھورتی رہی پھر دلی آواز میں کہا۔

”شعبہ کیا میں اس وقت کلکتہ میں ہوں؟“

”ہاں۔ میں روانی میں کہہ گیا پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بات ہٹا کر بولا۔“ پٹنہ سے روانگی کے وقت تم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر نے تمہیں نیند کا ٹیکہ لگایا تھا اس لئے تمہیں شاید خبر نہ ہو سکی، سفر کے دوران تم پر مستقل غنودگی طاری تھی لیکن اس وقت تمہیں لکھتے کا دھیان کیسے آ گیا؟“

”شبیر“۔۔۔ نعمہ نے بدستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے میری باتوں کو نظر انداز کر کے پوچھا۔ ”کیا کلتے میں کسی کالی مائی کا بڑا مندر موجود ہے؟“

نیمہ کی زبان سے کالی کے مندر کا نام سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرے دل کی ہڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے نیمہ سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکا کہ تم اس وقت کس قسم کی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ اور کالی کے بڑے مندر سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”شہیر‘ میں نے بڑا اذیت ناک خواب دیکھا ہے۔“ نعیمہ نے ہانپتے ہوئے جواب دیا پھر دوبارہ مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ”شہیر‘ کیا تم نے کبھی اپنا نام بدلا تو نہیں تھا؟“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔“ میں نے چوکتے ہوئے معنی خیز نظروں سے دیکھا تو فیمر نے

”ہاں شبیر! مجھے یہی بتایا گیا ہے تم مسلمان سے ہندو بن چکے ہو۔ تم نے اپنا نام شبیر سے بدل کر منور لال رکھ لیا ہے۔ نہ جانے اس خواب کا کیا مقصد تھا! خدا کرے جو کچھ

پہنچنا چاہتا تھا کہ دیوی کی آواز میرے کانوں میں سرسراتی ہوئی ابھری۔

”منوہر، تم میرے ممان سیوک ہو۔ دیوی کا آشیرداد تمہارے ساتھ ہے۔ پلید آتماہر کے جال سے بچنے کی کوشش کرو۔ اگر تم نے میری آگیا کا پالن نہ کیا تو دیوتاؤں کا کشتہ کونشت کر دے گا۔ تمہاری ممان نکلیں تم سے جین لی جائیں گی۔ تم بھکاریوں کی طرح سڑکوں پر گھومتے پھرو گے۔“

دیوی کی آواز سن کر میں یکفخت سنبھلا۔ میں نے نیرمہ کی سمت دیکھا جو مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن مجھے اس کے پیار سے زیادہ ممان فکرتی کا دھیان تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ خواہ حالات کچھ ہوں میں دیوی کو دے ہوئے وچن پر قائم رہوں گا، نیرمہ کو ہر قیمت پر کالی کے چرنوں میں بھیٹ چڑھاؤں گا۔

”کیا بات ہے شیر؟“ نیرمہ نے مجھے چپ اور کھویا کھویا دیکھ کر پوچھا۔

”شرن لال کی نیتوں نے تمہارے ذہن کو ابھی تک پرانہ کر رکھا ہے۔“ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے نیرمہ کو شیشے میں اتارتے ہوئے کہا۔ ”کالی کا مندر دیو قامت مجسمہ اور بھیٹ، یہ سب اسی ماحول کی پیداوار ہیں، تمہارے لاشعور نے جنہیں خوفزدہ کر دیا ہے ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔“

”ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو شیر۔“ نیرمہ نے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”لیکن پھر وہ عورت کون تھی جو مجھ سے خواب میں ملی تھی؟ خدا ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔“

”فکر مت کرو نیرمہ۔“ میں نے اسے پگھلتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ ”میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔“

”مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو شیر، نہ جانے کیوں میرا دل اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا ہے۔“ نیرمہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر مریم کا تقدس اور معصومیت موجود تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے اپنے سینے میں چھپا لیا۔



دوسری صبح میں سو کر اٹھا تو نیرمہ جو خواب تھی۔ رات کی باتوں نے مجھے فکر مند کر دیا۔ آج کا دن میرے لئے بہت اہم تھا۔ کالی کے مندر کے پجاری نے سنیچر کی شام کو شہر قرار دیا تھا۔ میں اس موقع کو ہاتھ سے گنوا نہیں چاہتا تھا۔ شیو فکھر مہاراج کو خوش نہ کے بعد میں پھر دیوتاؤں کا ممان سیوک بن سکتا تھا۔ ادھیتی دیوی نے مجھے اس کا پورا یقین دلایا تھا۔ میں نے لاجپتی سے رات والی بات کا ذکر کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

”تم کوئی چٹان نہ کرو مہاراج، تمہاری داسی تمہارے پاس ہے۔“

”دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے لاجپتی۔“ میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”ایسا اداہائے کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاشمی بھی نہ لوٹے، نیرمہ کو ہر قیمت پر کالی ہنوں پر بھیٹ چڑھنا ہے۔“

”تم جو چاہتے ہو، وہ اوش پورا ہو گا مہاراج!“ لاجپتی نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ ”میں لو کالی کے مندر کی میزبانی تک پہنچانے کا وچن دیتی ہوں۔ وہ ہوش میں رہنے کے کچھ نہیں سمجھ سکے گی۔“

”میں یہی چاہتا ہوں۔“ میں نے تیزی سے کہا۔

لاجپتی کچھ دیر بعد دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ نیرمہ بیدار ہوئی تو اس وقت بھی اس معصوم نظروں میں رات کے بھیاںک خواب کا خوف جھلک رہا تھا۔ میں نے اس سے مینھی باتیں شروع کر دیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ رات والے خواب کی باتوں کو دے۔ دن بھر میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ جوں جوں بھیٹ کی گھڑی قریب آتی جاتی تھی، دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ مندر کے پجاری نے کہا تھا کہ سورج غروب سے پہلے اگر بھیٹ چڑھائی گئی تو کالی اس بھیٹ کو ضرور قبول کر لے گی۔ وقت کے ساتھ میری بے چینی بھی نہ جاسے کیوں بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر مجھے اس بات کا یقین فاکہ لاجپتی نے جو کہا ہے وہ اسے کر گزرنے کی فکرت بھی رکھتی ہے۔

مجھے اپنے ارادوں میں مایوسی نہیں ہوئی۔ سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ نیرمہ کے پاس بیٹھا اس کی دلجوئی میں مصروف تھا کہ لاجپتی اندر داخل ہوئی۔ اس کا

ہری مدد کی تھی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔ کالی کے چروں میں دیتے ہی دیوی۔۔ دیوتاؤں کی ناراضگی مجھ سے دور ہو جاتی۔ یہی مجھ سے مندر کے ہانے کہا تھا اور ادیتی دیوی نے بھی مجھے اسی بات کا یقین دلایا تھا لیکن عین وقت پر راز ریش بوڑھے کے آجانے سے حالات بدل گئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا ہوا جیسے یہ شکون میرا بنا دیا کام بگاڑ دے گا۔ میں نے پلٹ کر لاجوئی کو دیکھنا چاہا۔ چاہتا تھا کہ لاجوئی سے کہوں کہ وہ اس بوڑھے کو سنبھالے اور میں نعیمہ کو لے کر مندر اندر جاؤں لیکن لاجوئی مجھے دور دور تک کہیں نظر نہیں آئی۔ میرا ہاتھ ٹھکا۔ لاجوئی کی مدد کی یقیناً کچھ معنی رکھتی تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے گھوم کر دوبارہ اس سے پر نظر ڈالی جو بدستور مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور تھا۔ نعیمہ ابھی تک کسی سحر میں مبتلا تھی۔

میں، منوہر لال مہاراج جس نے کشن تپیا کے بعد دیوی دیوتاؤں کو راضی کیا تھا اور نا فکری پر اپت کر چکا تھا اس وقت نہ جانے کیوں خود کو مجبور سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہ کیفیت وہ دیر تک برقرار نہ رہی ادیتی کی آواز میرے کانوں میں سرسراتی ہوئی ابھری۔

”منوہر! جینٹ کی شہ گھڑی بتی جا رہی ہے۔ اگر تم نے آج میری آگیا کا پالن نہ کیا سارا جیون ہاتھ ملو گے۔“

دیوی کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی تو میں جیسے، سوتے سے جاگ اٹھا۔ میں نے بوڑھے کو سر تا پا غور سے دیکھا۔ بظاہر وہ میرے مقابلے میں کسی حقیر کیڑے سے زیادہ میت نہیں رکھتا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آ گیا۔ میں خواہ مخواہ ایک ایسے شخص سے دفرہ ہو رہا تھا جس کا میرا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ میں اپنی بڑی پر دل ہی دل میں شرمندہ دے لگا۔ پھر میں نے تیور بدل کر خوفناک نظروں سے اسے گھورا۔ نعیمہ کا ہاتھ تمام کر اس سے کترا کر گزر جانا چاہا۔ دیوی نے کہا تھا کہ شہ گھڑی بتی جا رہی ہے۔ میں اس وقت بوڑھے سے الجھنے کے بجائے جلد از جلد مندر کے اندر جا کر کالی کے چروں میں نعیمہ کی جینٹ دینا چاہتا تھا مگر ابھی میں نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ بوڑھا دوبارہ تیزی سے میرے سامنے آیا اور مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ ”مردود! اس لڑکی کو کہاں لے جا رہا ہے۔؟“

”یہ میری دھرم بتی ہے بڑے میاں۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم دیوی درشن کو جا رہے ہیں، پر تو تم کون ہو۔۔۔۔ کیا چاہتے ہو۔۔۔۔؟“

اشارہ پا کر میں کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد لاجوئی، نعیمہ کے ساتھ کمرے سے نکلی تو اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ نعیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سے کہا۔

”مہاراج، ہم اس وقت کالی کے مندر چلیں گے۔“

میں ایک لمحے کو گڑ بڑا گیا۔ مجھے لاجوئی کی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے وہ نظروں سے نعیمہ کی طرف دیکھا اور پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب نے بھی مجھ سے اسی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کالی کے مندر کے درشن کو بے چین۔ میں سمجھ گیا کہ اس وقت وہ لاجوئی کے کسی منتر کے زیر اثر ہے۔ میں تیزی سے ان کو لے کر ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور میں بیٹھ کر کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔ مجھے اپنی کامیابی کے روشن امکانات نظر آتے تھے۔ ادیتی دیوی کو دیا ہوا دھن پورا ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔

کالی کے مندر کا فاصلہ ہوٹل سے کچھ زیادہ نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر میں پہنچ گیا۔ کالی کا پر شکوہ مندر میرا منتظر تھا۔ میں ٹیکسی سے نیچے اترا۔ نعیمہ میرے ساتھ لاجوئی پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مندر کے اندر نہیں جی۔ میں نعیمہ کا ہاتھ تھامے مندر کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ”معا“ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پراسرار قوت میرے آڑے آنے والی ہے۔ میں نے اس خیال کو دہم قرا لیکن ابھی میں نے سیڑھیوں پر پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ میری نظر ایک بوڑھے شخص پر جو اچانک میرے سامنے نمودار ہوا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک سفید لباس پہن رکھا اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ میں اس کے ہاتھوں میں رٹے کی کیفیت صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر چمک رہی تھیں۔ آنکھوں میں وقار تھا۔ جاہ و جلال تھا۔ میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ بوڑھے کی حیرت انگیز اپنے جسم میں کسی نشتر کی طرح چبھتی محسوس ہو رہی تھیں اس کے چہرے کا غیض و غنا دیکھ کر مجھے اپنا دل سینے میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ کسی انجانے خوف کا احساس مجھے پریشان رہا تھا۔

میں نے گھوم کر پشت کی جانب دیکھا۔ میں لاجوئی کو اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ پراسرار بوڑھے کو میرے راستے سے ہٹائے لیکن لاجوئی وہاں موجود نہیں تھی۔!!

کالی کا پر شکوہ مندر میری نظروں کے سامنے تھے۔ لاجوئی نے نعیمہ کی جینٹ چڑھ

میں کو پوچھتے پوچھتے تیرا دل بھی تھرکا ہو گیا ہے۔ تو اپنے خدا اور رسول کو بھول چکا ہے۔ شیر حسن خان سے منور لال بن گیا ہے۔" بوڑھا روانی میں بولتا رہا۔ سمیٹ کی شہ زئی جیتی جا رہی تھی۔ مجھے غصہ آ گیا، میں نے بوڑھے کو سفاکانہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ "بوڑھے بند کر اپنی زبان۔ اور دفع ہو جا یہاں سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایکٹ تجھے جلا کر راکھ کر دے۔"

"بد نصیب، بد بخت!" بوڑھا ساری جان سے لرزے ہوئے بولا۔۔۔ "اب بھی دقت ہے سنبھل جا۔ تو ب کے دروازے ابھی تجھ پر بند نہیں ہوئے ہیں۔ مردود اپنے پروردگار کو اپنے کی کوشش کر۔"

میرے لئے اب برداشت کرنا ناممکن تھا۔ دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ میں نے ایک منتر پڑھ کر بوڑھے کی جانب پھونکا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے اثر کے روپ میں بھڑک کر اس کی ہڈیوں تک کو ہلکا کر خاستر کر دیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔۔۔ میں نے اپنا دار خالی جاتے دیکھا تو اور بھڑک اٹھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے فیض کی شدت کے باعث میں نے منتر پڑھنے میں غلطی کی ہو۔ چنانچہ میں نے پھر اسی منتر کو ناجائز کر پڑھنا شروع کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا منتر پورا کر آ بوڑھے نے مجھے جلالی حالت میں گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ "میں کہتا ہوں بد نصیب کہ اب بھی عوش میں آ جا۔ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔"

میں نے بوڑھے کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بدستور منتر کے بول پڑھتا رہا۔ منتر پڑھ کر میں نے بوڑھے کی جانب پھونک ماری۔ آگ کے شعلے مندر کی سیڑھیوں سے لپکتے ہوئے ابھرے اور بوڑھے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ مگر یہ خوشی عارضی تھی۔ آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلے غائب ہوئے تو میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ بوڑھے کا بال بھی بیک نہ ہوا۔ وہ بدستور اسی جگہ کھڑا مجھے قرآنی نظروں سے گھور رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں دوسرا منتر پڑھتا بوڑھے نے نیچے کی سمت دیکھ کر نرم آواز میں کہا۔۔۔۔۔ "لڑکی میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ سحر کے اس خول کو توڑ کر باہر نکل آ جس نے حیرے ذہن کو مایوس کر دیا ہے اور تیری آنکھوں پر گندی طاقتوں کا پردہ ڈال رکھا ہے۔"

بوڑھے کے الفاظ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ اس کا جملہ مکمل ہوتے ہی نیچے یوں چوکی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ ایک نظر مندر پر ڈالی پھر مجھے گم کر دیا۔۔۔۔۔ "شیر! تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔؟"

"بد بخت" تو نے اپنی زندگی برباد کر لی، لیکن اس غریب کو کیوں غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔" بوڑھے نے جھپٹتے ہوئے لمبے میں جواب دیا۔ "اس کی عاقبت کیوں خراب کر دیا ہے؟"

"بوڑھے۔۔۔۔۔!" یکلفت میں کڑک کر بولا۔ "تجھے ان باتوں سے کیا سمجھدہ؟ یہ لڑکا میری دھرم پتی ہے، مجھے اس پر پورا پورا ادھیکار ہے۔ تو کون ہے ہمارے راستے میں ٹانگہ پھسانے والا۔"

"کیا نام ہے تیرا؟" بوڑھے نے میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا نام منور ہے پر تجھے کیا۔۔۔۔۔ میں جھلا گیا۔"

"کم بخت۔۔۔۔۔" بوڑھے نے عمارت آمیز لمبے میں کہا۔۔۔۔۔ "اب بھی وقت ہے سنبھل جا، اگر ڈوب گیا تو پھر تیرا ابھرتا مشکل ہے، خود کو پہچاننے کی کوشش کر۔"

"میں کہتا ہوں سیدھی طرح میرا راستہ چھوڑ دے۔ تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کمر سے باتیں کر رہا ہے۔" میں نے وقت کی کمی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درشت آواز میں کہا۔ "جا اپنی راہ لے۔"

میرا خیال تھا کہ بوڑھا میری گھر کی سن کر خاموشی سے چلا جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میری بات سن کر اس کے چہرے کا جلال اور شدت اختیار کر گیا۔ وہ بدستور میرے سامنے کھڑا مجھے خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ نیچے میرے برابر کھڑی اسے ٹٹکا باندھے دیکھے جا رہی تھی اس خیال سے کہ ممکن ہے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب ہو او خواہ خواہ میرے گلے پڑ رہا ہو، میں نے نیچے کا ہاتھ تھاں اور ایک بار پھر کھڑا کر آگے بڑھ کا ارادہ کیا لیکن اس بار بوڑھے نے جو کچھ کہا اسے سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔۔۔

"مردود! تو نیچے کو مندر کے اندر نہیں لے جا سکتا۔" بوڑھے کے لمبے میں حکم تھا مجھے حیرت تھی کہ اسے کیونکر نیچے کا نام معلوم ہوا۔ ابھی میں بوڑھے کو وضاحت طلب نظروں سے گھور ہی رہا تھا کہ اس نے دوبارہ غموس آواز میں کہا۔۔۔۔۔ "کیا گھر رہا ہے مجھے بد نصیب کہ جو دیا کہ نیچے مندر میں نہیں جائے گی۔۔۔۔۔"

"تم۔۔۔۔۔" میں نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔۔۔۔۔ "تم نیچے کو کیسے جانتے ہو۔؟"

"میں یہ بھی جانتا ہوں مردود کہ تو کون ہے۔" بوڑھا سر تاپا کانپتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ "تو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا ہو گیا ہے۔ طاقت کے نشے نے تجھے گمراہ کر دیا ہے۔"

”نیمہ۔۔۔۔۔!“ میں دانت پیس کر نیمہ سے مخاطب ہوا۔ ”میں تمہارا شوہر ہوں نہیں میرا ہر حکم ماننا پڑے گا۔“

نیمہ نے متحیرانہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ جیسے میری بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ قبل اس کے کہ میں اس کو کوئی دوسرا حکم دیتا۔ بوڑھے نے پھر نیمہ سے کہا۔۔۔۔۔ ”لڑکی، میرے پیچھے پیچھے چلی آ۔ تیرا شوہر تجھے کفر کی راہ پر لے جا رہا ہے۔ تیرے تجھے ایمان کی راہ دکھاؤں گا۔“

اپنا جملہ عمل کر کے بوڑھا مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا پلٹا اور آگے بڑھ گیا۔ میرا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ میں نے نیمہ کو بوڑھے کے پیچھے قدم اٹھاتے دیکھا لپک کر اس کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ میں اس سنہری صنوبر کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کلائی کی ناراضگی میرا مستقبل تباہ کر سکتی تھی۔ میری برسوں کی کشن پریشانی بھر میں بریاد ہو سکتی تھی۔ میں نیمہ کو ہر قیمت پر کلائی کے چرنوں پر بھیٹ چڑھانے کا فیصلہ کر چکا تو لیکن اس بار بھی مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ نیمہ نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑ لی اور آگے بڑھ گئی۔ وہ قوت کسی عورت کی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں دنگ رہ گیا۔ میری حالت مہلکہ خیر ہو رہی تھی۔ میں نے دوڑ کر دوبارہ نیمہ کو روکنا چاہا۔ لیکن کسی ناویدہ قوت نے اتنی زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میں تورا کر زمین پر الٹ گیا۔ پھر ایسا لگا جیسے بہت سارے ناویدہ ہاتھوں نے میرے سر پر جوتوں کی بارش کر دی ہو۔ مجھے اپنا ہیچہ چلایا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے تاریکی کے بادل پھیل رہے تھے۔ میں درد و کرب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ مجھے کسی بات کا مطلق کوئی ہوش نہ تھا۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔ ناویدہ قوتیں مجھے بڑی اذیت ناک حالت سے دوچار کر رہی تھیں۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میرے گرد پنڈت پجاریوں اور ننگ دھڑنگ سادھوؤں کا جھوم جمع ہو رہا تھا۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو مندر سے دور کوڑا کرکٹ پھینکنے والے میدان میں پڑا پایا۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ مجھ میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔۔۔۔۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دور مندر کے روشن دیئے میری ممان کشتی کا مذاق اڑاتے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کراہ کر کدھ بدل دی اور بمشکل بہت کر کے پیروں پر کھڑا ہوا۔ میری حالت ابتر ہو رہی تھی، ذہن پکڑا رہا تھا، کچھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ میں لڑکھاتا ہوا آگے بڑھا۔ دو چار قدم آگے بڑھا تھا کہ ٹھوکر کھائی اور دوبارہ

نہ کے بل زمین پر آگرا۔ میرے ذہن پر دوبارہ غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں نے اپنے دپتے ہوئے ذہن کو چکانا چاہا لیکن باپسی کا شکار ہو کر میں پھر بیہوش ہو گیا۔

دوسری بار میری بیہوشی کتنی طویل رہی مجھے اس کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں۔ بہت جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آراستہ کمرے میں پایا۔ میں ایک مسری پر دراز تھا۔ لاجوتی قریب بیٹھی مجھے نشلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی تکلیف کا احساس ہوا۔ میں نے آہستہ سے کدھ لی۔ اپنے جسم پر نظر ڈالی تو یوں لگا جیسے اب تک میں کوئی بھیاں خواب دیکھتا رہا ہوں۔۔۔۔۔ میں پوری طرح حلق دھو رہا تھا۔ جوتوں کی اذیت ناک تکلیف رفع ہو چکی تھی۔ ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ مجھے اپنی بدلی ہوئی حالت پر تعجب ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں کو کیا سمجھوں؟ گزری ہوئی باتوں کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں نے لاجوتی کی جانب وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ وہ بدستور مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ جا رہی تھی۔ مجھے ابھمن سے دوچار پایا تو مسکرا کر ایک ادا سے بولی۔۔۔۔۔ ”کیا بات ہے مہاراج، کس وجہ سے گم ہو؟“

”لاجوتی۔۔۔۔۔“ میں نے کچھ سوتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”کیا تمہیں یاد ہے کہ میں کلائی کے مندر پر بھیٹ دینے گیا تھا۔“

”میں تمہارے ساتھ ہی تھی مہاراج۔“ لاجوتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

”پھر۔۔۔۔۔“ میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ ”اس کے بعد کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔؟“

”میں دیوی کی آگیا پر وہاں سے ہٹ گئی تھی مہاراج۔“ لاجوتی نے سنجیدگی سے کہا۔

پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پیار سے بولی۔۔۔۔۔ ”تم قسمت کے دھنی ہو مہاراج۔

دیوی نے تمہاری بھیٹ سوینا کر لی ہے۔“

”مگر وہ بوڑھا۔۔۔۔۔“

”تم بھول رہے ہو منوہر مہاراج۔“ لاجوتی نے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے

تیزی سے کہا۔ ”دیوی نے تم سے کہا تھا کہ بھیٹ سوینا کرتے ہوئے دیوتا تمہارا امتحان

بھی لیں گے۔ تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو مہاراج!“

لاجوتی کا جواب سن کر مجھے ادبیتی دیوی کی باتیں یاد آئیں تو ساری ابھمن یکسر ختم ہو

گئی۔ البتہ وہ پراسرار بوڑھا کون تھا یہ بات میرے لئے قابل غور تھی، نیمہ کے رویے نے

مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے حالات پر نئے سرے سے غور کیا۔ پھر بدلی زبان سے

لاجوتی سے دریافت کیا۔۔۔۔۔ ”کلائی کے مندر کی میڑھیوں پر جو بوڑھا نظر آیا تھا۔۔۔۔۔“

وہ سے کوئی سروکار بھی نہیں تھا۔ صرف اس بات کی خوشی تھی کہ دیوی دیوتاؤں نے بری بھینٹ سے خوش ہو کر مجھے معاف کر دیا ہے۔ لاجوتی کی حسین قربت نے مجھے وقت ۱۱ احساس بھی نہیں ہونے دیا۔ گیارہویں روز میں دوسرے کھانا کھا کر لیٹا تھا۔ لاجوتی میرے انتہائی پیٹھی میرے پاؤں دبا رہی تھی۔ مجھ پر ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہوئی تھی کہ اچانک جوتی کی چیخ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے لاجوتی کو مطمئن پایا۔ البتہ میرے اچانک ہانگے سے وہ کچھ گڑبڑا ضرور گئی تھی۔

”ابھی یہاں کون بیٹھا تھا۔۔۔؟“ میں نے لاجوتی کو دیکھ کر پوچھا تو اس کا تجسس بڑھ گیا۔ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے پھر وہ سنجیدگی سے بولی۔

”تم نے کوئی پہنا دیکھا ہو گا مہاراج۔ یہاں میرے سوا کوئی اور نہیں۔ پھر میں نے کسی چیخ کی آواز نہیں سنی۔“

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ وہ آواز میرا وہم نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر وہ کس کی چیخ کی آواز تھی۔ میرا ذہن الجھنے لگا۔ لاجوتی نے مجھے فکر میں پھنسا دیا تو بولی۔۔۔۔۔ ”کس دھار میں کم ہو مہاراج؟“

”لاجوتی۔۔۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”ہو سکتا ہے تم نے کوئی آواز نہ سنی ہو، لیکن وہ آواز میرے خواب میں نہیں گونجی تھی۔ میں نے پورے ہوش و حواس میں وہ چیخ سنی تھی اور۔۔۔۔۔ اور وہ آواز تمہاری تھی۔“

لاجوتی میری بات سن کر چونکی پھر مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوتاؤں کی سونگد کھا کر کمتی ہوں مہاراج کہ میں نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔۔۔۔۔“

”پھر وہ کس کی آواز تھی۔۔۔؟“ میں نے بدستور الجھتے ہوئے سوال کیا۔ نہ جانے کیوں میں اس آواز کو اپنا وہم سمجھنے کو تیار نہ ہو سکا۔۔۔۔۔!

”ہو سکتا ہے مہاراج کہ وہ آواز کہیں پڑوس سے آئی ہو، پرتو میں نے نہیں سنی۔“ لاجوتی نے مجھے بڑی سنجیدگی سے یقین دلاتے ہوئے جواب دیا۔

مجھے لاجوتی کی بات کا یقین آ گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے اس قسم کی کوئی دل لگی کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کچھ دیر تک میں اس آواز کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ لیٹ گیا۔ لاجوتی میرے سرہانے آ کر میرا سر دبانے لگی۔ میں نے سونے کے ارادے سے آنکھیں بند کر لیں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چیخ کی آواز بدستور میرے تصور

کون تھا۔۔۔۔۔؟“

”وہ دیوتاؤں کا روپ تھا مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے بلا تامل جواب دیا۔

”یقینہ کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“ میں نے اپنے ذہن کی گرہ کو بھی کھول ڈالنا چاہا۔۔۔۔۔

”دیوتاؤں کو تمہارے من کا اجلا پن بہت پسند آ گیا تھا مہاراج۔“ لاجوتی نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”تمہاری۔۔۔ دھرم پتی کی بھینٹ دیوتاؤں کو منظور نہیں تھی۔ اسی کارن دیوتا اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ گویا داس مہاراج کے سلسلہ میں تم سے جو بھول ہو گئی تھی دیوتاؤں نے اسے بھی شام کر دیا ہے۔“

اب میری تمام الجھن رفع ہو گئی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ نچھہ بھی بچ گئی اور دیوی سے کیا ہوا میرا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ میرا مستقبل اب تابناک تھا۔ میں بدستور مہمان کشی کا مالک تھا۔ میں نے لاجوتی کو غور سے دیکھا۔ وہ ہاتھ باندھے پجاریوں جیسے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ گزری ہوئی باتوں کا تکلیف وہ تصور نہا اور خوشیوں کا احساس جاگا تو لاجوتی کا حسن میری نظروں میں اور نکھر آیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”لاجوتی۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے نظریں جھکا کر شرماٹے ہوئے جواب دیا۔ اس کے یا قوتی ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

”تم نے مجھے کامیابی کی خبر سنائی ہے۔“ میں نے اس کے قیامت خیز سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے دلی آواز میں کہا۔

”مہاراج کی سیوا کرنا پجاریوں کا دھرم ہے مہاراج۔“

”ہم تم سے بہت خوش ہیں لاجوتی۔“

”کرپا ہے مہاراج کی۔“ لاجوتی نے لجا کر جواب دیا۔

خوشیوں کے اچانک احساس نے میرے جذبات کو بھڑکایا۔ لاجوتی کے قیامت خیز حسن نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ میں نے بے قابو ہو کر لاجوتی کو کھینچ لیا۔ وہ لہرا کر میری کشادہ آغوش میں گری تو میرے بازوؤں کا حلقہ تنگ ہو گیا۔ لاجوتی کسمپاسی۔ اس نے جذباتی نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اس کی خود پیردگی کا انداز بلا خبر تھا۔ میں سنبھل نہ سکا، اس کے حسن کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔۔۔۔۔!

دس روز تک میں لگاتار میں رہا۔ میں جس مکان میں ٹھہرا۔ وہ ایک مقامی ہندو کا تھا۔ لاجوتی نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ مجھے اس مکان میں پورن لال نے پہنچایا ہے۔ مجھے ان

ان دیا کل نہ ہو۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ مجھ ابھانگن کے کارن نکتیوں کا ٹکراؤ ہو۔ مجھ کو جیتی ہے وہ میں جھیل لوں گی۔

لاجونتی کی باتیں سن کر میری تشویش اور بڑھ گئی۔۔۔۔۔ نکتیوں کے ٹکراؤ سے اس کا کیا مراد تھی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی، میں ایک ٹائٹل اٹھاتا رہا۔ پھر غصہ بھری باز میں بولا۔

”لاجونتی! میں تمہیں آمکھیا دتا ہوں کہ مجھے اس راکشش کا نام بتاؤ جس نے تمہیں شت دیا ہے۔“

”مہاراج مجھے مجبور نہ کرو“ میرے حال پر چھوڑ دو۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے آنسو بہاتے دئے جواب دیا تو میرا غصہ اور بھڑک اٹھا۔

”تم بھول رہی ہو لاجونتی کہ اس سے تم منوہر لال سے بات کر رہی ہو۔۔۔۔۔“ میں نے بدلے ہوئے تیور سے کہا۔۔۔۔۔ ”تمہیں میری آمکھیا کا پالن کرنا ہو گا۔۔۔۔۔ تمہیں بتانا ہو گا کہ تمہیں کس نے سزا دی ہے۔“

”پورن لال مہاراج نے۔“ لاجونتی نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”پورن لال نے۔۔۔۔۔؟“ میں نے حیرت سے کہا۔ ”کارن کیا تھا۔۔۔۔۔؟“

”منوہر! پورن لال مہاراج اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کیول تمہاری داسی بن کر رہ جاؤں۔“ لاجونتی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ ”اس نے مجھے اپنے

بیروں کے ذریعہ اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ میرے شر سے کھینکا چاہتا تھا۔ ایک ایسا ہونے کے

بائے میرا دھرم تھا کہ میں اس کی بات مان لوں پر تو میں نے ایسا نہیں کیا۔۔۔۔۔ میں نے

اس کے بیروں کو مار بھگا تھا۔ یہ بات پورن لال۔۔۔ مہاراج کو پری لگا اور۔۔۔۔۔“

”اور اس پاپی نے تم کو کشت دیا۔۔۔۔۔“ میں نے غصے سے سن ہوتے ہوئے تیز

لہجے میں کہا۔

”ہاں منوہر!“ لاجونتی بولی۔۔۔۔۔ ”میں نے پورن لال کی بات سے انکار کر کے اس کی

مدان غلٹی کا اعلان کیا تھا۔ اسے ادھیکار تھا کہ مجھے سراپ دے۔“

”اور پہلے بھی جو چیخ میں نے سنی تھی وہ بھی تمہاری تھی، کیوں۔۔۔۔۔“ میں نے غصے

سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے اقرار کر لیا۔ ”میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے کارن

مہمان نکتیوں کا ٹکراؤ ہو۔“

میں گونج رہی تھی۔ میرا ذہن اس آواز کی گونج سے چھٹکارا نہ پاسکا۔ ابھی میں اس معرکہ آمل کرنے کی کوشش میں منہمک تھا کہ لاجونتی کی چیخ دوبارہ ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ایہ محسوس ہوا جیسے کوئی دونی چیز زمین پر گری ہو۔ میں دوبارہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن اس بار جو کچھ میں نے دیکھا وہ حقیقت تھی۔ لاجونتی فرش پر پڑی آہستہ آہستہ ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس پر اچانک مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں نپل کر مسری سے بیٹھ اڑا۔ قریب جا کر نبض دیکھی تو وہ بدستور اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے لاجونتی کی اس اچانک حالت پر تعجب ہوا۔ محض پندرہ بیس منٹ پہلے وہ بالکل ٹھیک تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد پڑ گئی تھی۔ حسن کی تمام رعنائیوں کو جیسے اچانک گھن لگ گیا تھا۔

”لاجونتی۔۔۔۔۔“ میں نے اسے دو چار آوازیں دیں۔ لیکن اس کی کیفیت میں کوئی

فرق نہیں آیا۔ اس کے ہاتھ پیر بدستور اس انداز میں آہستہ آہستہ مل رہے تھے جیسے وہ

اندرونی طور پر کسی شدید کرب میں مبتلا ہو۔ میں نے فوری طور پر ایک آزمودہ منتر پڑھ کر

پھونکا تو لاجونتی کے پونوں کو جنبش ہوئی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اس کا

آنکھوں سے دیرانی جھلک رہی تھی۔ وہ برسوں کی مریض نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے

سہارا دے کر اٹھایا اور مسہری پر لٹا دیا۔ لاجونتی کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں

نے کچھ توقف کے بعد اس سے دریافت کیا۔۔۔۔۔ ”تمہیں اچانک کیا ہو گیا تھا؟“

”منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے ٹھہرت بھری آواز میں میرا نام لیا۔ وہ مجھ سے کچھ کہ

چاہتی تھی۔ لیکن اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ پلوں کے گوشے اچانک نمناک

گئے۔

”لاجونتی۔۔۔۔۔“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔۔۔۔۔ ”یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی

ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارے اوپر کیا گزری تھی۔ اس سے پہلے تو تمہارے اوپر اس قسم کا دور

کبھی نہیں پڑا تھا۔“

”یہ دورہ نہیں تھا مہاراج۔ مجھے اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے۔۔۔۔۔“

”سزا ملی ہے۔“ میں چونکا۔۔۔۔۔ ”لاجونتی مجھے بتاؤ وہ کون سورما تھا جس نے تمہیں

دی ہے۔ دیوتاؤں کی سگند میں اس اپرا دھی کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سارا جیون تڑپ

تڑپ کر گزارے گا۔“

”نہیں مہاراج نہیں۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے بسورتے ہوئے التجا کی۔۔۔۔۔ ”تم میرے

”پورن لال۔۔۔“ میں نے سرو آواز میں کہا۔ ”کیا تم جانتے ہو کہ اس سے میرے
ہاں آنے کا کارن کیا ہے؟“

”تمہیں میری کوئی ضرورت آن پڑی ہو گی۔“ پورن لال نے بدستور نری سے
جواب دیا۔۔۔ ”کیا آگیا ہے؟“

”تم شاید بھول رہے ہو پورن لال کہ اس سے تم کس فکرتی سے بات کر رہے ہو۔“
میں نے پورن لال کی مکاری پر جھلاتے ہوئے کہا۔ ”شاید تم یہ بھی بھول چکے ہو کہ ایک
بار میں تم کو شاکر چکا ہوں۔۔۔“

”مجھے یاد ہے مہاراج۔ پر تو اس سے میں ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔۔۔“
پورن لال نے میرے سرو لمبے کی چہین کو محسوس کیا تو حیرت سے پوچھا۔ وہ یقیناً مجھے
یہ قوف بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس خیال نے میرے انتقام کی آگ کو ہوا دی۔ میں نے
پورن لال کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔ ”اتنے بھولے نہ ہو پورن
لال۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس سے میرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔۔۔؟“
”میں سمجھا نہیں مہاراج۔۔۔“ پورن لال نے بدستور وضاحت طلب نظروں سے
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

لاہوتی سر جھکائے میرے قریب آئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پورن لال مجھے دیکھتے ہی
سمجھ جائے گا کہ میں وہاں کیوں آئی۔ لیکن وہ بدستور خود کو معصوم ثابت کرنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ مجھے اس کی مکاری پر طیش آ
گیا۔ میں نے یکفخت گرج کر کہا۔۔۔ ”پورن لال! تمہاری مکاری اس سے تمہارے کسی
کام نہیں آئے گی۔ میں تمہیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر کبھی تم مجھ سے آنکھ ملانے کی ہمت
بھی نہ کر سکو گے۔ تم نے میری ممان فکرتی کا اہمیان کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہو منور مہاراج۔!“ پورن لال نے پھر متعیرانہ لمبے میں کہا۔ پھر
لاہوتی کو مخاطب کر کے بولا۔۔۔ ”لاہوتی۔۔۔ تو مجھے بتا کہ مہاراج پر کیا جی ہے۔“

”کہنے۔ خردوار جو اب تیری پلید زبان پر لاہوتی کا نام آیا۔“ میں نے کڑک کر کہا تو
پورن لال ایک لمبے کو بوکھلا گیا۔ پھر میں نے اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس کا چہرہ غصے
سے سرخ ہو گیا۔ نفرت سے لاہوتی کو گھورتے ہوئے مجھ سے بولا۔۔۔ ”منور! تم ایک
کلنکینی کے کارن میرا اہمیان کر رہے ہو۔ اس پاپن نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ
ہے، بکو اس ہے۔“

”یہ ٹکراؤ اب اوش ہو گا۔۔۔“ میں کڑک کر بولا۔۔۔ ”پورن لال میرے بازوؤں
کی قوت آزما چکا ہے۔ اس بار میں نے اس پر کپا کر کے شاکر دیا تھا۔ پر تو اس بار وہ
میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔ میں اسے ایسا سراپ دوں گا کہ دھرتی بھی لرز اٹھے
گی۔“

”میں بختی کرتی ہوں منور کہ اس دھیان کو من سے نکال دو۔ پورن لال سے ٹکرائے
کے لئے تمہیں سے کا انتظار کرنا چاہئے۔“ لاہوتی نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”وہ
منش کے روپ میں۔۔۔۔۔ راکھشش ہے۔“

”بکو اس مت کرو لاہوتی۔۔۔“ میں گرج کر بولا۔ ”مجھے بتاؤ کہ اس سے پورن لال
کہاں لے گا۔“

”وہ۔۔۔۔۔ وہ ہمیں لکھتے میں ہے مہاراج۔“ لاہوتی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”کالی
کے مندر کے بڑے پجاری کے ساتھ اس کی کٹی میں رہتا ہے۔“

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔“ میں نے تھکمانہ انداز میں کہا۔ لاہوتی نے ہچکچاہٹ کا
مظاہر کیا تو میں نے اسے گھسیٹ کر اٹھالیا۔ وہ سہم کر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئی۔ میں
لمبے لمبے قدم اٹھاتا مکان سے باہر نکلا اور کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔

لاہوتی کے بیان نے میرے تن بدن میں آب نگاہی تھی۔ پورن لال کی طرف سے
میرے سینے میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے لاہوتی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش
کر کے میرا اہمیان کیا تھا۔ میری ممان فکرتی کو لٹکا رہا تھا۔ اگر اس نے یہ حرکت نعیرہ کی
بھینٹ سے پہلے کی ہوتی تو ممکن تھا میں حالات سے مجبور ہو کر خاموش ہو جاتا لیکن اب
جبکہ میں اوتھی دیوی کی آگیا کا پالن کر چکا تھا۔ دیوتا میری بھینٹ سو بیکار کر چکے تھے۔ میں
پورن لال کو کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے محسوس ارادہ کر لیا تھا کہ
پورن لال کو اس کی بدنیتی کی ایسی کڑی سزا دوں گا کہ وہ تا عمر اسے یاد رکھے گا۔

کالی کے مندر پہنچ کر بڑے پجاری کی کٹی تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں پیش
آئی۔ حالات میرے حق میں ثابت ہو رہے تھے۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ اس
لئے کہ جب میں لاہوتی کو ساتھ لئے بڑے پجاری کی کٹی میں داخل ہوا تو پورن لال وہاں
تھا موجود تھا۔ بروئے پجاری موجودگی میں مجھے احتیاط سے کام لینا پڑتا۔ بہر حال پورن لال
نے مجھے اپنے سامنے دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور انتہائی نرم آواز میں بولا۔

”پدھارو مہاراج۔۔۔ میرے بڑے بھاگ جو تم نے مجھے یاد رکھا۔۔۔۔۔“

نے اچانک جاگ پڑی ہو۔ پہلے اس نے پورن لال کی طرف دیکھا۔ پھر میری طرف دیکھ یوں جھپکیں جھپکانے لگی جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں اس کی طرف نہ توجہ نہ دے سکا۔ دیتا بھی کیسے جبکہ پورن لال کو حاوی آتا دیکھ کر اور اپنے تمام وار اجاتے دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ میں ابھی ان بدلے ہوئے حالات پر غور رہا تھا کہ پورن لال نے لاجونتی کی طرف سرخ سرخ نظروں سے گھورا پھر نہ جانے کون منتر پڑھ کر پھونکا کہ لاجونتی ایک چی مار کر بل کھاتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ میرے لئے لمحات برے کرناک تھے۔ لاجونتی میرے سامنے پورن لال کے منتر کا شکار ہوئی تھی اور پورن لال مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچھ چا ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ چند لمحوں میں وہ دوسرے کو گھورتے رہے پھر پورن لال بولا۔۔۔۔۔ ”مورکھ، اپرا دمی، تو بھول گیا تھا کہ رو ہمیشہ گرد ہوتا ہے۔ دیوی کی کیا نے تیرا دماغ خراب کر دیا تھا۔ تو نے یہ بھی بھلا دیا ناکہ میں کون ہوں میں نے تجھ پر جو مہمانیاں کی تھیں تو نے ان کا مجھے جو بدلا دیا وہ میرا ل جانتا ہے۔ پرنتو سے سے کی بات ہے بچہ۔ کل تک تیری پو بارہ تھی۔ آج میں تجھے ہاتوں کا کہ آنے وال کا بھاؤ کیا ہے۔“

پورن لال کے تیور ہر لمحہ خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اچانک حالات نے پلٹا کس طرح کھالیا۔ کچھ دیر پہلے تک پورن لال جھکی ملی بنا میرے سامنے کھڑا تھا اور میں اسے من مانی سا رہا تھا۔ لیکن اب حالات اس کے برعکس تھے۔ اپنے منتروں کا انجام دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہاڑی پورن لال کے حق میں پلٹ چکی ہے۔ مجھے اپنی بھیئت کا دھیان آیا جو دیوی کے کہنے کے مطابق دیوتاؤں نے قبول کر لی تھی۔ لاجونتی نے مجھے یہی بتایا تھا۔ میں حالات کے تانے بانوں کو سلجھانے کی کوشش میں محو تھا کہ پورن لال دوبارہ گرج کر بولا۔۔۔۔۔ ”مسلمے، تیرے من میں جو کچھ ہے مجھے اس کی خبر ہے، تو نے ادبیت کے ساتھ بھی دھوکہ کیا ہے۔ کالی کی بھیئت پوری نہیں ہوئی۔ دیوتاؤں کا کشت اب تیرا جہنم نشٹ کر دے گا۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو پورن لال! میں چپ نہ رہ سکا۔“ میں نے دیوی کو دیا ہوا دھنچ پورا کرنے میں کوئی کھوٹ نہیں کیا۔ میں اپنی پند کی سندھ ناری نعیرہ کو لے کر کالی کے چرنوں تک گیا تھا۔ پرنتو دیوتاؤں نے نعیرہ کو راستے سے ہٹا دیا۔ لاجونتی نے مجھے بتایا تھا کہ میری بھیئت سو بیکار ہو چکی ہے۔ دیوتا مجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔“

”دیوتا اب کبھی تجھ سے راضی نہیں ہوں گے مورکھ۔۔۔۔۔“ پورن لال دونوں ہاتھوں

پورن لال نے میری موجودگی میں لاجونتی کو کلنگنی اور پاپن کہا تو میرا دماغ الٹ کر رہ گیا۔ میں نے غیظ و غضب کی حالت میں ایک زور دار تھپڑ پورن لال کے گال پر رسید کرتے ہوئے کڑک کر کہا۔ ”حرام کے ختم۔ تیری اتنی مجال کہ تو میرے سامنے میری پچکارن کا اہمیان کر رہا ہے۔ کہنے میں تیرا خون چلی جاؤں گا۔ میرا کشت تجھے جلا کر بھسم کر دے گا۔ پرنتو اس سے پہلے تجھے لاجونتی کے چرن چھو کر اس سے شامی مٹا کر مانگنی ہو گی۔“

پورن لال میرا جواب سن کر اور تھپڑ کھا کر غصے سے سرخ ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے خفارت بھری نظروں سے گھور رہا ہے۔ لاجونتی کے پیر تمام کر معافی مانگنے کی بات سن کر اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔ اس کے تیور بدل رہے تھے۔ جس انداز میں وہ اپنا نچلا ہونٹ چا رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتا ہے۔ مجھے اس کی خاموشی گراں گزری تو میں نے حلق کے بل چیخے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”کہنے، کیا تو نے سنا نہیں کہ میں نے تجھے کیا آگیا دی ہے۔ اگر کتنی چاہتا ہے تو میری آگیا کا پالن کر۔“

پورن لال نے فوراً ہی میری ہمت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک خطرناک نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اس کی نگاہوں سے نفرت کے شیطانی اہل رہے تھے۔ ایک نظر اس نے لاجونتی پر ڈالی پھر میری جانب گھور کر نفرت سے بولا۔۔۔۔۔ ”منوہرا تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔۔۔۔۔ تم نے اپنے گرد کا اہمیان کیا ہے۔ تمہیں اس کی سزا اوش بھگتی پڑے گی۔“

”تو اور مجھے سزا دے گا۔ لے سنبھل۔“

میں نے ایک خطرناک منتر کا جاپ کر کے پورن لال کی سمت پھونکا۔ لیکن پورن لال اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا۔ اس کی آنکھیں میں طرے تھیں۔ میں نے دو سرا اور پھر تیسرا حملہ کیا مگر میرے جنت بیکار گئے۔ پورن لال کی آنکھوں میں مسکراہٹ نے مجھے آپے سے باہر کر دیا۔ میں نے تابو توڑ کئی اور منتر آزمائے مگر وہ بیکار گئے۔ لاجونتی بدستور میرے قریب لہردن جھکائے کھڑی تھی۔ میں بری طرح تھلا رہا تھا۔ کسی نہ جانے خوف کے تصور سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

”کیوں منوہر؟ خاموش کیوں ہو، کیا مجھے کشت نہیں دو گے مہاراج۔۔۔۔۔؟“ پورن لال نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”تم کو تو اپنی ممان شکتی پر بڑا گھمنڈ۔۔۔۔۔ اپنے بیروں کو بلاؤ۔۔۔۔۔“

اچانک میں نے لاجونتی کو چونک کر سر اٹھاتے دیکھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے

نا مجھ سے منہ نہیں پھیر سکتی۔ دیوتا جانتے ہیں کہ میرا من پوتر ہے۔ حرام کے ختم، تو
رے راستے کا پتہ ہے آج میں تجھے بیشک کے لئے اپنے راستے سے ٹھوکر مار کر علیحدہ کر
دینگا۔ تیرا گندہ وجود خاک میں ملا دوں گا۔“

میری حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ پورن لال یقینی طور پر مجھے دیوی دیوتاؤں کے
ساتے سے بھٹکانے کے لئے الٹی سیدھی بکواس کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سراسر غلط
تھا۔ بانی انداز میں چلاتے ہوئے میں نے پورن لال پر حملہ کر دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس کو
قل کر کے اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا لیکن مجھے اپنے مقدمہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پورن
لال نے فوری طور پر نہ جانے کیا پتہ پڑھ کر میری جانب پھونکا کہ میرے بڑھتے ہوئے قدم
بکڑ گئے۔ میں اپنی جھوٹک میں منہ کے بل فرش پر گرا۔ چوٹ شدید تھی۔ میری نظروں کے
آگے اندھیرا پھیل گیا۔ کوئی رقیق شے بڑی تیزی سے میرے سر سے پھیل کر چہرے کو
آلودہ کر رہی تھی۔ غالباً میرا سر پھٹ گیا تھا۔ میں نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن
دوسرے ہی لمحے ایک شدید ٹھوکر میری پسلیوں پر پوری قوت سے لگی۔ میں تڑپ اٹھا۔ پھر
مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی ہو۔ میں نے آنکھیں
کھولنے کی کوشش کی لیکن سر سے بہتا ہوا خون دونوں آنکھوں میں بھر رہا تھا۔ مجھے کچھ نظر
نہ آ سکا۔ البتہ آگ کے شعلے مجھے ہر لمحہ قریب آتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بھاگنے
کی کوشش کی لیکن پورن لال کے منتر کے بیروں نے مجھے پوری طرح بکڑ رکھا تھا۔ مجھے اپنا
پورا وجود جھلٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میں پاگلوں کی طرح کرناک آواز میں چلانے لگا۔ مجھ
پر بے ہوشی کے اثرات بڑی تیزی سے حاوی ہو رہے تھے۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔۔۔۔۔
میں اذیت ناک حالتوں سے دوچار تھا۔ اچانک مجھے ان کرناک لمحات میں ایک نسوانی قہقہے
کی بھرپور آواز سنائی دی۔ میں نے ذہن پر زور دے کر اس آواز کو پہچانا چاہا۔ لیکن ذہن
نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں نے ایک آخری چیخ ماری۔ پھر میرے سارے بدن کی طاقت
گھپ اندھروں کی ابتلا کمرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔ یعنی میں بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔۔۔!!

میں پورن لال کے کشش سے کب تک دوچار رہا۔ مجھے اس کا مطلق احساس نہیں
البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار جب غنودگی کی کیفیتوں کا بوجھ ہلکا ہوا اور میں ہوش میں
آیا تو میرا سارا جسم پھوڑے کی طرح درد کر رہا تھا۔ ایک ایک جوڑ رستے ہوئے ناسور کی
صورت اذیت پہنچا رہا تھا۔ پہلی بار جب میں نے پلکوں کو وا کیا تو دھند کی دھیر چادر میرے
اور ماحول کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ

کی ٹھیاں بھیج کر غصے سے بولا۔۔۔۔۔ ”تو میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا۔
نے بھیٹ کے سلسلے میں کالی سے دھوکا کیا ہے۔ دیوی نے مجھ کو یہی بتایا ہے‘ دیوی کبھی
جھوٹ نہیں بول سکتی۔ اس کی ہلکتی اپرم پار ہے۔“

پورن لال کی باتیں سن کر میرا ذہن پلٹنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں
کا کیا مطلب نکالوں۔ لاجوتی نے مجھے میری بھیٹ قبول ہونے کی مبارکباد دی تھی لیکن
پورن لال کچھ اور کہہ رہا تھا۔ کیا لاجوتی نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا؟ کیا وہ مجھے دھوکہ
دینے کا ارادہ رکھتی تھی؟ پورن لال کو اصل حالات کا علم کس طرح ہوا تھا؟ اگر وہ دردناک
گوئی کر رہا تھا تو میرے منتر اس پر کیوں نہیں اثر کر رہے تھے؟ وہ لاجوتی کو بے ہوش
کرنے میں کس طرح کامیاب ہو گیا۔۔۔۔۔؟ میرا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا کہ پورن لال
نے حقارت بھری نظریں میرے اوپر ڈالتے ہوئے انتہائی نفرت سے کہا۔ ”اُپر آدمی! میں نے
چاہا تھا کہ تجھے منش سے بچاری بنا دوں۔ میں تجھے اپنا مہمان نہ کہ بنانے کے پسندے دیکھ رہا
تھا۔ مجھے دشواری تھا کہ میں نے تجھ پر جو محنت کی ہے وہ برباد نہیں ہوگی۔ پرنتو تیرے من
میں کھوٹ تھا۔ تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ تو نے ایک اہلرا کے سندھ جال میں پھنس کر
میرا اہلن کیا۔ تیرے کارن دیوتا مجھ سے روٹھ گئے‘ پرنتو آج تو نے منہ کی کھائی
ہے۔ اگر تو نے کالی کے چرنوں میں بھیٹ دی ہوئی۔ تو دیوی دیوتا تجھے مہمان ہلکتی دان کر
دیتے۔ کالی کی کرپا تجھے بلوان کر دیتی۔ لیکن تیرے من میں کھوٹ تھا تو نے کالی کے ساتھ
بھی دھوکا کیا۔ تو نے اپنی سندھ ناری کو کالی کے چرنوں سے دور کر دیا۔ تو نے دیوی دیوتاؤں
کے ساتھ بھی چھل کپٹ سے کام لیا ہے۔ تو نے مہمان نکبتوں کا اہلن کیا ہے کیئے۔ میں
آج تجھے ایسا کشش دوں گا کہ تو سدا بپا کل رہے گا۔ سارا جیون تجھے جھین نہیں پراپت ہو
گا۔“

”تم بکواس کرتے ہو پورن لال۔“ میں نے بڑی بڑائی انداز میں چیخ اٹھا۔۔۔۔۔ ”میں نے فیصد
کی بھیٹ کے سلسلے میں کالی کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا۔ میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں
تھا۔ لاجوتی نے کہا تھا کہ میری بھیٹ سویکار کر لی گئی ہے۔ تم کہتے ہو کہ دیوی دیوتا مجھ
سے ناراض ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ میرے ساتھ تم نے اور لاجوتی نے مل کر دھوکا کیا
ہے۔ تم دونوں کیئے ہو۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تمہارے منہ پر تھوکتا ہوں۔ تم مہمان
نہیں بے ایمان ہو۔ مکار فرجی‘ دغا باز۔ تم دیوی دیوتاؤں کے سچے سیوک نہیں‘ تم اپنے
دھرم کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ہو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ دیوی میرے ساتھ ہے۔

دیکھے تو نہیں پہچان سکتا۔

”منوہر لال۔“ لاجوئی نے میری طرف نظریں اٹھا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ایسا جان پڑتا ہے کہ مہاراج جیسے یہ نام میں نے پہلے بھی کبھی سن رکھا ہے۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آ رہا۔

”تم نے اس کا نام اوش سنا ہو گا لاجو۔“ پورن لال نے طنز بھری مسکراہٹ سے جواب دیا۔ پھر لاجوئی کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا۔ ”یہ مہاشے کبھی مہمان فحشی کے مالک تھے، ان کا شہ نام منوہر لال مہاراج تھا، ان کے ایک اشارے پر دھرتی کا سینہ کانپ اٹھتا تھا، یہ دیوی دیوتاؤں کے مہمان سیوک تھے، ایک بار اس نے مجھے بھی کشت دیا تھا۔ اس سے اس کی فحشی اپرم پار تھی، پر تو اب یہ میرے چرنوں پر بھکاریوں کی طرح پڑا ہے، اس کی ساری فحشی ختم ہو چکی ہے، اب یہ ایک حقیر کیڑے کی طرح ہے، میں جب چاہوں اسے چرنوں تلے مل کر خاک میں ملا سکتا ہوں۔“

”میں سمجھی نہیں مہاراج۔“ لاجوئی نے تعجب سے پوچھا۔ ”اگر یہ مہمان فحشی کا مالک تھا تو بھکاری کیسے بن گیا۔“

”دیوی دیوتاؤں کا کشت۔“ پورن لال بختی سے بولا۔ ”اس سورکھ نے دیوتاؤں کو دھن دے کر اسے بھلا دیا تھا۔ اس نے کالی کے چرنوں کی بیعت واپس لے لی تھی، اس پر آدمی نے گرد کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔“

”مہاراج۔ لاجوئی نے بدستور متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔“ اگر اس پاپی نے دیوی دیوتاؤں کا اہتمام کیا ہے تو یہ اب تک زندہ کیوں ہے؟ تم اسے جلا کر بھسم کیوں نہیں کر دیتے مہاراج؟ اس پر آدمی کو ایسا سراپ دو مہاراج کہ اس کی آتما بھی بیاکل رہے۔ دھرتی اس کے بوجھ سے پلید ہو رہی ہے۔ مہاراج اسے زکھ میں بھونک دو۔“

”میں نے بھی پہلے یہی سوچا تھا لاجوئی، پر تو بعد میں میں نے اپنا خیال بدل دیا، اس لئے کہ یہ ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہے، اس کا دھرم ہم سے الگ ہے۔ اس کی گندی آتما زکھ کو بھی پلید کر دے گی۔“ پورن لال نے حقارت سے جواب دیا۔ ”دیوی دیوتاؤں نے اس سلعے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسے ہاتھ پاؤں توڑ کر کسی گندی موری (ٹالی) کے کنارے ڈال دیا جائے، اس کے بھاگ میں بربادیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

”اگر یہ پلید منش ہے تو تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہو۔“ لاجوئی نے نفرت سے بھنویں سکڑتے ہوئے کہا۔ ”اسے اٹھا کر باہر پھینک دو مہاراج۔“

پورن لال تھا۔ میرے سامنے سینہ تانے کھڑا وہ مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ اس وقت میں کسی مالدار آسای کی خواہگاہ میں تھا۔ جہاں کی ہر شے اپنی امارت کا اعلان زبان حال سے کر رہی تھی۔ میں نے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے کی کوشش کی۔ میں کالی کے بڑے پجاری کی کٹی میں بے ہوش ہوا تھا۔ یہاں اس خواہگاہ تک کیسے آگیا؟ ابھی میں ماحول کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہی نسوانی قہقہے کی محترمہ مگر دم آواز میرے کانوں میں گونجی جو میں نے بیہوش ہوتے وقت سنی تھی۔ میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر اٹھائی۔ پورن لال اور لاجوئی میرے سامنے کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خالی کر رہے تھے۔ پورن لال نے لاجوئی کی کمر کے گرد ہاتھ کا حلقہ مضبوط کر رکھا تھا۔ اور لاجوئی اس حلقے کو توڑنے کی کوشش میں مستانہ وار بل کھا رہی تھی۔ سسک رہی تھی، پھل رہی تھی۔ زندگی سے بھرپور قہقہے لگا رہی تھی۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لینی چاہیں۔ میں اپنی آنکھوں سے لاجوئی کو اپنے دشمن کی بانہوں میں ہسکتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن کوشش کے باوجود میں نہ اپنی آنکھ بند کر سکا اور نہ دوسرے اپنی توجہ ہٹا سکا۔ پورن لال نے ایک جھٹکے سے لاجوئی کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور والہانہ انداز میں اسے پیار کرنے لگا۔ لاجوئی نے بڑی بے حیائی سے خود کو پورن لال کے حوالے کر رکھا تھا۔ میرے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔ میں نہ چاہنے کے باوجود سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر تک پورن لال، لاجوئی کے سندور اور کول شرر سے کھیلا رہا پھر اس نے اچانک میری طرف اشارہ کر کے لاجوئی سے پوچھا۔ ”لاجوئی کیا تو نے کبھی اس منش کو دیکھا ہے؟“

لاجوئی نے میری طرف تعجب خیز نظروں سے گھورا، کچھ دیر ٹٹکی باندھے گھورتی رہی، اس کی نظروں میں میرے لئے اجنبیت کا احساس چمک رہا تھا، کچھ توقف کے بعد اس نے پورن لال کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ ”یہ کون کچھرو ہے مہاراج؟ اس کی صورت اس قدر بھیا تک کیوں ہے؟“

لاجوئی سے یہ جواب سن کر میرے دل پر ایک گونہ لگا۔ وہ میرے بارے میں کبھی اس قسم کے الفاظ استعمال کرے گی۔ میں نے خواب میں ایسا نہیں سوچا تھا۔ گھٹن کا احساس میرے لئے اور شدید ہو گیا۔ پورن لال نے لاجوئی کی بات سن کر فاتحانہ نظروں سے میرے چہرے پر ایک حقارت بھری نظر ڈالی۔ پھر لاجوئی سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”اس کچھرو کا نام منوہر لال ہے، کبھی یہ بڑا سندور ہوا کرتا تھا۔ پر تو اب یہ اگر خود بھی اپنا چہرہ

حالات کے نشے میں ٹھکرا دیا۔ میں لاجپتی کے حسن کے فریب میں مبتلا ہو کر سب کچھ بھول گیا، نیمہ کو بھی۔ پھر وہ مجھے دوبارہ اس وقت نظر آئی جب ادیتی دیوی نے کالی کے چروں کے لئے مجھ سے بھینٹ طلب کی۔ میں نے نیمہ کو کالی کے قدموں پر بھینٹ چڑھانے کے لئے دوبارہ تلاش کیا۔ میں اسے کالی کے مندر تک لے گیا لیکن ایک سفید ریش بوڑھے نے نمودار ہو کر میرا راستہ روک لیا، نیمہ کو مجھ سے چھین لے گیا۔ لاجپتی نے مجھ سے کہا تھا کہ دیوی نے میری بھینٹ سونپنا کر لی ہے لیکن وہ سراسر جھوٹ تھا، پورن لال کی باتوں نے میری آنکھیں کھول دی تھیں، وہ بوڑھا کوئی اور ہی تھا۔ جو نیمہ کو بھینٹ چڑھنے سے بچا لے گیا تھا۔

”کون تھا وہ بوڑھا۔۔۔۔۔۔؟ کون تھا وہ پر اسرار شخص؟ کون تھا وہ سفید دراز ریش جس نے ایک پل میں میرا سارا سکون چھین کر مجھے بربادیوں اور پستیوں سے ہمکنار کر دیا تھا؟ کون تھا وہ؟؟“

میرا ذہن الجھنے لگا، میں نے اپنی زندگی کی ابھی ہوئی محنتوں کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن اور الجھتا گیا، میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا، مجھے اب بھی شبہ تھا کہ جو کچھ میں اب دیکھ رہا ہوں کیسے وہ بھی کوئی بھیاںک خواب تو نہیں؟ میں ابھی اپنے ہست و بود پر غور کر رہا تھا کہ ایک سپاہی میرے سامنے آ کر رکا۔ اس نے جن نظروں سے مجھے گھورا ان میں میرے لئے نفرت اور حقارت کا مالا جلا احساس موجود تھا، مجھے اس کی سخت نظریں اپنے جسم میں جھپتی محسوس ہوئیں۔ میں نے سپاہی کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اس کے ساتھی کو دیکھا جو شکل و صورت سے کوئی مہاجن نظر آتا تھا، اس کے تیور بھی میرے لئے خطرناک تھے، نہ جانے کیوں وہ دونوں مجھے مشکوک نظروں سے گھور رہے تھے، میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں، مجھے اپنا دم سینے کی گھرائیوں میں گھٹنا محسوس ہوا۔ پریشان کن خیالات نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سپاہی نے کرخت آواز میں پوچھا۔

”کون ہے تو؟ کیا نام ہے تیرا؟“

”م۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔“ میں ہٹکا کر رہ گیا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں سپاہی کو اپنا کیا نام بتاؤں، حالات نے مجھے اس قدر دل شکستہ کر دیا تھا کہ میری زبان پر تالے پڑ گئے تھے۔

”ہٹکا کیوں رہا ہے کہنے۔“ سپاہی نے میری بوکھلاہٹ کو مشکوک نظروں سے دیکھتے

کوئی یار و مددگار نہیں تھا۔ مجھے خود اپنی حالت پر رونا آ رہا تھا۔ میں منوہر لال ماراج۔ ایک بار پھر شبیر حسن خاں بن گیا تھا، دیوی دیوتاؤں نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ میں نے طاقت کے حصول کی خاطر بڑے پاپزے پیلے تھے، بڑی تکالیف جھیلی تھیں، بید تک و دو کی تھی، اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا، دیوی دیوتاؤں کا ممان سیوک بن گیا تھا، میرے بغض، بیروں کی فتنی تھی، میں نے اہیت کمار کو اپنے منتروں سے کشٹ دیا تھا، پورن لال جو نہ گرد تھا اسے نچا دکھایا تھا۔ ادیتی دیوی کو رام کر لیا تھا لیکن یہ تمام باتیں خواب بن کر گئی تھیں۔ میں غالباً اب تک سراب کے پیچھے بھاگتا رہا تھا، مجھے پر اسرار قوتوں کو حاصل کرنے میں ایک طویل عرصے تک بھٹکتا پڑا تھا تب کہیں جا کر میں نے کچھ حاصل کیا تو مجھے پتھروں کے آگے سر جھکا پڑا تھا، مجتہدوں کی پرستش کرنی پڑی تھی، دیوتاؤں کے آئینہ کی خاطر جنگل جنگل صحرا گھومنا پڑا تھا۔ لیکن یہ تمام باتیں ایک سنہری فریب خیز ایک خوبصورت دھوکا تھیں، ایک بھیاںک خواب تھیں جس کی تعبیر پلک جھپکتے میں میرے سامنے آشکار ہو گئی، چند گھنٹوں میں میری برسوں کی محنت اکارت ہو گئی، لمحوں میں دنیا بد گئی، منٹوں میں سب کچھ برباد ہو کر رہ گیا کرو فریب کے طویل دن کس قدر جلد بیت تھے اور اب حقیقت کا ایک ایک لمحہ کس قدر طویل اور ناقابل برداشت ہو کر رہ گیا تھا۔ میں فٹ پاتھ پر لڑکھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، بازار ختم ہوا تو بستی شروع ہو گئی۔ یہ نے ایک بجلی کے سمجے کا سارا لیکر اپنے گرتے ہوئے وجود کو غرضی طور پر سنبھالا۔ ہ سانس بری طرح پھول رہا تھا، میں نے پھر اپنے ماضی پر نظر ڈالی جہاں ہر سمت گھپ اندھ پھیلا ہوا تھا۔ میں نے جھلا کر آنکھیں بند کر لیں میرے ذہن میں نیمہ کا تصور ابھرا، مسکرا ہوا معصوم اور دلکش چہرہ، اس کی آنکھوں میں میرے لئے پیار چمک رہا تھا، اس کی نظروں میں میری محبت کا شمار موجود تھا، وہ چاہت بھری نظروں سے مجھے گھور رہی تھی، میں۔ حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھا تو میرے تصور میں ابھرا ہوا نیمہ کا چہرہ پل بھر میں آ گیا، اس کے ہونٹ کپکپائے، وہ تڑپ کر بولی۔ ”شبیر، تم نے مجھے پا کر کھو دیا، تم نے میری محبت کا جواب نفرت سے دیا، تم نے مجھے بھیاں پتھروں پر قربان کر دیا چاہا، تم نے ایسا کیو کیا شبیر؟ تم انسان تھے پھر کیسے بن گئے؟“

میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، زندگی کی گھما گھمی میرے سامنے جاری تھی۔ یہ نے اپنی نیمہ کے بارے میں سوچا، نیمہ جس نے مجھے سارا دیا تھا، زندگی کی رنگینیاں بخت تھیں، محبت کی حلاوتوں سے میری زندگی کو جلا بخشی تھی لیکن میں نے اس کی دھواؤں

لبے میں کہا۔ ”اگر تم نے اپنے دوسرے ساتھیوں کا نام مجھے بتا دیا تو ہم تمہیں سرکاری گواہ بنا کر بچالیں گے پر تو اگر تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو پھر ہمیں ٹیڑھی انگلیوں سے کھیٹا کر بھی آنا ہے۔“

”مجھے کچھ نہیں معلوم سپاہی جی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں قسم کھاتا ہوں کہ میں بے قصور ہوں، میرا کسی چوری یا ڈکیتی سے کوئی تعلق نہیں، میں بے قصور ہوں۔“

”کیوں اس بند کر، بے قصور کا بچہ۔“ سپاہی نے ایک بھرپور ہاتھ میری گدی پر رسید کرتے ہوئے کہا ”تیرے تو پتا بھی تھانے چل کر اپنی سچی کھانا سنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

سپاہی کا ہاتھ اس قدر بھرپور اور اچانک تھا کہ میں تورا کر منہ کے بل زمین پر گرا۔ اس اچانک افتاد نے میرے رہے سے اوسان بھی خطا کر دیئے تھے، میں نے اپنے ڈوبتے ذہن کو سنبھال کر اپنے بچاؤ میں کچھ کتنا چاہا لیکن میری ایک نہ چلی۔ سپاہی نے دوسرے لوگوں کے ذریعے مجھے پکڑ کر ایک ٹیکسی میں ڈالا اور تھانے لے گیا، راستے بھر وہ لات اور گھونٹوں سے میری خاطر مدارات کرتا رہا، تھانے پہنچ کر ایکبار پھر مجھے اپنی صفائی کا موقع ملا۔ لیکن حالات نے مجھے بے بس کر دیا۔ میں نے جو کمانی سائی اسپر خود مجھے بھی شبہ تھا، تھانے دار نے مجھے حوالات میں بند کرا دیا جہاں رات بھر سیٹھ گوبند داس موتی والے کے ہاں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے میں میری زبان کھلوانے کی خاطر مجھ پر سختیاں توڑی گئیں، میں کتنی بار بیہوش ہوا اور کتنی بار غلاموں نے مجھے سرد پانی کے چھینٹے دے کر ہوش میں لانے کی کوشش کی مجھے مطلق یاد نہیں، میری داد فریاد سب رائیگاں گئی۔ دو روز بعد مجھے ڈرا دھکا کر چند دوسرے مجرموں کے ہمراہ عدالت میں پیش کیا گیا، میرے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کا کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے مجھے بھی سزا ہو گئی مجسٹریٹ نے مجھے ڈکیتی کے جرم سے بری الذمہ قرار دیا تھا لیکن بھیک مانگنے کے جرم میں دو ماہ قید سخت کا حکم سنایا!!

دو ماہ کی یہ قید میری زندگی کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ بن گئی۔ ممکن ہے آپ میری اس بات کو ستر مسکرائیں اور میری صحیح الدماغی پر شبہ کریں لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ میرے دل کی آواز ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جیل جانے سے موت بہتر ہے لیکن میں نہیں مانتا، میں اپنے بارے میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں جیل نہ گیا ہوتا اور فائدہ کشی سے نکل آ کر گمناہی کی موت مر گیا ہوتا تو آج میری یہ داستان دوسروں کے لئے داستان عبرت کس طرح بن سکتی تھی؟ میں

ہوئے گرج کر کہا۔ ”سیدھی طرح میری بات کا جواب دے، نہیں تو چوڑی اویڑ کر رکھ دوں گا۔“

”میرا نام ----- شیر حسن خاں ہے۔“ میں نے سسے ہوئے لبے میں جواب دیا۔

”اس علاقے میں کب سے بھیک کا دھندا کر رہا ہے۔“ سپاہی نے دوسرا سوال کیا۔ میں ایکبار پھر گڑ بڑا گیا، سپاہی نے مجھے بوکھلاتے دیکھا تو تیسرا سوال کر ڈالا ”کل رات تو کہاں تھا؟“

”میں ----- کالی کے بڑے مندر ----- میں کچھ کہتے کہتے بکھٹ خاموش ہو گیا مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لیکن اب کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا، تیر مکان سے نکل چکا تھا، سپاہی نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے پہلے ہی شبہ تھا مہاشے کہ تم وہ نہیں جو نظر آ رہے ہو، شیر حسن خاں کا کالی کے پوتر مندر سے کیا سبب بندھ۔“

”میں ----- میں ----- بھکاری نہیں ہوں سپاہی جی“ میں نے جلدی سے اپنا بچاؤ کرنے کی خاطر کہا تو سپاہی زہر خند سے بولا۔ ”صورت ہی سے کسی مہاراج کے پتر نظر آ رہے ہو۔“

”مجھے تو شکل ہی سے یہ کوئی اٹھائی گیرا جان پڑتا ہے۔“ مہاجن نما انجی نے خنارت سے کہا۔ ”ایسے ہی منٹش بھی بدل کر چوری اور ڈاکے مارتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے سیٹھ جی کے ہاں ڈاکہ مارنے والوں میں اس کا بھی ہاتھ ہو۔“

”میں بھی آج پہلی بار اس رنگے سیار کو اس علاقے میں دیکھ رہا ہوں۔“ سپاہی نے تائید کرتے ہوئے خشک لبے میں کہا پھر مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر بولا۔ ”رہتے کہاں ہو؟“

میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا، جب مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ اچانک میں اس حالت کو کس طرح پہنچ گیا تو دوسروں کو بھلا کیا پتا سکتا تھا، میری ہچکچاہٹ نے سپاہی کو اور طرح دی، کڑک کر بولا۔ ”سیٹھ گوبند داس موتی والے کا نام بھی سنا ہے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے بھکاتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں کسی سیٹھ گوبند داس موتی والے سے واقف نہیں ہوں۔“

”سنو مہاشے، سیدھی طرح کھل جاؤ۔“ سپاہی نے میرے قریب آتے ہوئے راز دار

لی اور تن بتدیر وہاں سے چل پڑا، میری کوئی منزل نہ تھی، کوئی ٹھکانہ نہ تھا، کوئی ایسا ایسا نہ تھا جہاں بیٹھ کر دو گھڑی سکون کا سانس لے سکتا، نصیب کی یاد بہر حال ابھی تک بری زندگی سے وابستہ تھی۔ دو تین روز تک میں نے جن مشکلات کا سامنا کیا وہ میرا دل بہتر جانتا ہے، دن بھر میں سڑکوں اور گلیوں کی خاک چھانتا پھرتا، لوگوں کے آگے دست وال داکرنا تو لوگ مجھے جھڑک دیتے، مجھے تندرست و توانا دیکھ کر کوئی بھیک دینا بھی گوارا میں کرتا تھا۔ اگر میں محنت و مزدوری کے ارادے سے آگے بڑھتا تو لوگ مجھے چور اٹھائی گیرا سمجھ کر کتڑا کر نکل جاتے تھے۔ فرضیکہ دو تین روز تک میں دن بھر فاقے کرتا رہا اور اپنی پی کر گزارا کرتا رہا، رات آتی تو کسی ویران گوشے میں پڑا رہتا اور صبح ہوتی تو پھر نست آزمائی کے لئے اپنے ہی جیسے مانوس چروں کے درمیان آکر بیٹھنے لگتا۔ ایک دو بار تو میرے ہی میں آیا کہ ابکی بار دیدہ و دانستہ کسی جرم کا ارتکاب کروں اور پھر جیل چلا جاؤں جہاں گالیوں اور جوتوں کی یلغار کے بعد روکی سوکی تو میسر آ جاتی تھی، لیکن شاید میرا ضمیر ابھی زندہ تھا یا پھر قدرت کو کچھ اور منظور تھا جو میں چاہنے کے باوجود کسی جرم کا ارتکاب کرتے گھبراتا تھا۔

چوتھے دن میں پھر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا۔ میرے خیالات باقی ہونے لگے میں نے طے کر لیا کہ آج بھی مجھے ایک وقت کی روٹی نصیب نہ ہوئی تو کل یقینی طور پر کوئی جرم کر کے جیل جانے کی کوشش کروں گا۔ میں ان ہی خیالات میں غرق ہونٹ چباتا ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی سے ٹکرا کر

رکا۔ ”کیسے، کیا تیری آنکھیں پھوٹ گئی ہیں، مجھے بھی پلید کر دیا۔“ ایک حقارت بھرا جملہ میرے کانوں میں گونجا، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے زخم، جو وقت کی کھریڑ جم جانے سے دب گئے تھے ایک ہی شخص میں پھر سے ہرے ہو گئے۔ میری آنکھیں آپ ہی آپ بند ہو گئیں میرے خون کی حدت بڑھ گئی، میری آنکھوں سے نفرت کے شعلے بلند ہونے لگے، انتقام کی آگ بھڑکنے لگی، میں جس شخص سے کرایا وہ پورن لال تھا۔ وہی پورن لال جس نے میری زندگی میں زہر کا بیج بویا تھا مجھے سراب کا راستہ دکھایا تھا اور پھر اچانک بلند یوں سے اٹھا کر پستیوں کی جانب پھینک دیا تھا۔ نظریں چار ہوئیں تو پورن لال ایک ٹائٹ کو چونکا پھر حقارت سے منہ بنا کر بولا۔ ”تم۔۔۔۔۔؟“ میرا خیال ہے کہ میں تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔“

نے جیل میں جن مشکلات کا سامنا کیا وہ خدا میرے دشمنوں کو بھی نصیب نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان مشکلات نے میری اصلاح کی، میں نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا، مجھے جیل کے ایک ایک ذرے سے محبت ہو گئی، اسی جیل نے مجھے جینے کا سہارا دیا تھا، اسی نے مجھے پھر سے انسان بنا دیا جس کا ذکر میں آئندہ کروں گا۔

جیل جانے کے بعد مجھے شروع میں دو ہفتے تک علاج کے لئے ہتال میں رکھا گیا پھر جب میری حالت سدھر گئی تو مجھے ہسپتال سے جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں مجھ سے سخت محنت لی گئی، سپاہیوں نے مجھ پر ظلم توڑے، اٹھتے بیٹھتے جوتے لات اور گندی گندی گالیوں سے ڈازا جاتا لیکن میں یہ سب کچھ سننے اور برداشت کرنے کے لئے مجبور تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے ایک سنتری کو ماں کی گالی دینے پر محض بدلی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔ اس گھورنے کے جرم میں مجھے اس بری طرح مارا گیا کہ توبہ بھلی، دو روز تک مجھے ایک دقت کی روٹی ملی پھر جب میں گالیاں سننے اور مار کھانے کا عادی ہو گیا تو میری خورک بحال کر دی گئی۔

فرضیکہ جیل کی زندگی نے مجھے مشقتوں کا عادی بنا دیا۔ شبیر حسن خاں جو ایک با عزت گھر کا چشم و چراغ تھا کیسی کیسی مبر آزما گھڑیوں سے گزرا تھا، کیسی کیسی معیبتوں سے دو چار ہوا تھا، پہلے وہ مسلمان تھا پھر حالات نے اسے ہندو بننے اور چھروں کو پوجنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی ایک سراب تھا جس کے پیچھے میں ایک عرصے تک بھاگتا رہا، آنکھیں بند کئے دوڑتا رہا اور جب سراب کا ظلم ٹوٹا تو جیل کی زندگی نے رسی سسی کسر بھی پوری کر دی، اب ایسا شخص بن کر رہ گیا تھا جس کا کوئی مذہب نہیں تھا، کوئی دھرم نہیں تھا، کوئی منزل نہیں تھی، جس کا ماضی ایک ہولناک مگر حسین خواب تھا۔ جس کا حال ایک لذتک اور عبرتناک حقیقت تھی اور جس کے مستقبل کا کوئی پتہ کوئی نشان نہیں تھا۔ آج بھی وہ دن یاد آتے ہیں تو میں سر تا پا لرز اٹھتا ہوں میری آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، میں پہروں اپنی کتب زندگی کے گرد آلود ورقوں کو الٹا پلٹا رہتا ہوں اور جب تھک ہار کر بے حال ہو جاتا ہوں تو ذہن سے ان باتوں کو جھٹک دیتا ہوں، بہر حال اب میں پھر اصل واقعات کی سمت آتا ہوں تاکہ پڑھنے والوں کی دلچسپی برقرار رہ سکے!

جیل کی وہ ماہ کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد جب میں کھلی فضا میں باہر آیا تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہر چیز میری دیکھی بھالی، جانی پہچانی تھی لیکن نہ جانے کیوں اجنبی اجنبی لگ رہی تھی۔ میں نے ایک الوداعی نظر جیل کے بوے پھانک پر

”جس وقت وہ غائب ہوا میں تمہارے ڈنڈے کی ضرب سے تھلا رہا تھا۔“ میں نے اسامہ بنا کر کہا۔ ”تمہیں یہ سوال وہاں موجود افراد سے کرنا چاہئے تھا سنتی تھی۔“

”مجھے حیرت ہے۔“ سنتی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھ کو بھی اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اچانک کہاں گم ہو گیا؟ کیا وہ تم سے پہلی بار ملا تھا؟ تمہارا جھگڑا کس بات پر شروع ہوا تھا؟“

”وہ خود ہی مجھ سے ٹکرا گیا تھا پھر مار پیٹ شروع ہو گئی۔“ میں نے دیدہ و دانستہ پورن لال کے سلسلہ میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”وہ کون تھا؟ کہاں سے نمودار ہوا اور کہاں غائب ہو گیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔“

”میں تمہیں جان بوجھ کر وہاں سے ہٹا لیا تھا۔“ سنتی نے اچانک بڑی نرم زبان میں کہا۔ ”اگر تم وہاں رہتے تو فرقہ دارانہ فساد ہونے کا اندیشہ تھا، مجھے انوس ہے کہ میں نے تم کو قابو کرنے کے لئے ڈنڈے کا استعمال کیا، بہر حال تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر فی الحال اس علاقے سے دور ہی رہنا جہاں تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔“

مجھے سنتی سے اتنی رحمی کی امید نہیں تھی۔ میں نے اسے حیرت بھری نظروں سے گھورا پھر پلٹ کر اس سمت دیکھا جہاں پر اسرار بوڑھا موجود تھا لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے سنتی کی موجودگی کو نظر انداز کر کے قدم بڑھا دئے۔ قرب و جوار کی تمام گلیاں چھان ماریں مگر بوڑھا کہیں نظر نہ آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سنتی کے ہاتھوں میری گھو خلاصی اسی بوڑھے کی آمد کی وجہ سے ہوئی تھی، وہ یقیناً پر اسرار طاقتوں کا مالک ہو گا۔ میرا ذہن بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے نیمہ کو کالی کے مندر میں جانے سے کیوں روکا تھا؟ نیمہ سے اس کی ذات کا کیا تعلق تھا؟ اگر وہ میرا دشمن تھا تو اسے دیکھ کر مجھے غصہ نہ آنے کیا وجہ تھی؟ وہ میرے سامنے آکر اچانک غائب کیوں ہو گیا؟ میں بوڑھے کے بارے میں سوچتا رہا، مگر میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا، وہ آواز جو میرے کانوں میں پورن لال سے لڑتے وقت گونجی تھی یقیناً اسی بوڑھے کی تھی۔ میں اس آواز کو کالی کے مندر کے باہر بیڑھیوں پر بھی سن چکا تھا، اسی آواز نے نیمہ کو لاجوئی کے سحر سے آزاد کرا کے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کیا تھا۔ اسی آواز نے مجھے پورن لال کے گندے بیروں کے کالے جادو سے نجات دلائی تھی، اسی پر اسرار آواز نے مجھے نہ صرف پورن لال سے لڑنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ میرے ہاتھوں پورن لال کی مٹی بھی پلید کرائی تھی۔ لیکن پھر پورن لال اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ کیا

خوشی مجھے اپنی پریشانی سے کہیں زیادہ تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ راہ گیر ہمارے ساتھ ساتھ لگے رہے پھر وہ اپنی اپنی راہ چل دیئے پولیس والا اگلے ہاتھ سے میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کئے ہوئے تھا سیدھے ہاتھ میں اسے اپنے ڈنڈے کو اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ اگر میرا ذرا بھی چالاکی سے کام لیتا تو وہ ڈنڈا گھما دیتا۔ یوں بھی وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا اس نے اسے میری طرف سے کسی حمایت کی امید نہیں تھی۔ خود میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ خواہ کسی الجھن میں چھپنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

سیدھی سڑک طے کرنے کے بعد ہم بائیں جانب مڑے، تھانہ یہاں سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم موڑ پر پہنچ کر گھوڑے میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں یلکھت کٹی گنا بڑھ گئیں، میری نظرس اس سفید ریش بزرگ کے چہرے پر جم کر رہ گئیں جو مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا میرے اس بزرگ کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی، یہ وہی بوڑھا تھا جسے میں کالی کے مندر کے بیڑھیوں پر دیکھ چکا تھا۔ نیمہ کو یہی پر اسرار بوڑھا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی وہی جلال تھا جیسا میں پہلے دیکھا چکا تھا، مجھ پر کچھ عجیب سی کیفیتیں طاری ہو رہی تھیں۔

اسی لمحے میں نے پولیس والے کو بھی بزرگ کی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ دونوں کی نظرس آپس میں ٹکرائیں۔ میں نے محسوس کیا کہ سنتی کی گرفت میری کلائی پر کھڑور رہی ہے۔

سنتی اور پر اسرار بوڑھے کی نگاہیں چار تھیں۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز رہی تھیں، بوڑھے کو اپنے سامنے دیکھ کر مجھے اس بات کا احساس ضرور ہوا تھا کہ اسی نیمہ کو مجھ سے چھینا تھا لیکن نہ جانے کیا وجہ تھی کہ غصہ آنے کے بجائے میں بوڑھے بڑی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں عجیب کیفیتوں سے دو چار تھا۔ نا معلوم جذبوں سے سرشار ہر رہا تھا۔ چند ثانیوں تک سنتی بوڑھے کو گھورتا رہا پھر اس کی گردن میر کلائی سے ہٹ گئی۔ اس نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”شہیر حسن خاں۔“ میں نے مختصراً جواب دیا۔

”کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ شخص اچانک کہاں غائب ہو گیا جس سے تم نبرد آ

تھے؟“ سنتی نے دوسرا سوال کیا۔

اسے فرار کا موقع بھی اسی پر اسرار بوڑھے نے فراہم کیا تھا؟

میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ میں جس قدر بوڑھے کے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرتا میرا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا۔ بھوک و پیاس سے میری حالت ابتر ہو رہی تھی، مجھے سنتری سے گلو خلاصی کا انوس ہوا، اگر وہ پر اسرار بوڑھا درمیان میں نہ آ جاتا تو یقیناً ممکن تھا کہ مجھے دوبارہ جیل نصیب ہو جاتی، اور میری بھوک پیاس کا مسئلہ ضرور حل ہو جاتا۔ بے بسی کے احساس نے مجھے تڑپا دیا۔ حالات کے شیب و فراز نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ کبھی میرا نام سن کر بڑے بڑے پنڈت پجاری کانپ اٹھتے تھے، مجھے ہر بات پر قدرت حاصل تھی۔ میرا ایک معمولی اشارہ انسانی کو ہونی بنا دیا کرتا تھا لیکن آج میں بھوک و پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میرے پاس تن ڈھانچنے کو پوری طرح کوئی لباس بھی نہ تھا، میں دانے دانے کو محتاج ہو رہا تھا۔ میرا ذہن ابھی متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ قریب سے اذان کی آواز ابھری، اور میں تیزی سے قدم اٹھاتا آواز کی جانب لپکا، سامنے والی گلی عبور کر کے کشادہ سڑک پر آیا تو مسجد میرے سامنے تھی مسلمانوں کی عبادت گاہ، میرے قدم یلکھت رک گئے۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے مسجد کی جانب دیکھا، میرا دل خوف سے کانپ اٹھا۔ اذان کی آواز کب ختم ہوئی مجھے اس کا مطلق احساس نہ ہوا، مسجد نمازیوں سے کب خالی ہوئی مجھے یہ بھی یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ میں اپنی جگہ کھڑا آنسو بہا رہا تھا کہ کسی نے مجھے بازو سے پکڑا اور میں ہوش میں آ گیا۔ ایک ادیب عمر کا شخص میرے قریب کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ بھی آنسوؤں سے آنسوؤں سے گھرا ہوا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی کا جذبہ ضرور موجود تھا، قبل اس کے کہ میں اس سے کچھ کہتا وہ از خود مجھ سے مخاطب ہوا۔

”تم مجھے بہت دکھی معلوم ہوتے ہو میرے بھائی! کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟“

نوادرد کی زبان سے ہمدردی کے دو بول اور بھائی کا لفظ سن کر میرا دل بھر آیا۔ آنسوؤں کا تھما ہوا سیلاب اٹھ پڑا، نووارد نے مجھے تسلیاں دیں اور اپنے ساتھ مسجد کی پشت پر بیٹھنے ہوئے ایک نیم مکان میں لے گیا جہاں وہ تھا رہتا تھا۔ اس نے میرے سامنے کھانا لا کر رکھا تو میں دیوانوں کی طرح کھانے پر لوٹ پڑا۔ وہ خاموش بیٹھا میری ایک ایک حرکت اک جائزہ لیتا رہا۔ جب میں سیر ہو کر کھا چکا تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسجد کا موزن ہے اور اس مکان میں تھا رہتا ہے۔ اس کے اصرار پر میں نے بھی اسے اپنے مختصر حالات

سے آگاہ کیا۔ موزن جس کا نام باقر علی تھا حیرت سے میری داستان سنتا رہا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

”شیر حسن خاں، تم نے اچھا کیا جو اپنی داستان مجھے سنا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا۔ جو کچھ ہوا اب اسے بھول جاؤ۔ تم ایک مسلمان ہو اب بھی اگر سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگو تو کیا محب ہے کہ وہ قادر مطلق تمہاری توبہ قبول کر لے اور تم کو سکون قلب میسر آ جائے۔“

باقر علی کے سمجھانے بھانے پر میں اسی کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گیا۔ دوسری صبح میں نے نما دھو کر باقر علی کے پرانے کپڑے پہنے اور مسجد میں جا کر نماز فجر ادا کی۔ اس وقت میری جو کیفیت تھی وہ میرا دل ہی بستر جاتا ہے۔ نماز کے دوران مستقل میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، خوف اور دہشت سے میرا برا حال تھا۔ ندامت کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر بے حال کر دیا تھا۔ میں شرم سے زمین میں گڑا جاتا تھا۔ جب نماز ختم ہوئی اور نمازی مسجد سے چلے گئے تو میں خدا کے حضور سر بسجود ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھ پر رقت طاری تھی لیکن اس دیوانگی میں ایک سکون تھا، وہ سکون جو اس سے پہلے مجھے کبھی میسر نہیں آیا تھا۔ میں نہ جانے کب تک ان کیفیتوں سے دوچار رہا پھر جب باقر علی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”شیر حسن!“ باقر علی نے میری آنکھیں میں ندامت کے آنسو دیکھ کر بڑی نرمی سے کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ تمہارے یہ آنسو رائیگاں نہیں جائیں گے، خدا نے چاہا تو تمہاری خوشیاں تمہیں ضرور واپس مل جائیں گی۔“

”میں تمہارا احسان مند ہوں باقر علی جو تم نے مجھے سارا دیا ورنہ.....“

”مجھے گناہ گار مت کرو شیر حسن!“ باقر علی نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔

”بندے کی کیا مجال کہ وہ کسی کو سارا دے سکے جو کچھ ہوا وہ خدا کی مرضی سے ہوا، مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تم نے میرا کہا مان لیا اور میرا ساتھ رہنا قبول کر لیا۔“

غرضیکہ باقر علی کی رفاقت نے مجھے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔ میں شیر حسن خاں جو طاقت کے نشے میں اندھا ہو کر اپنے مذہب کو چھوڑ کر دیوی دیوتاؤں کے چکر میں الجھ گیا تھا، منوہر لال مہاراج بن گیا تھا، ایک مدت تک سراب کے پیچھے اندھوں کی طرح بھاگتا رہا تھا، آخرش پھر اپنے مرکز کی طرف لوٹ آیا تھا۔ میرے گناہوں کی فرست طویل تھی، اس لئے

دادہ یہاں کوئی میرا ایسا واقف کار بھی نہیں جس نے تمہیں میرے پاس کسی ضرورت سے میچا ہو۔ بہر حال تم کتنا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو۔“

لڑکا میرے جواب سے مطمئن نہ ہو سکا، میری تصدیق کی خاطر وہ حجرے میں جا کر پیش امام سے ملا پھر واپس آکر مجھ سے بولا۔ ”مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے آپ کے بیان کو تسلیم نہیں کیا۔ معاملے کی نوعیت کچھ ایسی ہی تھی کہ میں اسے کسی غلط آدمی کو نہیں بتا سکتا تھا۔“

”بہر حال اب تم نے میرے بارے میں تصدیق کر لی ہے۔“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ ”کہو کیا بات ہے؟“

”کیا آپ نعیمہ نامی کسی خاتون سے واقف ہیں؟“ لڑکے نے بڑی راز داری سے دریافت کیا۔ نعیمہ کا نام سن کر میں چونک پڑا، روٹھی ہوئی خوشیوں کی واپسی کے تصور نے مجھے خوشی سے بے حال کر دیا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

”کیا تم جانے ہو کہ نعیمہ کہاں ہے؟“

”جی ہاں۔“ لڑکا سنجیدگی سے بولا۔ ”میں نعیمہ خاتون کے پردوس میں رہتا ہوں اور اس وقت ان ہی کی درخواست پر آپ کے پاس آیا ہوں۔“

”جلدی بتاؤ کہ نعیمہ کہاں رہتی ہے۔“ میں نے خوشی سے سبے قابو ہو کر کہا۔ ”مجھے

اس کے پاس لے چلو، میں تمہارا یہ احسان تمام عمر یاد رکھوں گا۔“

”اس وقت آپ کا وہاں جانا مناسب نہ ہو گا۔“ لڑکے نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”اگر آپ وہاں گئے تو حالات نعیمہ خاتون کے حق میں خطرناک ثابت ہوں گے، انھوں نے آپکو رات کے ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان بلایا ہے اور کہا ہے کہ اس کی خبر آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ہونی چاہئے۔“

لڑکے کے جواب نے میری بے چینیوں میں یکلفت کئی گنا اضافہ کر دیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میرے پر لگ جاؤں اور ایک لمحہ انتظار کئے بغیر اڑ کر اپنی نعیمہ سے جا ملوں لیکن مجھے اپنی بے چینیوں پر قابو پانا پڑا۔ نہ جانے نعیمہ غریب کن حالات سے دو چار تھی جو اس نے مجھے رات کی تنہائی میں بلایا تھا۔ میں نے لڑکے سے نعیمہ کے بارے میں تفصیل دریافت کرنی چاہی لیکن وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہ بتا سکا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ میں نے مزید کریداً تو لڑکے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”نعیمہ خاتون جس شخص کے ساتھ رہتی ہے وہ بہت ظالم اور خطرناک آدمی ہے، اگر

میں یاد الہی میں ہمہ وقت ڈوبا رہتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا، رات رات بھر حجرے میں پڑا کر گزارتا رہتا، اپنے سیاہ اعمالنامے کو دھونے کے لئے آنسوؤں کو بروئے کار لاتا رہتا، مجھے اس رونے اور گزگزانے میں جو لطف ملا اس کے آگے دنیا کی تمام آسائشیں بیچ ہیں۔ قادروں کا خزانہ بھی ان آنسوؤں کا مول ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی جب مجھے نعیمہ کی یاد آتی تو میں تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ نعیمہ، جس نے مجھے زندگی کا سارا دیا تھا نہ جانے کہاں تھی؟ ایک دو بار میں نے باتوں باتوں میں باقر علی سے اس پر اسرار بوڑھے کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا جو میری گناہ آلودہ زندگی میں ایک نیا موڑ بن کر سامنے آیا تھا لیکن باقر علی نے ہر بار مجھ سے یہی کہا کہ محض ملنے کی بنا پر وہ اس بوڑھے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

مجھے باقر علی کے ساتھ رہتے ہوئے تین ماہ بیت گئے۔ اس عرصے میں میرے اندر نمایاں تبدیلی ہوئی۔ سوائے عبادت کے مجھے کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ خالی وقتوں میں باقر علی مجھے قرآن پڑھاتا اور اس کی تفسیر سے آگاہ کرتا۔ غرضیکہ ان تین مہینوں میں میری زندگی کا رخ پوری طرح بدل چکا تھا۔ میں نے اپنے مذہب کے بارے میں بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ اپنے ماضی کی باتوں کو میں یکسر فراموش کر چکا تھا مگر ایک دن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بھرا الجھا دیا۔ اس روز میں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کے ارادے سے حجرے کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا مسجد میں داخل ہوا۔ مسجد میں اس وقت میرے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ لڑکا پیش امام کے پاس کسی غرض سے آیا ہو گا میں رک گیا، لڑکا سیدھا میری طرف آیا اور کچھ توقف کے بعد جھکتے ہوئے بولا۔

”مجھے شبیر حسن خاں سے ملنا ہے کیا آپ مجھے ان کا پتہ بتا سکتے ہیں؟“

لڑکے کی زبان سے اپنا نام سن کر مجھے حیرت ہوئی، میں نے اس لڑکے کو زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، ایک لمحے کو میں نے اسے غور سے سر تپا دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا۔ ”تمہیں شبیر حسن سے کیا کام ہے؟“

”کام چونکہ نجی نوعیت کا ہے اس لئے میں آپ سے اس کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔“ لڑکے نے مجھے اور الجھا دیا۔ میں سوچنے لگا آخر وہ لڑکا کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ نہ جانے کیوں میرے دل کی رفتار تیز ہونے لگی میں نے کچھ تامل کے بعد کہا۔

”میرا ہی نام شبیر حسن خاں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم میرے لئے اجنبی ہو، اس کے

میں نہ میں اسے الفاظ کے قالب میں ڈھال سکتا ہوں البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ نغمہ کو دوبارہ پالینے کی اس اچانک خوشخبری نے مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ میں ہر چیز کو بھولی کر نغمہ کو پالینے کی خوشی میں سرشار تھا، آنے والے لمحات کے خوش کن تصور نے مجھے مست کر دیا تھا۔ میں بھولی بری لذتوں کو یاد کر رہا تھا۔ وہ حسین لمحات جو میں نے نغمہ کی رفاقت میں گزارے تھے ایک ایک کر کے میری پلکوں کے نیچے سے گزرنے لگے، میں حسین خوابوں کی دادی میں گم ہو رہا تھا۔ میرے ذہن کے پردوں پر نغمہ کا معصوم چہرہ مسکرا رہا تھا، مجھے اپنے پاس بلا رہا تھا، میں ان خوابیدہ کیفیتوں میں نہ جانے کب تک ڈوبا رہا۔ دوبارہ ہوش آیا تو باقر علی میرے پاس کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بہت دیر غائب رہا ہوں، مسجد میں نمازیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں نے باقر علی کو اپنی محبت کا سبب ایک ڈھپنے کی آؤ لیکر سمجھایا اور پھر جلدی جلدی وضو کیا اور مغرب کی نماز کے لئے تیار ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر میں گھر جانے کے بجائے مسجد میں پیش امام کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اگر باقر علی نے میری بے چینی کو تاؤ کر اصل سبب دریافت کرنے کی ضد کی تو میں اسے دوبارہ نہ ٹال سکوں گا مغرب سے عشاء تک میں پیش امام کے پاس رہا۔ بظاہر میں پیش امام سے باتوں میں مصروف تھا لیکن داغ نغمہ میں الجھا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں گھر گیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک نغمہ کو نہ پالوں گا کھانا پانی نہیں کھاؤں گا، باقر علی چونکہ جلدی سو جانے کا عادی تھا اس لئے سرسری طور پر کچھ رکی باتیں کرنے کے بعد سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

میری بے چینی ہر لمحہ بڑھتی جاتی تھی۔ میری نظریں ٹائم پیس پر جیسے جیسے درد کرنے لگی تھیں۔ میرے اضطراب نے وقت کی رفتار کو سست کر دیا تھا۔ لیکن خدا خدا کر کے یہ پریشان لمحات جیتے۔ ٹائم پیس میں گیارہ بجے تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے اٹھا۔ بچوں کے بل چلتا ہوا دروازے تک گیا۔ نہایت آہستہ سے کنڈی کھولی اور دبے قدموں مکان سے باہر آ گیا۔ جہاں تاریکی اور خاموشی کا راج تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ان راہوں پر بڑھنے لگا جس کا اختتام میری نغمہ کے گھر پر ہوتا تھا۔ میرے آنے والی خوشیوں کے تصور نے مجھے حشک کا احساس نہیں ہونے دیا، میں لڑکے کے بتائے ہوئے محلے میں گیا تو میرے حشک کی رفتار تیز سے تیز تر ہو گئی۔ تھوڑی سی دشواری کے بعد میں نے وہ مکان بھی تلاش کر لیا جس کا نشان مجھے لڑکے نے دیا تھا۔ میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا، میں جس گلی میں تھا،

اسے معلوم ہو گیا کہ میں آپ سے ملا ہوں اور پیغام سلام کا سلسلہ جاری کیا ہے تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔ خدا را آپ کسی سے میرے بارے میں نہ بتائیے گا۔

”تم مطمئن رہو میاں لڑکے، تم میرے محسن ہو، میں تمہارے اوپر کوئی آج نہیں آنے دوں گا۔“ میں نے لڑکے کو تسلی دی پھر پوچھا۔ ”کیا تم نغمہ کے بارے میں کچھ اور بھی بتا سکتے ہو؟“

”مجھے کل رات سے پشیمان کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں تھی۔“ لڑکے نے سسے سسے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ”کل رات میں اپنے دوست کے گھر سے پڑھ کر واپس لوٹا تو برابر والے مکان سے کسی خاتون نے مجھے آواز دی۔ میں چونکہ پڑوس میں رہتا ہوں اس لئے بلا خوف اس آواز کو سن کر برابر والے مکان کے دروازے پر چلا گیا جہاں میں نے پہلی بار نغمہ خاتون کو دیکھا اور پھر جو پیغام انھوں نے دیا وہ آپ تک پہنچا دیا۔“ لڑکے نے اپنا جملہ مکمل کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں مسجد سے باہر کی جانب دیکھا پھر دہلی آواز میں بولا۔ ”میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا ذکر کسی اور سے نہ کیجئے گا، میں ڈرستے ڈرستے آپ تک پہنچا ہوں۔ دل میں کئی بار میں نے سوچا کہ اس خطرناک کام کو نہ کروں لیکن مجھے دس روپے کے اس نوٹ کا خیال آ گیا جو نغمہ خاتون نے مجھے دیا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر ای یا ابا کو معلوم ہو گیا کہ میں نے پڑوس والی خاتون کے معاملے میں ٹانگ اٹھائی ہے تو وہ میری پٹائی کریں گے، اسی ڈر سے میں نے وہ نوٹ بھی اپنے دوست کے پاس رکھ دیا ہے۔“

”تم میری طرف سے مطمئن رہو، میں تمہارا ذکر کسی سے نہ کروں گا۔“ میں نے پر زور الفاظ میں لڑکے کو یقین دلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ”کیا تم اس نگھص کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے جو تمہارے برابر والے مکان میں رہتا ہے۔“

”اس کا نام ولداری ہے، صورت ہی سے کوئی بد معاش نظر آتا ہے۔ ابا بنے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ اس گھر والوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔“ لڑکے نے تیزی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”میں ایک بات آپ کو بتانا بھول گیا، نغمہ خاتون نے کہا تھا کہ آج رات ضرور بالضرور ان سے مل لیں۔ اسلئے کہ ولداری آج رات گھر سے باہر رہے گا، اچھا اب میں چلتا ہوں۔“

پھر قبل اس کے کہ میں لڑکے سے کچھ اور دریافت کرتا وہ تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا مسجد سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ نہ آپ لگا سکتے

نیست و نابود کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔
 ”نہیں شیر نہیں۔ میں تمہیں خطرات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گی، مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو، کسی ایسی جگہ جہاں گردشیں ہمارا تعاقب نہ کر سکیں۔“ نیر نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا پھر خوفزدہ انداز میں مجھ سے اور قریب ہو گئی۔
 ”نیر۔۔۔۔۔۔“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ”وہ بوڑھا کون تھا جس نے تمہیں کالی کے مندر کی میڑھیوں پر مجھ سے علیحدہ کیا تھا۔“

”پہلے میں اسے شریف انسان سمجھی تھی لیکن۔۔۔۔۔۔“ نیر اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی، کسی ناخوشگوار واقعے کی یاد نے اسے تڑپا دیا، وہ ہچکیوں سے رونے لگی، غصے کی شدت نے خود میرا بھی برا حال کر دیا تھا لیکن اس وقت میرے لئے ضروری تھا کہ میں نیر کی دلجوئی کر دوں چنانچہ میں اپنا غم و غصہ بھول کر نیر کو سمجھانے لگا۔ نیر کی ہچکیاں بڑھتی جا رہی تھیں، وہ بری طرح مجھ سے لپٹی ہوئی تھی یوں جیسے اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر ایک پل کو بھی مجھ سے جدا ہوئی تو شاید پھر نہ مل سکے گی۔ نیر کے آنسو اور سسکیاں میرے ذہن پر ضرب لگا رہے تھے۔ اس کا جوان لمس مجھے بے چین کر رہا تھا۔ میں نے نیر کو چپ کرانے کے لئے اپنے ہونٹ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اس کے جسم کا ہنس لمس و گداز پا کر میری حالت غیر ہونے لگی، دوسری طرف نیر بڑے جذباتی انداز میں میرے اندر جذب ہو جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ نیر کو ایک عرصے کے بعد خود سے اس قدر قریب پا کر میری اشتباہ بھڑک اٹھی، مجھے اس پر جائز اختیار بھی تھا، میں نے بڑی شدت سے سمجھ لیا نیر کا انداز خود سپردگی مجھ پر جنون طاری کر رہا تھا، میں ڈوبنے لگا، نیر پہلے ہی بسکی ہوئی تھی، طوفان ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

”سنبھلو شیر حسن خاں، آنکھیں کھولو۔“

لیکن میں جس طوفان بلا خیز کے تھیمڑوں میں پھنس چکا تھا اس سے بچ نکلتا میرے بس کی بات کہاں تھی، نیر کے قرب نے مجھے آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا، میں اس آواز کو دہم سمجھا اور خود کو حالات کی رنگینیوں کے حوالے کر دیا۔ نیر کی ہچکیوں اور سسکیوں کا انداز بدل رہا تھا جذبات کی شدت نے مجھے بھی اندھا کر دیا۔ کمرے کا گھپ اندھیرا ہم دونوں کو آہستہ آہستہ نگل رہا تھا، تقدیر کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے؟
 جب طوفان کی شدت ختم ہوئی اور جذبات سرد ہوئے تو میں نے نیر سے کہا۔

تھا وہ تاریک اور سنسان تھی۔ اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ کوئی آس پاس موجود نہیں ہے میں نے آگے بڑھ کر دھڑکتے ہوئے دل سے بند دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ پہلی دستک کا کوئی جواب نہ پا کر میں نے دوبارہ دستک دی۔ اس خیال سے میرا دل ڈوبنے لگا کہ اگر نیر سو چکی ہے تو اسے جگانے کے لئے مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا لیکن یہ خیال دیر پا ثابت نہیں ہوا۔ دوسری دستک کے کچھ دیر بعد بند دروازے کے دوسری جانب قدموں کی آہٹ سنائی دی کوئی دروازے کے قریب آ رہا تھا۔

”نیر۔“ میرے دل کی دھڑکنیں دو چند ہو گئیں، پھر اس وقت میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ باقی نہ رہا جب نیر کی جانی پچائی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”کون؟“

”دروازہ کھولو نیر۔“ میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ میرا نام سن کر دروازہ کھول دیا گیا، میں جلدی سے اندر داخل ہوا جہاں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ نیر نے دروازہ بند کیا پھر بے اختیار میرے سینے سے لگ کر سسکتے لگی۔ اس کے دل کی لطیف دھڑکنیں میرے دل کی گمراہی میں جذب ہو رہی تھیں۔ خوشی کی انتہا نے اس کی آنکھوں کے پتے چھلکا دیئے تھے۔ میں نے اسے اپنے سینے کی گمراہیوں میں چھپاتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”نیر! میری زندگی، اب ان آنسوؤں کو پونچھ لو، اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔“

جواب میں نیر کے بازوؤں کا حلقہ اور تنگ ہو گیا اور پھر وہ اندھیرے میں میرا ہاتھ تھام کر مجھے اندر ایک کمرے میں لے گئی، یہاں بھی تاریکی کا راج تھا۔ نیر نے ہنگ تک میری رہنمائی کی پھر خود بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔ مجھے اس کی خاموشی سے الجھن ہو رہی تھی۔ میں نے اضطرابی لہجے میں کہا ”نیر! مجھے بتاؤ کہ یہ دلدار کون ہے اور اس نے تم پر کیا ظلم توڑے ہیں، میں ان ہاتھوں کو توڑ ڈالوں گا جو تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے ہیں۔ ان آنکھوں کو حلقے سے باہر نکال کر بیروں تلے مسل دوں گا جنہوں نے تمہاری معصومیت کو بری نظروں سے دیکھا ہے، میں اس شخص کو اذیتناک موت ماروں گا جو تمہارے درمیان دیوار بن گیا تھا۔“

”شیر!“ نیر کی رندمی ہوئی آواز ابھری۔ ”مجھے اس جنم سے نکال لے چلو، یہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے، میں اب یہاں ایک پل بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔“

”میں بزدلوں کی طرح خوفزدہ ہو کر فرار نہیں ہوں گا نیر۔“ میں نے نیر کو اپنی آغوش کی گمراہیوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری معصومیت کی قسم میں تمہارے دشمنوں کو

”نیمہ اشو“ میں اسی وقت تم کو یہاں سے لیجاتا ہوں۔“

”اتنی جلدی کیا ہے شبیر“ ابھی تو ساری رات پڑی ہے“ نیمہ نے ہلکی ہلکی سانسوں کو سہکتے ہوئے جواب دیا تو مجھے سخت تعجب ہوا“ میں نے سوچا کیا نیمہ اب حالات سے خوفزدہ نہیں؟ کیا جذبات کی آسودگی حاصل کر لینے کے بعد وہ تمام متوقع خطرات سے بے نیاز ہو چکی ہے؟ کیا اس نے مجھے محض اسی کھیل کے لئے بلوایا تھا؟ میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں میں نے نیمہ سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

”حالات کے پیش نظر اب ہمارا یہاں رکنا نا مناسب ہو گا“ تمہاری بدنامی کے خوف سے میں نے دلدار سے الجھنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا ہے“ میں تمہیں اس شہر سے دور لیجاتا چاہتا ہوں نیمہ“ رات کی تاریکیاں ہماری معاونت کریں گی۔“

جواب میں نیمہ نے کوئی خاطر خواہ بات کہنے کے بجائے اپنے عریاں بوجھ کو میرے اوپر ڈالا تو نفرت کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ نیمہ جو کچھ دیر قبل خود اس بات کی متنبی تھی کہ میں اسے کیسے دور لے جاؤں، دلدار سے ٹکرانے کا خیال ترک کر دوں، اچانک کس قدر بدل گئی تھی، جذبات سرد ہو جانے کے باوجود اس کی وہ حرکت میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ میں جھجھلا گیا“ میں نے حقارت سے اس کے خوبصورت بوجھ کو اپنے اوپر سے ہٹایا پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا مگر پشتر اس کے کہ میں نیمہ کو کوئی سخت بات کہتا تاریک کمرہ یکفخت روشن ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں چونکا جیسے بجلی کا کرنٹ بلب کے تاروں کے بجائے میرے بدن سے مس ہو گیا ہو۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے پٹنگ کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں نیمہ کے بجائے لاجوتی عریاں حالت میں لیٹی تھی مجھے معنی خیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ میرے ذہن کو جھٹکا لگا“ میں جس لمس کو مانوس سمجھ رہا تھا وہ حالات کا حسین فریب تھا“ میں اندھیرے میں شکار ہوا تھا“ جسے میں دفا شعار اور معصوم نیمہ سمجھ رہا تھا“ وہ دراصل لاجوتی تھی جو ایک عرصے تک خوبصورت ناگن کے روپ میں مجھے ڈستی رہی تھی۔ میں لاجوتی کی پراسرار قوتوں سے واقف تھا“ اس کے لئے نیمہ کی آواز کی نقل کوئی مشکل بات نہ تھی۔ جسے سے میری کپٹیاں بچنے لگیں“ میں نے دل میں ایک خطرناک ارادہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ میں اس پر عمل پیرا ہوتا لاجوتی بڑی بے غیبتی سے مسکراتی ہوئی معنی خیز انداز میں بولی۔

”منوہر مہاراج“ تم پوتر ہو کر ہماری نکتیوں کے جال سے نکل بھاگے تھے پر تھو مجھے شراس تھا کہ شریر کی آگ تمہیں بیاکل کر دے گی۔ پورن لال مہاراج کا خیال غلط نہیں

”نہا۔“ ”کینی“ ناگن!“ میں کڑک کر بولا ”تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے“ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”دھیرج سے کام لو شبیر!“ لاجوتی نے اس بار ہلکے ہوئے تیور سے کہا۔ ”تم شاید بھول رہے ہو کہ اس سے تم کس جگہ کے سامنے کھڑے ہو“ میں اگر چاہوں تو ایک اشارے پر تم کو جلا کر بھسم کر سکتی ہوں پر تو پورن لال کی آگیا کا پالن کرنا بھی میرا دھرم ہے“ تمہیں اب دیوی دیوتاؤں کے سراپ سے دھرتی کی کوئی فکری نہیں بچا سکتی۔“

لاجوتی کا جواب سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لاجوتی میرے سامنے کھڑی بے ترتیب لباس کو درست کر رہی تھی۔ میں نے حقارت سے نظرس پھیر لیں“ مجھے اپنے گناہ کا احساس ضرور ہوا تھا“ لیکن اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا“ میں اپنی شریک زندگی نیمہ کے دھوکے میں لوٹا گیا تھا۔ مجھے وہ آواز یاد آتی جس نے مجھے سنبھلنے اور آنکھیں کھولنے کا مشورہ دیا تھا“ میری آنکھوں کے گوشے جھپکتے گئے“ مجھے اب بڑی شدت سے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا“ نیمہ کا پیغام ملنے کی خوشی نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو سلب کر دیا تھا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ جس نیک بزرگ نے نیمہ کو کالی کے مندر میں جانے سے روکا تھا“ جس نے پورن لال کے مقابلے میں میری امداد کی تھی اور کفر کو نچا دکھایا تھا“ وہ نیمہ کی طرف سے بھی غافل نہیں ہو سکا تھا۔ اس بزرگ کی آواز نے مجھے گناہ سے بچنے کا مشورہ بھی دیا تھا لیکن میں بہرہ ہو گیا تھا“ اندھا ہو گیا تھا۔ ابھی میں لاجوتی کی طرف سے منہ پھیرے کھڑا اپنی حماقت پر کف السوس مل رہا تھا کہ میرے ذہن پر اباک غنودگی طاری ہونے لگی“ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کمر اور دھند میں گھر گیا ہوں۔ صندلی خوشبو کا حیر جھونکا میرے وجود کو بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں الجھا رہا تھا“ مجھے اپنا دم گھٹنا محسوس ہوا۔ میں نے خود کو ان کیفیتوں سے نجات دلانا چاہی“ اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا“ میری آنکھوں کے پونے بوجھل ہونے لگے“ میرا سر پھرانے لگا“ غنودگی کا احساس دہیز ہوتا گیا پھر مجھے صرف اتنا یاد رہا کہ میرے پیروں تلے سے زمین کھسک رہی ہے میں فضا میں معلق ہو رہا ہوں اس کے بعد جب غنودگی کے باطل چھٹے تو میں نے خود کو ایک پر شکوہ مندر کے اندر پایا جہاں چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کے قد آدم مجھے موجود تھے۔ فضا نفرتی گھنٹیوں کی آواز سے گونج رہی تھی اور پچھنے اور کشادہ فرش پر بیٹار حسین

لور لہجے میں کہا۔ ”پورن لال نے تمہارے ساتھ انیائے کیا ہے، اس پاپی نے ہمیں کشت می دیئے ہیں پر تو ادیتی کا غصہ اسے نشے کر دے گا، ہمیں تمہاری کھوئی ہوئی نکتیاں ایس لیس گی، تم دھرتی پر سب سے مہان ہستی کے مالک ہو گے، ادیتی کا آشیراد تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”مجھے کسی دیوی یا دیوتا کے آشیراد کی چنداں ضرورت نہیں۔“ میں بدستور سنجیدگی سے بولا۔ ”مجھے اپنے خدا کی خوشنودی کے سوا اور کسی طاقت سے کوئی واسطہ نہیں، یوں بھی ایک مسلمان چھروں کے پوجے کو گناہ سمجھتا ہے، ایمان کے آگے بھلا کفر کی کیا حیثیت ہے۔“

”ابراہمی!“ ادیتی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ کڑک کر بولی۔ ”تو نہیں جانتا کہ اس سے تو نے کس ہستی کا اہلن کیا ہے، تو میرے استھان میں کھڑا پاپ کی باتیں کر رہا ہے پاپی! اگر کمتی چاہتا ہے تو میرے چن چھو کر شاکی بکشا مانگ لے نہیں تو تجھے سارا جیون بچھتا پڑے گا۔ میں تجھے ایسا سراپ دوں گی کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔“

”سموت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے ادیتی۔“ میں نے تیز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں نے ایک مدت گمراہی میں گزاری ہے، میں چھروں کی حقیقت جان چکا ہوں۔ اب تم لوگوں کا کوئی جادو مجھ پر کارگر نہیں ہو گا، یوں بھی سراپ کو سراپ کتنا گناہ نہیں۔“

ادیتی میرا جواب سن کر سر تپا غصہ سے لرز اٹھی، اس کی سر آلود آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا ہولناک رقص جاری ہو گیا۔ اس کے چہرے کی معصومیت اور خوبصورتی، حقارت اور نفرت کا لہارہ اڑھ کر مڑھ ہو گئی۔ میں بخوبی واقف تھا کہ ادیتی کس مقام کی حامل ہے؟ اس کی لامحدود قوتیں مجھے پلک جھپکتے میں برباد کر سکتی تھیں، اس کے ہر میری ہڈیوں کا سرمہ بنا سکتے تھے، لیکن اس وقت ان باتوں کا احساس ہونے کے باوجود مجھے قطعاً ”خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا“ باقر علی کی رفاقت اور تین ماہ کی سجدہ ریزی کے بعد میں نے سیاہ و سفید کا فرق سمجھ لیا تھا، حق و باطل کی تمیز سیکھ لی تھی مجھے اپنی موت کا کوئی خطرہ نہیں تھا البتہ اس خیال سے میرا دل ضرور دھڑک رہا تھا کہ اگر ادیتی نے مجھے اپنی ہستی کے زور سے مار ڈالا تو میں قیسم سے اپنے گناہوں، اپنی زیادتیوں کی معافی تلانی نہ کر سکوں گا۔ دوسری طرف ادیتی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا۔ چند ثانیوں تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ادیتی نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”منوہر لال ابھی سے ہاتی ہے، اگر تم میرے چن چھو لو تو میں تمہیں شاکر سکتی ہوں“

اور خوبصورت پجاریں عریاں لباس پہنے گھٹیوں کی آواز پر رقص کر رہی تھیں۔ ان کے بدن کا ایک ایک لوچ قیامت انگیز تھا۔ وہ رقص کرتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھیں، انھوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے کر بھجن گانا شروع کر دیا۔ انکی لٹیلی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور عریاں جسم قمرک قمرک کر بھجے پر بے ہوشی کی سی کیفیتیں طاری کر رہے تھے۔ میں آنکھیں پھاڑے ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا، وہ جگہ میرے لئے نئی تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنے پر شکوہ مند اور اتنے رنگین ماحول کو نہیں دیکھا تھا، میں ششدر ہو رہا تھا کہ پجاریوں کا پیمانہ ختم کیا، وہ قطار کی صورت میں میرے سامنے سے گزرتی ہوئی بڑی تیزی سے کالی کی اس مورتی کی جانب اٹنے قدموں جا رہی تھیں جو وہاں موجود تمام مورتیوں اور مجسموں سے زیادہ بلند اور پر شکوہ تھی۔ پجاریں اسی مورتی کے پیچھے جا کر میری نظروں سے اوجھل ہو رہی تھیں، میں گنگ کھڑا اس طلسمی اور سحر آلود نظارے کو دیکھتا رہا۔ جب آخری پجاریں بھی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں تیزی سے کالی کی اس بلند مورتی کی جانب لپکا۔ میں اس طلسمی راز کو سمجھنے کے لئے بے چین تھا۔ مگر مورتی کی پشت پر جا کر مجھے اور حیرت ہوئی، وہاں نہ اتنی جگہ تھی کہ دس پندرہ پجاریں چھپ سکیں نہ کوئی ٹکاس کا ایسا راستہ موجود تھا جو میرے جنس کی تسکین کا سبب بن سکتا۔ میں ابھی اس میسے کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نفرتی گھٹیوں کی آواز اچانک تیز تر ہو گئی۔ پشت سے ایک نسوانی آواز کا مترنم قہقہہ سنائی دیا تو میں پلٹ پڑا، میں نے اپنی نظروں کے سامنے ادیتی دیوی کو کھڑا پایا۔ جو اپنی تمام تر حشر سامانوں کے ساتھ مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں ادیتی دیوی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا، میری حیرتوں میں اضافہ ہو رہا تھا کہ ادیتی دیوی کے یا قوتی ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔

”م۔ میں کہاں ہوں؟“ میں نے پریشان لہجے میں سوال کیا تو ادیتی کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

”تم دھرتی کے پہلے منش ہو منوہر جسے ادیتی نے اپنے استھان پر بلایا ہے، جانتے ہو کیوں؟ تم میرے مہان سیوک ہو۔“

”میرا نام منوہر نہیں، شبیر حسن خاں ہے۔ میں نے اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ”میں کسی دیوی دیوتا کو نہیں مانتا۔“

”مورکھ میں جانتی ہوں کہ تیری ناراضگی کا کارن کیا ہے۔ ادیتی بھولین سے بولی پھر قمر

میں لاجوتی کی بات سن کر مسکرا دیا، وہ عورت جس کا خوبصورت اور گداز بدن ایک عرصے تک میری آغوش کی زینت بنا رہا تھا مجھے موت کے تصور سے ڈرانے کی کوشش کر رہی تھی، کس قدر مضحکہ خیز بات تھی۔ میں ابھی پلٹ کر لاجوتی کو کوئی سخت جواب دینے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ کسی کے ہاتھ کو اپنے شانے پر محسوس کر کے اچھل پڑا، تیزی سے پلٹ کر دیکھا، پورن لال اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ میری پشت پر کھڑا مجھے قبر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے ذیلے روشن انگاروں کی طرح دہکتے نظر آ رہے تھے نہ جانے پورن لال کی خوفناک آنکھوں میں کیا سحر تھا کہ خوف کے اچانک ابھرنے والے تصور نے مجھے دہلا دیا، مجھے اپنا دل سینے کی گمراہیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ میں نے پورن لال کی نظروں سے نظریں ہٹائی چاہیں لیکن اس کوشش میں بھی میں بری طرح ناکام رہا، موت کا بھیاں اور ہولناک احساس میرے وجود کا احاطہ کر رہا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز سے تیز تر ہونے لگی تھیں۔۔۔۔۔!!



پرنتو اگر تم اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھیاں ہو گا، تم اس خیال کو اپنے من سے نکال دو کہ ادبی کے مقابلے میں تمہارے دھرماتما تمہاری کوئی سہارا کریں گے، میری فحقی ممان ہے، دشمن اور کالی بھی میری اپرم پار فحقی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

میری حالت اس بد نصیب مسافر سے مختلف نہیں تھی جو اندھیرے میں راستہ بھول کر کسی ایسے دوراں پر پہنچ گیا ہو جس کے ایک طرف گہری کھائی ہو اور دوسری طرف موت کا فرشتہ اپنا دامن پھیلائے منتظر ہو۔ مجھے زندگی اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ زندگی بقول ادبی کے اسی صورت میں ممکن تھی کہ اس کے قدم چھو کر معافی مانگوں، موت کا امکان انکار کی صورت میں تھا، میں عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا لیکن یہ الجھن زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، میں نے طے کر لیا کہ انجام خواہ کچھ ہی ہو میں حق کے راستے پر جات قدم رہوں گا، اس فیصلے سے مجھے سکون سا محسوس ہوا، میں نے ادبی کے قہر و غضب کی پرواہ کئے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ تیری فحقی اپرم پار ہے، تیرے نام لیوا تیر بھگتی کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں لیکن میں مسلمان ہوں، میرا سینہ اب ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا ہے۔ میں جھوٹی خوشیوں کی خاطر زندگی کی بھیک مانگنے پر موت کو ترجیح دینا زیادہ پسند کروں گا۔ تم اگر چاہو تو اپنی فحقی مجھ پر آزما سکتی ہو۔ حق کی راہ میں نصیب ہونی والی موت میرے لئے باعث فخر ہو گی۔“

”ابراہمی، پاپی، تو نے ادبی کی فحقی کو لکار کر اچھا نہیں کیا۔ میرے ہر تجھے سکا سکا کر اور تڑپا تڑپا کر رکھ رہا ہے۔ یہ ادبی کا فیصلہ ہے۔“ ادبی نے سر تپا غصہ کی شدت سے کہتے ہوئے کہا پھر اپنا ہیر اٹھا کر زور سے زمین پر مارا اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی مجھے ایک بار پھر ان کیفیتوں سے دو چار ہونا پڑا جن سے دو چار ہو کر میں ادبی کے استھان تک پہنچا تھا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو پھر اسی کمرے میں پایا جہاں لاجوتی نے اندھیروں سے فائدہ اٹھا کر مجھے گنہ گار کیا تھا، لاجوتی بدستور میرے سامنے کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو لاجوتی نے گرج کر کہا۔

”مورکھ، تو نے دیوی کی آگیا کا پالن نہ کر کے تمام دیوی دیوتاؤں کی فحقی کو لکارا ہے۔ یہ دھرتی بھی اب تیری دشمن بن جائے گی، تجھے اپنے فیصلے پر سارا جیون بچھٹانا ہو گا۔“

”میں ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا، تو پورن لال کا چہرہ غصہ سے تھمتھا اٹھا، کڑک بولا۔
 ”بھینے“ تو نے ہماری سکتیوں کا اعلان کیا ہے، تجھے اس کی سزا اوش ملے گی۔“
 ”تم اپنی کالی طاقتوں کو آزاد پورن لال میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں

ۛ۔ "میں نے سٹ آواز میں جواب دیا۔

”میں نے سپاٹ اواز میں جواب دیا۔
 ”میں“ میں تجھے کنوں کی طرح گندی موریوں میں سنسک کر مرنے پر مجبور کر

دوں گا۔" پورن لال اور نصبتاک ہو گیا۔

”اگر خدا کو یہی منظور ہے تو تم بھی مجھے نجات نہیں دلا سکو گے۔“ میں نے اطمینان کا

انکار کیا۔

”یابی، حیر، انجام بیاک ہو گا۔“ پورن لال مطلق کے بل چلایا۔

”پاپی، حیرانجام بھیاک ہو گا۔“ پورن لال اس سے من چاہیہ
”تمہیں مجھ سے زیادہ اپنے دیوتاؤں کا خیال ہونا چاہئے پورن لال!“ میں سنجیدگی سے

”اگر تمہیں اپنی پھر کی صورتوں اور دیوی دیوتاؤں پر گھمنڈ ہے تو مجھے بھی اپنے خدا پر

بولا۔ "اگر ہمیں اپنی چھری سوزیوں سوز دیں تو پھر اس سے بچاؤ ہوتا ہے۔" یہ بھی یاد رکھو کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔"

”میں تجھے جلا کر بھسم کر ڈالوں گا۔“ پورن لال سر تاپا کر زکریا بولا۔

[illegible]

”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوئی نے غائب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

۳۰ مہاراج کہ میں اس کم ذات کی زبان نکال رہا ہوں اس سے اس پر ہنس پڑا۔

نے لاجوتی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

خداوند نے فرمایا کہ اس کے قہر تلود نغرس مجھے گھور رہی تھیں، اس کے چہرے کے تاثرات

خونناک بنا دیا تھا۔ اس کی قہر آلود نظریں مجھے غور دہی میں اس سے پہلے سے ہارنے والی

اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ ”مجھے کوئی سخت ترین سزا دیجیے گے بارے میں کوئی راز نہیں ہے۔“

ہے، میں اپنی جگہ مطمئن تھا، کسی اندرونی جذبے نے مجھے پوری طرح پرستون سر رکھا تھا۔

لاجوتی نے میرے بارے میں پورن لال سے اجازت چاہی تو میں چپ نہ رہ سکا۔ طعنت

بھری نظروں سے اسے گھور کر بولا۔ ”تم درمیان میں نہ آؤ، تمہاری زبان اور تمہاری گونہ

میری آزمائش ہوئی ہے۔“

”اگر دوسری!“ پورن لال نے معصیاں بھیج کر خوفناک آواز میں کہا۔ ”اپنی گندی زبان“

بند رکھ، تیرے جیون کے دن پورے ہونے والے ہیں، مجھے دیوی کے اشارے کا انتظار ہے۔

اس کے بعد میرا سراپ تیرا کیا کرم پورا کر دے گا۔" پون لال نے اپنا جملہ مکمل کر کے

اس کے بعد میرا سر پیر ہو گیا۔ پھر وہ دہلی ورن کے مشنوں کے بول
آگئیں بند کر لیں، اس کے ہونٹ محکم ہو گئے غالباً وہ دہلی ورن کے مشنوں کے بول

پڑھ رہا تھا۔ لاجوتی غصہ میں بھری خاموش کھڑی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ میں چپ چاپ

موت کا بھینک اور ہولناک تصور آہستہ آہستہ میرے وجود کا احاطہ کر رہا تھا، پورن لال کی انگاروں کی مانند دھکتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، میں ان نظروں سے نظریں بچانے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا۔ میں نے پورن لال کو بار بار غصے کی حالت میں دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ حد سے زیادہ خطرناک نظر آ رہا تھا، میں نے ایکبار پورن لال کو اپنی مہمان گفتگی کے زور سے بچا بھی دکھایا تھا لیکن آج وہی شکست خوردہ پورن لال میرے اوپر پوری طرح حاوی ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے خاموش کھڑا خونی نظروں سے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ ”شہیر حسن خاں، مجھے غور سے دیکھ، بچپانوں میں وہی پورن لال ہوں جس نے تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر کھڑا کر دیا تھا، تم نے ایکبار مجھ پر وار بھی کیا تھا، دیوی کی اچھا (خواہش) اس سے یہی تھی کہ میں چپ رہوں، تم مجھ پر وجہ (خ) پاکر گھمنڈی ہو گئے تھے پر نتو آج میں تمہیں بتاؤں گا پورن لال کیا ہے؟“

میں ابھی تک پوری طرح ہوش میں نہیں تھا ادوی کے قبر کے بعد پورن لال نے مجھے عقابانی نظروں سے گھورا تو میرے رہے سے اوسان بھی خطا ہو گئے، اس کا لہجہ خطرناک تھا، حالات نے مجھے تنگ کر دیا تھا۔ لاجوتی، پورن لال کے قریب کھڑی مجھے بدلی ہوئی نظروں سے گھور رہی تھی۔ پورن لال مجھے گم سم دیکھ کر زہر خند سے بولا۔ ”چپ کیوں ہو شیرجی“ کیا اب تمہارے پاس اتنی ہلکتی بھی باقی نہیں کہ میری باتوں کا جواب دے سکو، پہلے تو تم بیڑہ چھاتی ٹھوکر کر اپنے بلوان ہونے کا اعلان کرتے تھے۔“

”وقت وقت کی بات ہے پورن لال!“ میں نے تھوک نکلتے ہوئے کہا۔ ”حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔“

”سے کی بات مت کر مورکھ!“ پورن لال ہونٹ کانٹے ہوئے بولا۔ ”تو نے دیوی کا کہا نہ مان کر خود اپنے پیروں پر کھماڑی ماری ہے، تو نے ہمارے دھرم کا مذاق اڑایا ہے، ہمارے دیوتاؤں کو تو نے پتھر کہا، پاپی! اب تجھے دیوتاؤں کے کشت سے دھرتی کی کوئی ہمتی نہیں بچا سکتی۔“

”میں نے جو قدم اٹھایا ہے بہت سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے، مجھے اپنے فیصلے پر کوئی افسوس

ختی سے بھیج لئے۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کو یاد کیا۔ ”اگر موت میرا مقدر تھی تو مجھے مردانہ وار اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔“ میرے ذہن میں یہ خیال حمزہ سے ابھرا اور میری بوکلاہٹ کو یکسر ختم کر گیا۔ میں لاجوتی کو سپاٹ نظروں سے گھورنے لگا، وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی، میری موت کا پیغام بن کر میری جانب بڑھ رہی تھی لیکن میں قطعاً ہراساں نہ تھا جب فاصلہ گھٹ کر بمشکل ایک گز رہ گیا تو لاجوتی رک گئی۔ اپنی سرخ سرخ سرانگیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی ”شیر حسن خاں“ پورن لال مہاراج نے مجھے پوز دیوی دیوتاؤں کے نام پر تمہیں نصیحت کرنے کی آگیا دی ہے۔“

”میں تمہارے مہاراج کی بات سن چکا ہوں۔“ میں نے نفرت سے جواب دیا

..... ”تم آگیا کا پالن کرو“ میں افسانہ نہیں کروں گا۔“

”تم نے ابھی تک کیوں جیون کا سکھ دیکھا ہے شیرجی، موت کا سواد (مرا) چکھو گے تو بن جل کی مچھلی کی طرح بیاکل ہو کر تڑپو گے، موت کی آشا کو گے پر تو موت بھی تم سے روٹھ جائیگی۔“ لاجوتی کا لہجہ سرد تھا، پورن لال کے بعد اب وہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابھی تک اس نے مجھ پر کوئی وار نہیں کیا تھا۔ ادیتی نے بھی مجھے محض لال بلی نظروں سے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔

میں ابھی اپنے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ”معا“ مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرے قریب کھڑا ہے، میں نے چونک کر اپنی پشت پر دیکھا لیکن کرو میں میرے، پورن لال اور لاجوتی کے سوا کوئی چوتھا شخص موجود نہیں تھا۔ لاجوتی نے مجھے اضطراری انداز میں چونکتے ہوئے دیکھا تو زہر خند سے بولی۔ ”کس دھار میں کم ہو شیرجی؟ کیا بھاگنے کے لئے راستہ تلاش کر رہے ہو؟ اس دھیان کو من سے نکال دو“ لاجوتی کی ہنسی کا تماشا، تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو، کتنی چاہتے ہو تو آگے بڑھو اور مہاراج کے چروں پر سر رکھ کر دیا کی سٹکا مانگو۔“

”کس مہاراج کی بات کر رہی ہو لاجوتی دیوی؟“ میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

دیوی جو خود میرے مقابلے پر آنے سے کترا رہا ہے۔ اور تمہاری سندھ ہنسی کا سہارا ڈھونڈ رہا ہے۔“

”پاپی، کہئے!“ پورن لال میری بات سن کر گر جا پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے میری طرف پھونک ماری۔ اس کا پھونک مارنا تھا کہ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں چھت سے دھکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی، میں بوکلا کر ایک طرف ہٹ گیا،

ایک تماشائی کی حیثیت سے کھڑا کبھی پورن لال کو دیکھتا اور کبھی لاجوتی کو دیکھنے لگتا۔ مجھے اپنے پر سکون ہونے پر حیرت بھی تھی، حالات نے جو صورت اختیار کی تھی اس کے پیش نظر میرا مطمئن رہنا تعجب غیر تھا، مجھے پورن لال یا لاجوتی سے مطلق کسی خوف یا خطرے کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پورن لال کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑا بدبھاتا رہا پھر اس نے اچانک آنکھیں کھولیں اور مجھے گھور کر بولا۔ ”شیر حسن خاں“ میں تمہیں سوچ بچار کیلئے ایک آخری موقع اور دینا ہوں، کتنی چاہتے ہو تو اب بھی میرا کہا مان لو۔“

”مجھے بتاؤ مہاراج، زندہ رہنے کے لئے مجھے کیا کچھ کرنا ہو گا۔“ میں نے بڑی مصعوبیت سے پوچھا۔

”تمہیں ادیتی دیوی کو راضی کرنے کے لئے نئے سرے سے جاپ کرنا ہو گا۔“ پورن لال گرج کر بولا۔ ”تمہیں میرے چروں کو چھو کر وجہ دینا ہو گا کہ اب تمہارے من میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں آنے پائے گا۔“

”کیا دیوی مجھے میری کھوٹی ہوئی ہنسی واپس کر دے گی مہاراج!“

”اگر تم نے اچلے من سے جاپ کیا تو ایسا آواز ہو گا۔“ اس بار پورن لال نرم آواز میں بولا۔

”لاجوتی کو میرے ساتھ رہنا ہو گا۔“ میں نے دلی زبان میں کہا۔

”اگر یہ تمہاری اچھا ہے تو لاجوتی تمہاری سیوا کرتی رہے گی۔“ پورن لال سنجیدہ تھا۔

”میں تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں پورن لال۔ لیکن تمہیں میری ایک بات اور ماننی پڑے گی۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر پورن لال نے مجھ سے

وہ بات پوچھی تو میں نے حقارت سے کہا۔ ”اگر تم اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ اور سچ

دل سے خدا کی عبادت کا وعدہ کر لو تو میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔“ میرا جواب

سن کر پورن لال اُٹک بگولا ہو گیا، لاجوتی کو مخاطب کر کے کرخت آواز میں بولا۔ ”لاجوتی،

میں تجھے دیوتاؤں کے شہ نام پر آگیا دیتا ہوں کہ اس پاپی کی پلید زبان گدی سے کھینچ کر

اپنے پیروں تلے رگڑ دے۔“

”یہ میری آشا تھی مہاراج۔“ لاجوتی نے پورن کے سامنے ڈنڈوت کہتے ہوئے کہا۔

پھر جب وہ میری طرف گھوی تو اس کے تیور خطرناک تھے، اس وقت وہ انتہائی غضبناک نظر

آ رہی تھی، کسی زہریلی ناگن سے بھی زیادہ خوفناک اور بھیاںک۔ ایک لمحہ کو لاجوتی کے

بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا، لیکن دوسرے ہی لمحہ میں نے اپنے ہونٹ

اس ہولناک تماشے کو دیکھ رہا تھا کہ ایک سانپ پلٹ کر زمین پر گرا اور پلک جھپکتے میں لوٹ پوٹ ہو کر ٹھنڈا ہو گیا، دوسرا بھی اسی حادثے سے دوچار ہوا، تیسرے ناگ نے میری طرف سے اپنا رخ پھیر کر لاجوتی کی جانب بڑھنا شروع کیا تو پورن لال کڑک کر چیخا۔ ”پلیہ رک جا“ تیرا شکار لاجوتی نہیں بلکہ وہ ہے جس نے دیوتاؤں کا اہلکار کیا ہے۔“

پورن لال کی گرج سن کر ناگ ایک ٹانے کو رکا پھر دوبارہ لاجوتی کی جانب بڑھنے لگا، لاجوتی نے چیخا بند کر دیا تھا، وہ سحر زدہ انداز میں پھرے ہوئے ناگ کو دیکھ رہی تھی، اچانک پورن لال نے کوئی اور منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا، اس منتر کے بیروں نے دیکھتے شعلوں کے روپ میں نمودار ہو کر ناگ کو بھسم کر دیا، باقی دونوں ناگ بھی پراسرار طور پر غائب ہو چکے تھے۔ پورن لال نے ناگوں کو گستاخی اور حکم عدولی کی سزا دینے کے بعد میری جانب دیکھا تو میں نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج، زراش مت ہو، تم جانب دیکھا تو میں نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔“

کو دیوی دیوتاؤں کا آشیرداد حاصل ہے، تم نے ممان ہشتی پر اپت کرنے کے لئے بڑے پاپ بیلے ہیں، کالی طاقتیں اوش تسماری سناٹ کریں گی، کوئی اور چمکار دکھاؤ۔“ میں پورن لال کی نگاہوں میں بے چینی اور الجھن کے لئے جملے تاثرات دیکھ رہا تھا، اپنے واروں کو خالی جانا دیکھ کر وہ تھلا رہا تھا میری باتوں نے جلتی پر تیل کا اثر کیا تو وہ بھڑک اٹھا، کرسنت آواز میں بولا۔ ”پاپی، تیرا انجام اوش خطرناک ہو گا، کالی کی ممان ہشتی تجھے برباد کر دے گی۔“

”میں اپنی بربادی کا خنجر ہوں پورن لال جی، آپ کوئی اور جنتر منتر آزمائیے۔“ میں نے دوسری بار پورن لال کی بے بسی کا مضحکہ اڑایا تو وہ اور زیادہ خطرناک بن گیا، اس کے ہونٹ اور زیادہ پٹے لگے، وہ کسی اور منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا۔ لاجوتی پتھر کے کسی پیمانہ جھننے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑی پورن لال کو مستقل گھور رہی تھی۔ کمرے میں چند لمبے موت کا بیابک سناٹا طاری رہا پھر پورن لال نے جاپ ختم کر کے زور سے تلی بجائی تو پورا کمرہ لرز اٹھا، یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے حیران کن تھا، پورن لال کے خطرناک بیروں نے خوفناک بھیڑیوں کی شکل میں نمودار ہو کر میرے اوپر یلغار کر دی تھی مگر ان کا بھی وہی حال ہوا جو اس سے قبل کوڑیا لے ناگوں کا ہو چکا تھا۔

خونخوار درندے جست لگا کر میری جانب آتے لیکن کسی نابودہ قوت سے ٹکرا کر واپس لوٹ جاتے، پورن لال ابھی اپنے بیروں کی ٹاکا پر غور کر رہی رہا تھا کہ لاجوتی جیسے اچانک ہوش میں آگئی، اس نے پورن لال کو گھورتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا۔ ”پاپی، تو نے میری

مجھے تعجب تھا کہ انکاروں نے میرا بال بھی پیکا نہیں کیا، البتہ لاجوتی کی کرپناک چیخ سن کر میں نے اس کی جانب نظر اٹھائی تو اس کا چہرہ بری طرح جھلس چکا تھا، نیگے بازوؤں پر بڑے بڑے آبلے ابھر آئے تھے اور سر کے بال آدھے سے زیادہ جل چکے تھے، مجھے لاجوتی کا یہ حلیہ دیکھ کر جھرجھری آگئی۔ پورن لال کو غالباً اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اس کے ہر مجھے نقصان پہنچانے کے بجائے لاجوتی کو بھسم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس نے موقع کی نزاکت کو بھانپا تو اور زیادہ خطرناک بن گیا، دوسرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا تو تینوں کوڑیا لے ناگ نمودار ہو کر میری جانب لپکے، ناگوں کو لہراتا اور بل کھاتا اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ اسی لمحے بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”شیر حسن خاں، جو لوگ حق کے راستے پر ہوں انھیں ان شعبدے بازوں سے خائف نہیں ہونا چاہئے، تم مطمئن رہو، کالی طاقتوں کے حربے تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔“

”اے نیک بزرگ، کیا یہ ممکن نہیں کہ میں عیش کے لئے ان شعبدے بازوں سے نجات پا سکوں؟“ میں نے دل ہی دل میں اس پراسرار آواز سے کہا، میری نظریں بدستور ان ناگور پر مرکوز تھیں جو ہر لمحہ مجھ سے قریب تر ہو رہے تھے۔

”خدا کی لاشی بے آواز ہوتی ہے میرے بچے، یوں بھی تم سچائی کے راستے پر ہو۔“ بزرگ آواز نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ”فرشتے تمہارے ساتھ ہیں، تم جس آزمائش سے گزر رہے ہو اس میں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔“

لاجوتی کی مستقل کرپناک چیخوں کی آواز اور زہریلے ناگوں کی موجودگی نے ماحول کو بڑ بھیاںک رنگ دیا تھا، پورن لال سینہ تانے کھڑا اپنے بیروں کو دیکھ رہا تھا جو ناگوں کے روپ میں میری جانب بڑھ رہے تھے، میں اپنی جگہ پوری طرح محاط تھا۔ نیک بزرگ کی تلقین نے میری رہنمائی کی تھی۔ خوف میرے دل سے کوسوں دور تھا، میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا رہا، کوڑیا لے ناگ میرے بہت قریب آ کر رک گئے مگر ان کے لہراتے جسم بلند ہونے لگے، اتنے بلند ہوئے کہ میرے قد کے برابر آگئے، وہ تینوں چھن چھاڑے میرے چہرے کے سامنے لہرا رہے تھے۔ ان کی کمرہ اور زہر آلود زبانیں بار بار منہ سے باہر لپک رہی تھیں، عام حالات میں اگر میں کسی ایسے موقع سے دوچار ہوتا تو خوف کے احساس سے میرے دل کی حرکت کا بند ہو جانا یقینی بات ہوتی لیکن اس وقت میں مطلق خوفزدہ نہیں تھا۔ تینوں ناگ باری باری لہرا رہے تھے اور باری باری ان کے چھن میری طرف لپکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ہر بار مایوسی کا شکار ہو کر اور زیادہ غضبناک نظر آنے لگتے، میں ابھی

سندرتا کو اس کر کے اندر دلوٹا کو دیئے ہوئے دھن کو توڑا ہے، تجھے اس کا سراپ او میں حیران و پریشان کھڑا نیولے اور سانپ کی جنگ دیکھ رہا تھا، لاجوئی اور پورن لال ملے گا۔

”کلکتی!“ پورن لال جو اپنے پیروں کے انجم سے پہلے ہی دل برداشتہ تھا لاجوئی نیولے پر زور سے مارا جواب میں نیولا قلابازی کھا کر پلٹا تو سانپ بلبلاتا اٹھا۔ کچھ دیر تک گفتگو کر کر مٹلا اٹھا۔ ”تو اپنی زبان بند رکھ نہیں تو تیرا انجم بھی اس مسئلے کی طرف فک جگ جاری رہی پھر پورن لال کی لڑکھاتی ہوئی آواز ابھری۔ ”میں دھن دیتا ہوں بھیاک ہو گا۔“

”مورکھ“ تجھے میری فکٹی کا اندازہ نہیں جو ایسی بات کر رہا ہے۔ ”لاجوئی نے ترکہ“ میں شیرجی نہیں ہوں مورکھ جو تیرے دھوکے میں آ جاؤں گی۔ ”لاجوئی کا لہجہ تری جواب دیا۔ ”اندر دلوٹا کو دیئے ہوئے دھن کو بھلا کر تو نے مجھے اپنے اوبھکار سے آزادی بخش تھا۔ ”تجھے کالی کی سوگندھ کھا کر مجھے دھن دیتا ہو گا“ تیری جان کیول اسی صورت کر دیا ہے، اب تیری آگیا کا پال کر تیا نہ کرنا میری مرضی پر ہے، میں آج تجھے بتاؤں گی بیج سکتی ہے۔“

پورن لال، لاجوئی کے سخت الفاظ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ لیکن پھر اس کے کہے تیری سندرتا واپس لوٹا دوں گا۔ ”پورن لال نے کالی کی قسم کھا کر وعدہ کیا تو لاجوئی نے دھار لیا، اس کے روپ بدلے ہی باقی بھڑے آتا“ فانا“ میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں پر پڑا اپنے جسم کو انت ناک انداز میں مل دیتا رہا پھر جب اس نے روپ بدلا اور پورن لال نے جوالی حملہ کیا اور لوٹ لگا کر سانپ کا روپ اختیار کر لیا، قریب تھا کہ وہ میرے سامنے اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوا تو مجھے یہ دیکھ کر جھرجھری آگئی کہ اس کی لاجوئی کو دس لیتا لیکن لاجوئی نے پل بھر میں دوسری جست لگائی اور نیولے کی صورت گردن کے پاس انسانی دانتوں کے واضح نشان تھے اور ایک دو جگہ سے خون بہہ رہا تھا، اختیار کر کے پورن لال کی جانب لپکی۔ پورن لال نے جو اس وقت سانپ کے روپ میں تھا صلی صورتوں میں نمودار ہونے کے بعد دونوں ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے گھورتے اپنے بدن کو پوری تیزی سے سمیٹا، وہ غالباً کوئی صورت اختیار کرنا چاہتا تھا مگر اسے مایوسی ہوئی۔ لاجوئی نے نیولے کے روپ میں اچھل کر پورن لال کا گلا اپنے نوکیلے دانتوں سے جکڑ لیا، اسی لمحے پورن لال کی خرخراتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی ”پاپن جھوڑ دے مجھے“ دیوتا تیری بھول کو کبھی ٹانہ نہیں کریں گے۔“

پورن لال جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔ وہ مستقل طور پر لاجوئی کو گھور رہا تھا، میری موجودگی کو بیکر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر پورن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو سیاہ بادلوں کا ایک تودا نمودار ہو کر تیزی سے لاجوئی کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا جھم بڑھا کر لاجوئی کو اپنے اندر چھپا لیا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان ناقابل یقین واقعات کو دیکھ رہا تھا، ”معا“ میرے دل میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، کہیں پورن لال نے لاجوئی کو اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر جھوٹا وعدہ تو نہیں کر لیا تھا، کیا وہ لاجوئی کو جس نے اسے مارنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تھا، اس کا کھویا ہوا حسن لوٹا دے گا؟ کیا پورن لال حقیقتاً لاجوئی کے آگے بے بس ہو گیا تھا یا اس میں بھی اس کی کمینہ خصلت اور کسی کمری چال کو دخل تھا؟ کیا لاجوئی اپنی خوبصورتی واپس

”بھول تیری تھی پورن لال جو تو نے ایک اپہرا کی سندرتا کو بھسم کرنے کی حماقت کی۔“ لاجوئی کی خوفناک آواز گونجی۔ ”پہلے مجھے دھن دے کہ تو میری کھوئی ہوئی سندرتا کو واپس لائے گا تیری کٹی اسی میں ہے۔“

”ہوش میں آ لاجوئی“ تو نہیں جانتی کہ تو اس سے کس فکٹی سے بات کر رہی ہے۔“ پورن لال نے گرجدار آواز میں جواب دیا۔

”تیری فکٹی اس سے میرے رحم و کرم پر ہے پورن لال!“ لاجوئی نے نیولے کی شکل میں پورن لال کو منبھوڑتے ہوئے کہا۔ ”مگر میں چاہوں تو ایک پل میں تیرا زخرا کاٹ کر تجھے زک میں جھونک سکتی ہوں۔“

ل جالے پر دوبارہ پورن لال کی پابند رہے گی؟ میرے ذہن میں اسی قسم کے بیشمار خیالات آپس میں گھٹن ہو رہے تھے۔ سیاہ بادلوں کا وہ توفان بدستور لاجوئی کے گرد بھنور کی صورت میں تیزی سے چکرا رہا تھا، پورن لال بدستور مجھ سے بے نیاز کھڑا غصے کی حالت میں اپنا ہونٹ چبا رہا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اندرونی کرب سے دوچار ہے۔ مجھے جہاں ان پر اسرار حالات پر حیرت ہو رہی تھی وہاں بات پر بھی تعجب تھا کہ لاجوئی اور پورن لال جو میرے خون کے پیاسے تھے اچانک آقا میں کیوں ٹکرا گئے۔ میں ابھی محو حیرت تھا کہ سیاہ بادلوں کا حجم تیزی سے سمٹا اور نظروں سے غائب ہو گیا، اس کے ساتھ ہی لاجوئی کو اس کی کھوئی ہوئی خوبصورتی واپس مل چکی تھی۔ اس کے حسین چہرے پر اب کوئی داغ نظر نہیں آ رہا تھا، سیاہ بادلوں کے غائب ہونے کے بعد لاجوئی نے ایک نظر اپنے جسم پر ڈالی پھر پورن کو مخاطب کر کے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”تمہاری کیا ہے سارا جیو تم نے اپنی ہفتی کے زور سے میری سندر تان مجھے دایم دین کر دی۔“

”چلی جا پاپن، میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا۔“ پورن لال حقارت سے بولا۔
 ”میں نے اپنا وطن پورا کر دیا پر تو اب تو اس دھرتی پر نہیں رہ سکتی، تجھے آکاش پر داپہر
 جانا ہو گا۔“

[illegible]

”ایسا کیوں کرتے ہوئے پورن لال!“ میں نے پورن لال کو چھیڑے کی خاطر کہا ”مگر تم نے لاجونٹی کو اندر جی کے اکھاڑے میں واپس بھیج دیا تو پھر سیدھے سادھے مسلمانوں کو بہکانے اور پتھروں کی پوجا پر کون آمادہ کرے گا؟ لاجونٹی تو تمہارے لئے ایک حسین حربہ ہے پورن لال جی! اس چارے کے ذریعہ ابھی تم بہت سارے شکار چھانٹ سکتے ہو۔“

میری آواز سن کر پورن لال اور لاجوئی دونوں اس طرح حیرت سے اچھلے جیسے انھیں کمرے میں میری موجودگی کی مطلق کوئی خبر نہیں تھی، پورن لال کی آنکھوں میں شیطانی

اپ کر گھرے کے قریب گیا، میری قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی، گھرے میں ٹھنڈا پانی وجود تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گھرے سے منہ لگا دیا اور دونوں ہاتھوں سے گھرے کو ذرا ترچھا کر کے پانی پینے لگا۔ اس وقت پانی پی کر مجھے جس فرحت اور تازگی کا احساس ہوا وہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ پیٹ بھر کر پانی پینے کے بعد میں نے چلوں میں اپنی لے کر منہ دھویا اور دوبارہ اپنی نامعلوم منزل کی جانب بڑھنے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا، قبرستان میں گھرے کی موجودگی میرے لئے اجرت انگیز بات تھی۔ مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ پہلی بار جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو گھڑا وہاں موجود تھا یا نہیں البتہ قدموں کی آہٹ اور پانی کا مڑھ سنانے والی آواز میرا وہم نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اب میں ان باتوں سے خائف نہیں تھا، اگر کوئی روح میرا تعاقب بھی کر رہی تھی تو وہ یقیناً کوئی اچھی روح تھی، بدروح ہونے کی صورت میں وہ مجھے یقینی طور پر پریشان کن حالات سے دوچار کر سکتی تھی۔

آرے گھنے تک متواتر چلتے رہنے کے بعد میں قبرستان کو عبور کر کے ایک ٹیلے کے قریب آ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ آبادی یہاں سے زیادہ دور نہیں ہوگی، ٹیلے پر چڑھ کر میں نے دوسری جانب دیکھا تو کچے کچے مکانات موجود تھے، میں اس وقت کسی نواحی بستی کے قریب تھا۔ ٹیلا اتر کر میں نے اپنی رفتار تیز کر دی، ٹیلے کے بائیں جانب ایک شکستہ جھونپڑی نظر آ رہی تھی، ممکن ہے وہاں قبرستان کا گور کن رہتا ہو، میں نے اس جھونپڑی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن جب میں اس کے قریب سے گزرا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ماورائی قوت مجھے اس جھونپڑی کی جانب لیجا رہی ہے، میں نے ایک دو بار اس احساس کو ٹانجا چاہا لیکن پھر کسی نامعلوم جذبے کے تحت از خود اس جھونپڑی کی جانب ہو گیا۔ جھونپڑی ویران ویران اور اجاڑ نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر رک گیا نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، میں نے جھونپڑی میں کسی کی موجودگی کی تصدیق کی خاطر آواز دی مگر دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے جھونپڑی کے بند دروازے کو آہستہ سے کھولا اور اندر داخل ہوا تو میری آنکھیں حیرت اور دہشت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جھونپڑی کے کچے فرش پر لاجوتی مردہ حالت میں چت پڑی تھی۔ وہاں کوئی اور ساز و سامان موجود نہیں تھا۔ لاجوتی کو خلاف توقع اس جھونپڑی میں دیکھ کر مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں شاید کالی طاقتوں کے چنگل میں پھنسنے والا تھا۔ میری نظریں لاجوتی کے حسین جسم پر مرکوز تھیں جو قطعی طور پر غیر متحرک تھا۔

بارودگار پڑا تھا، میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ذہن کو کریدا تو گزری ہوئی باتیں یکے بعد دیگرے تسلسل سے یاد آنے لگیں مگر میں بیہوشی کے بعد قبرستان تک کس طرح پہنچا یہ راز میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ چار و نا چار اپنی قسمت پر شاکر میں ایک سست چل پڑا۔ اس وقت دھوپ کی تیش سے میرا برا حال ہو رہا تھا، بھوک پیاس کی شدت نے مجھے غم حال کر رکھا تھا، قبرستان خاصا وسیع اور پراٹھا تھا۔ میں قبروں کے درمیان سے گزرتا ہوا یوں ہی اندازے سے ایک سست قدم اٹھانے لگا۔ ہر چند کہ اس وقت میں ذہنی طور پر بڑی طرح ٹوٹا ہوا تھا پھر بھی رہ رہ کر مجھے وہ واقعات یاد آ رہے تھے جو بیہوشی سے قبل میرے ساتھ پیش آئے تھے۔ لوہان اور مندل کی تیز خوشبوؤں کے بعد پورن لال اور لاجوتی دونوں غائب ہو گئے تھے اور پھر..... پھر بعد میں کیا ہوا تھا مجھے کچھ یاد نہ آ سکا۔ خود رو بھاڑیوں اور خاردار درختوں نے قبرستان کو بڑا ہولناک بنا رکھا تھا، ہر طرف دیرانی برس رہی تھی، میں اپنے خیالات میں محو لڑکھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ مہا" مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میری پشت پر موجود ہو۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا مگر وہاں ٹوٹی شکستہ قبروں کے سوا دور دور تک کوئی آدم زاد موجود نہ تھا، میں تن بہ تقدیر دوبارہ چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایک بار پھر مجھے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ معلوم ہوئی اس بار میں نے قدموں کی آہٹ کو خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ میرے جسم کے روٹنے آپ ہی آپ گھرے ہو گئے۔ خوف کے احساس سے میرا دل دھڑکنے لگا، میں اس وقت قبرستان میں تھا، کیا عجب کہ کوئی روح میرا تعاقب کر رہی ہو، اس خیال نے مجھے دھلا دیا، میں نے چلتے چلتے پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار بھی کوئی نظر نہیں آیا پیاس کی شدت سے میرے مقل میں کانٹے پڑ رہے تھے، خوف کے احساس نے اس شدت کو اذیتناک بنا دیا۔ چند ثانیے تک میں خاموش کھڑا اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پاتا رہا پھر بمشکل دس بارہ قدم آگے گیا ہوں گا کہ..... ہوا کا ایک گرم جھونکا میرے چہرے کو چھو کر گزرا اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی، "پانی۔"

پانی کا نام سن کر میری پیاس کی اشتہا اور بھڑک اٹھی، میں اس آواز کو اپنا وہم نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پانی کا لفظ الفاظ بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجا تھا، میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی روح میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے، میں نے تیسری بات پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار خوف کے بجائے میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بائیں جانب نیم پختہ قبر کے قریب مجھے ایک گھڑا رکھا نظر آیا، میں تیزی سے

تھیں کا شہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ میرے خدا میں نہ جانے کس مصیبت میں آن پھنسا تھا اگر میں منور لال ہوتا تو تم کامیاب ہو سکتی تھیں لیکن اب میں شبیر حسن خاں بن چکا میرا جسم پیسے سے شرابور ہو رہا تھا میں نے تیزی سے پلٹ کر جھوپڑی سے باہر بھاگ جانی۔

چاہا لیکن میرے قدم زمین میں گڑ کر رہ گئے تھے میں اپنے ارادے کو تکمیل کا جامہ پہنانے لاجوئی میرا جواب سن کر معنی خیز انداز میں مسکرائی اس کی مسکراہٹ پر اثر تھی میں سے قاصر تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں لاجوئی کی لاش دیکھ کر نہ سنبھلتے ہوئے کہا۔ ”تم اب خواہ کوئی حربہ آزمالو میں تمہارے لئے ناقابل تسخیر بن چکا خطرے کی سرد لہر میرے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ میں نے اس خوبصورت بلان، تمہارے خوبصورت جسمانی تشیب و فراز، تمہاری دل لہانے والی باتیں اور تمہارے کے چہرے سے نظریں ہٹانی چاہیں لیکن مجھے مایوسی ہوئی پھر اس وقت تو میں سر تپا کانپ براز د غزے میرے ایمان کو اب کسی صورت متزلزل نہیں کر سکتے۔“

کانپ گیا جب میں نے لاجوئی کے بے جان پوٹوں کو آہستہ آہستہ جنبش کرتے دیکھا۔ اس ”مجھے خوشی ہے شبیر حسن خاں کہ تم انسان بن گئے۔“ لاجوئی نے درد بھری آواز میں کے مردہ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو رہے تھے میں تنگ سا کھڑا اس خوفناک منظر کو بواب دیا لیکن وہ آواز لاجوئی کی نہیں تھی میں اس آواز کو سن کر ششدر رہ گیا مجھے ایسا دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد لاجوئی نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور چھت کو گھورنے لگی ”جیسے وہ آواز میرے لاشعور میں کہیں بلی ہوئی ہے“ میں نے ابھی ہوئی گریہوں کو کھولنے میں ساری جان سے لرز اٹھا۔ وہ آنکھیں لاجوئی کی ضرور تھیں لیکن ان میں زندگی کے کی سنی کی ”ما“ میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا ہو سکتا ہے کہ لاجوئی نے انداز سے اثرات برائے نام بھی نہیں تھے کس قدر دیرانی تھی ان آنکھوں میں۔ شوخی اور چمک کے میرا شکار کرنا چاہتی ہو اس خیال نے میری الجھن کو تقویت بخشی میں نے اسے گھورتے علاوہ آنکھیں ان علاقوں سے بھی یکسر عاری تھیں جو کسی ذی روح کی آنکھوں میں نظر آتی ہوئے سخت آواز میں مخاطب کیا۔ ”خدا کی لازوال طاقت سے ٹکرانے کی حماقت چھوڑ دو ہیں۔ میں وہشت زدہ کھڑا لاجوئی کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے آہستہ سے اپنے سر کو جنبش لاجوئی اس طرح فہم جاو گی کہ تمہاری روح بھی مسخ ہو کر رہ جائے گی۔“

دی۔ پھر جب میری اور اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو مجھے جھرجھری آگئی۔ ان نظروں کی سرو دیرانی مجھے اپنے جسم میں چھپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ابھی میں ان دیران آنکھوں کے سحر سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ لاجوئی آہستہ سے اٹھی اور کھڑی ہو گئی اس کے جسم کے اعضا جنبش ضرور کر رہے تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے اس حرکت میں اس کے اپنے ارادوں کو کوئی دخل نہ ہو۔ میں نے سوچا کہیں ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے لاجوئی کو کسی اذیتناک سزا سے دو چار کر دیا ہو یا پھر مجھے کسی سنہری جال میں پھانسنے کے لئے لاجوئی نے یہ نیا انداز اختیار کیا ہو۔ وہ ایک اپسرا ہونے کے سبب ہر بات پر قادر تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے معبود حقیقی کو یاد کیا اور اپنے دل کی حرکتوں پر قابو پانے لگا۔

لاجوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میری جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کی پلکوں کو ایک معمولی جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے جلدی سے آیت الکرسی تین بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا پھر جب لاجوئی میرے قریب آکر رکی تو میں نے بڑے پر سکون اور نفوس لہجے میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”خوبصورت ناگن“ تم خواہ کوئی روپ و عارو کوئی سوانگ بھرو تمہارا سحر اب میرے اوپر کارگر نہیں ہو سکے گا میں نے اب جس عظیم طاقت پر بھروسہ کیا ہے اس کے آگے ماورائی طاقتوں کی بھی ایک نہیں چل سکتی میری مانو تو اب تم میرا تعاقب چھوڑ دو۔“

”خدا کا نام تمہاری زبان سے سن کر مجھے اور خوشی ہو رہی ہے شبیر حسن۔“ لاجوئی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اس بار بھی اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میرے جسم کی غلامت پر مت جاؤ میری روح کی پاکیزگی کو پچانے کی کوشش کرو۔“

میں لاجوئی کی پراسرار قوتوں سے ناواقف نہیں تھا وہ روپ بدلنے اور آواز بدلنے پر قادر تھی لیکن جب اس نے خدا کا نام لیا تو مجھے سوچنا پڑا کیا وہ محض مجھے الجھانے کی خاطر اپنا مذہب بھی داؤ پر لگا رہی تھی؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چار تھیں کچھ دیر تک گہرا سکوت طاری رہا پھر لاجوئی کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی اس نے بدلی ہوئی آواز میں رندھے ہوئے لہجے سے کہا۔ ”شبیر خاں مجھ سے خائف مت ہو میں گر تمہیں نقصان پہنچانا چاہتی تو آج سے بہت پہلے تم کو مار سکتی تھی یا تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ کر سکون کی تلاش میں اس دنیا سے دور جا چکی ہوتی لیکن میں چاہتی تھی کہ تم سچائی کا راستہ اپنالو تم نے میری روح کو جو اذیتناک کرب عنایت کیا ہے اس کی تک آج بھی باقی ہے لیکن اس کا حساب روز محشر خدا کے سامنے ہو گا بہر حال مجھے اس بات کی خوشی ضرور ہے کہ میری قربانی رائیگاں نہیں گئی۔“

”یہ میری دیرینہ آرزو ہے لیکن اس سے پیشتر میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا تو ساجدہ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ”میں حالات کا شکار ہوئی تھی شبیر حسن، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میری دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف کرے۔“ ساجدہ کی روح کا جواب سن کر میرا دل بھر آیا، عقیدت کے آنسو جو میرے دل کی گہرائیوں میں چل رہے تھے ابھر کر چکلوں تک آ گئے، میں نے متکبرانہ نظروں سے لاجوئی کے جسم کے اندر جھانک کر ساجدہ کی مقدس روح کو سلام کیا۔ میرے دل کی حالت اس وقت غیر ہو رہی تھی، میں نے طاقت کے نشے میں مست ہو کر ساجدہ کو روندنے کی کوشش کی تھی، اس کی روح کو اپنا ہدف بنانے کی خاطر میں نے دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگی تھی لیکن آج وہی مقدس روح

”میں وعدہ کرتا ہوں اے نیک اور مقدس روح کہ طافقت کے حصول کے بعد میں صرف اپنے ان ناپاک دشمنوں کو نیست و نابود کروں گا جنہوں نے مجھے وحدانیت کی راہ سے ہٹا کر گمراہی کے راستے پر ڈال دیا تھا۔“ میں نے سچے دل سے وعدہ کیا پھر ساجدہ کی روح کی پرائیوں کی تکمیل کے بعد اس قبر کے سرہانے بیٹھ کر آیت کریمہ کا وظیفہ شروع کر دیا۔ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سن رکھا تھا کہ آیت کریمہ کا جلائی وظیفہ کرنے والے شاذ و نادر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں، یا تو اس عمل کو کرنے والے پاگل ہو

کے لئے کافی تھا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا سر غائب تھا، گردن سے خون کا فوارہ اٹل رہا تھا اور وہ برق رفتاری سے بھاگتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ ابھی میں اس ہولناک منظر کو دیکھ ہی رہا تھا کہ شیر کے ہاڑنے کی آواز دوسری بار میرے پیچھے سے اتنی زور سے سنائی دی کہ میں اچھل پڑا، قریب تھا کہ میں وحشیہ چھوڑ کر بھاگنے کے لئے اٹھتا کہ ساجدہ کی آواز میرے کانوں میں بوقت کوئی

”سنبلو شیر حسن خاں، یہ تمہاری آزمائش کے آخری لمحات ہیں، یہ ہولناک مناظر تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے رونما ہو رہے ہیں، دل میں خدا کا نام لے کر اپنا عمل جاری رکھو، کامیابی تم سے زیادہ دور نہیں۔“

میں نے ساجدہ کی آواز سن کر آنکھیں بند کر لیں اور وحشیہ کا درد جاری رکھا، اس روز تمام رات دردوں کی ہولناک آوازیں مجھے وحشت زدہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ خوفناک اور کرناک چٹخیں میری قوت سماعت سے ٹکراتی رہیں، بیابان قہقے اور پر شور دھماکے میرے وحشیہ کی راہ میں حائل ہونے کی سعی کرتے رہے لیکن میں نے ان آوازوں پر کوئی دھیان نہیں دیا اور آیت کریمہ کا درد جاری رکھا، رات کب گزری اور کب صبح کے نور نے ظلمت کو پچھاڑا مجھے اس کا مطلق کنی احساس نہیں ہوا، دوبارہ میں نے اسی وقت آنکھیں کھولیں جب ساجدہ نے ہدایت کی، اس بار میں نے آنکھیں کھولیں تو قبرستان پر صبح کا اجالا پوری طرح پھیل چکا تھا، میں نے اپنے سامنے ایک نورانی چہرے والے شخص کو دیکھا جو سر تپا سفید لباس میں ملبوس تھا، اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی روئی کے گالوں کی طرح سفید تھے، مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس شخص نے اپنا سر قدرے جھکاتے ہوئے پوچھا۔ ”میں حاضر ہوں، تمہارا ہر حکم بجالانا میرے اوپر فرض ہے، کو، کیا چاہتے ہو؟“

”تم کون ہو؟“ میں نے ٹھوس آواز میں دریافت کیا۔

”میں آیت کریمہ کا موکل ہوں اور اب تمہارے تابع ہوں، کو، میرے لئے کیا حکم ہے؟“ میں نے اس کا جواب سنا تو خوشی سے جھوم اٹھا میں اپنے عمل میں کامیاب ہو چکا تھا۔ میں نے موکل سے کہا کہ جب میں اسے بلاؤں وہ دوبارہ حاضر ہو۔ اس کے نظروں سے غائب ہو جانے کے بعد سب سے پہلے میں نے سجدہ شکر ادا کیا پھر حصار سے باہر آگیا۔ اپنے طے پر نظر ڈالی تو خود کو بھی نہ پہچان سکا، میرے جسم پر میل کی تھیں جم رہی تھیں، میرا شیوہ بری طرح بڑھ چکا تھا اور سر گردو غبار سے اٹا ہوا تھا، ”معا“ مجھے ساجدہ کا خیال آیا، میں

ساتے ہیں یا اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں، لیکن میری نیت صاف تھی، میں نے عہد کر لیا کہ ہون لال اور گوپال داس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد وحشیہ کے موکل کو آزاد کر دوں اور اس کے بعد ایک سچے مسلمان کی طرح اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن یاد الہی میں گزاروں گا، شروع میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی لیکن جیسے جیسے دن گزرتے جاتے بری وحشت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ مجھے یہ وحشیہ چالیس روز تک پڑھنا تھا، اول چار پانچ دن بڑے سکون سے گزرے پھر وحشیہ پڑھتے پڑھتے میرا دل چاہتا کہ اٹھوں اور حصار سے باہر ل جاؤں۔ پندرہ روز تک میری حالت جتنی رہی لیکن اس کے بعد ہر احساس رفتہ رفتہ ٹٹ گیا، میں اپنے عمل میں اس طرح ڈوب گیا کہ بھوک پیاس اور قرب و خوار کی ویرانی کی دور ہو گئی، پستیتیں روز تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جسے میں رقم کروں لیکن اس کے بعد دو بار ایسے خطرناک موڑ آئے جب میں ڈگمگاتے ڈگمگاتے بھا، اگر ساجدہ کی مقدس روح نے ان موقعوں پر میری مدد نہ کی ہوتی تو آج میں اپنی پراسرار داستان بیات کو قہقہہ کرنے کے لئے یا تو زندہ نہ ہوتا اگر زندہ رہتا تو پاگلوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا گھوم رہا ہوتا، پہلا واقعہ پچیسویں شب کو پیش آیا، میں آنکھیں بند کئے وحشیہ پڑھنے میں مگن تھا کہ بیکثرت روشنی کا کوندا ہوا اور اتنی شدت سے ہوا کہ میں نے آنکھیں کھول لیں۔ مجھے اپنی نظروں کے سامنے لکڑیوں کا لاؤ جتا ہوا نظر آیا جس کے شعلے آسمان سے تھیں کر رہے تھے۔ دس بارہ ٹنک دھڑنگ اور خوفناک جھورت وحشی افراد آگ کے گرد بیٹھنے لگے، میں نے دیکھ کر رہے تھے، کچھ دیر تک یہ رقص جاری رہا پھر خوفناک چہرے والے میری جانب بڑھنے لگے۔ ان کی انگاروں کی مانند دھکتی ہوئی روشن آنکھیں انتہائی خوفناک تھیں۔ قریب تھا کہ میں دہشت سے چچ مارتا اور اپنی ویل ریاضت سے محروم ہو جاتا کہ ساجدہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا، اس نے مجھے بتایا کہ یہ خوفناک صورتیں مجھے ڈرا کر وحشیہ کے عمل سے باز رکھنا چاہتی ہیں۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز میں وحشیہ کا درد شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک خوفناک واہیں آتی رہیں پھر سکوت چھا گیا۔

دوسرا واقعہ انتالیسویں دن پیش آیا۔ اس رات گری اس قدر شدید تھی کہ سانس لینا ہی دشوار تھا، میں اپنے عمل میں محو تھا کہ اچانک کہیں قریب سے شیر کے دھاڑنے کی خوفناک آواز سنائی دی اور میرا دل دل کر رہ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت جو ہشتناک منظر میری نظروں نے دیکھا وہ بذات خود کسی انسان کے ہوش و حواس گم کر دینے

برای راستے پر ہو لیا جو نیلے کی سمت جاتا تھا۔ اب مجھے نہ بھوک کی شدت پریشان کر رہی تھی نہ پیاس کی اشتہا تھی نہ تھکن کا احساس تھا۔ میرے سر میں بس یہی سودا سلایا ہوا تھا کہ جلد از جلد ان ناپاک ہستیوں کو جہنم رسید کر سکوں جنہوں نے میری زندگی کو کھلونا سمجھ کر کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ ایک طویل عرصے تک مجھے کفر کی راہوں پر بھٹکتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا، مجھے انسان سے پتھر بنا دیا تھا۔ میری آنکھوں پر طاقت کی ہوشاک پٹی باندھ دی تھی، مجھے گمراہ کیا تھا، اس حد تک کہ میں مسلمان سے ہندو بن گیا تھا۔

میری رفتار ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی، گزرے ہوئے دنوں کی تلخ یادیں میرے جذبات کو بھڑکا رہی تھیں، میرے لئے سکون اس وقت تک حرام ہو گیا تھا جب تک میں اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لوں۔ مجھے اس بات کا بھی مطلق احساس نہیں تھا کہ میں کس راستے پر جا رہا ہوں۔ میرے قدم آپ ہی آپ مجھے میری منزل کی سمت لئے جا رہے تھے اس کا یقین مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اچانک خود کو کالی کے مندر کے سامنے کھڑا پایا۔

ایک لمحے کو تو میں ششدر رہ گیا، مجھے یاد نہیں کہ میں یہاں تک کس طرح پہنچا، یقیناً وہ کوئی غیبی قوت تھی جس نے میری رہنمائی کی تھی۔ بہر حال جب میں نے کالی کے پر شکوہ مندر کو دیکھا تو غصہ سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، یہی وہ مقام تھا جہاں میں نے فیصد کو قربان کرنا چاہا تھا اسی جگہ پورن لال نے میری قوتیں زائل ہونے کے بعد میری درگت بنائی تھی۔ میں اس مقام کو بھلا کیسے بھلا سکتا تھا، یہاں کے ایک ایک ذرے سے میری زندگی کی بہت ساری تلخ اور کربناک یادیں وابستہ تھیں۔ یہی مندر میری زندگی کا ایک اہم موڑ بھی ثابت ہوا تھا، میں چند ٹائے تک غصہ میں پھرا کھڑا مندر کو گھورتا رہا پھر میں نے سوچا۔ ”میں یہاں کیوں آگیا؟ کیا کالی قوتوں نے ایک بار پھر میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا میرے ضمیر میں ابھی تک کوئی آلودگی باقی ہے؟ یا میں یہاں کسی مقصد سے آیا ہوں؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا، میں ابھی تک کسی فیصلے پر رک نہیں سکا تھا کہ ایک جانی پہچانی آواز پشت سے ابھری اور میں اس طرح اچھل کر گھوما جیسے کسی زہریلے پھوٹے ڈنک مار دیا ہو، پلٹ کر دیکھا تو خون کی حدت اور بڑھ گئی۔ میری نظروں کے سامنے، مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر میرا سب سے بڑا دشمن پورن لال کھڑا مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کی مسکراہٹ میں طعنے کا ایسا زہر تھا جس کے احساس نے مجھے مایہ بے آب کی مانند ترپا دیا۔ میرا دل چاہا کہ اسی لمحے اس کے منہ سے

نے پلٹ کر دیکھا تو لاجوتی کا پیکر قبر کی دوسری جانب موجود تھا، اس کے جسم کی حرکت بتا رہی تھی کہ ساجدہ کی روح ابھی تک اس کے قالب میں موجود ہے۔ قبل اس کے کہ میں اس سے مخاطب ہوتا اس نے پر وقار انداز میں کہا۔ ”شبیر حسن خاں مجھے خوش ہے کہ تم اپنے عمل میں سرفراز ہوئے، مجھے صرف اسی دن کا انتظار تھا، اب میں تمہاری اس مادی دنیا سے واپس جا رہی ہوں، جو کچھ وعدہ تم نے مجھ سے کیا ہے اسے فراموش نہ کر دینا۔“

”اے مقدس روح، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے قول کو پورا کروں گا۔“ میں نے تیزی سے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ ”تو نے جو احسان مجھ پر کیا ہے وہ میں تا قیامت یاد رکھوں گا، میں اپنے ماضی کے برتاؤ پر پشیمان بھی ہوں اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے معافی عطا ہو، ورنہ میرا ضمیر مجھے بیشک کچوکے لگاتا رہے گا۔“

”میری موت رائیگاں نہیں گئی شبیر حسن خاں۔“ مقدس روح نے جواب دیا۔ ”تم نے راہ راست پر آکر میری روح کی افتخاریوں کو کم کر دیا ہے میں تمہیں خطا وار نہیں سمجھتی اور نہ ہی اب تم سے شامی ہوں لیکن میری آخری خواہش ایک اور بھی ہے۔ تم نے فیصد کے ساتھ زیادتیوں کی ہیں، اس کی وفا کو چر کے لگائے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم اس ضمن میں بھی تلافی کر لو۔“

”میں اقرار کرتا ہوں کہ فیصد کے سلسلے میں مجھ سے بہت ساری نا انصافیاں سرزد ہوئی ہیں، وہ میری شریک حیات ہی نہیں بلکہ میری محسنہ بھی ہے، میں اس سے تلافی کا وعدہ کرتا ہوں مگر وہ.....“

”حالات کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ تم سے دور رہے۔“ ساجدہ کی روح نے میرا جملہ کاٹنے ہوئے کہا۔ ”وقت ہر زخم کا مرہم بن جاتا ہے، تم مایوس نہ ہو، فیصد تمہیں بہت جلد مل جائے گی، اچھا، خدا حافظ۔“

میں چاہتا تھا کہ ساجدہ کی روح سے فیصد کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں، پورن لال اور گوپال داس کا پتہ دریافت کروں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنی زبان کو جنبش دیتا لاجوتی کسی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مانند زمین پر گر پڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بے جان جسم دھواں بن کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ لمحات میرے لئے بڑے مہر آزمائے۔ ساجدہ کی مقدس روح نے میری رہنمائی جس انداز میں کی تھی وہ میرے لئے ایک ناقابل فراموش حقیقت تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو خدا جانے آج میں کہاں ہوتا اور کس حال میں ہوتا۔ بہر حال لاجوتی کے جسم کے فنا ہو جانے کے بعد میں نے ساجدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی

”تم۔۔۔۔۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، دیوی دیوتا میری سہانتا کریں گے۔“

پورن لال نے ہڈیاں بکنا شروع کر دی۔ ”میں نے ممان ہتھی پر اپنت کی ہے، میں کالی کا سیوک ہوں، ہنومان کا سراپ تجھے نشٹ کر دے گا، اپراوھی! شیوشکر مہاراج کی ہتھی اپر پار ہے، تو پلید کتوں کی طرح گندی ٹالیوں میں اپنا جیون بتانے پر مجبور ہو جائے گا، پورن لال ممان ہے، سے تجھے بتائے گا کہ ہم دونوں میں کس کا دھرم زیادہ تر ہے۔ ہماری دیوی دیوتا تیرے دھر ماتاؤں کو.....“

”یہ انیائے ہو گا۔“ پورن لال نے ہونٹ کاٹتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ ”اگر تم بلوان ہو تو تمہیں یہ ادھیکار نہیں کہ دوسروں کے دھرم کا مذاق اڑاؤ۔ کسی منٹش کو خلق کے زور سے دھرم بدلنے پر مجبور کرنا گھور پاپ ہے شبیر حسن خاں۔“

”شبیر حسن خاں۔“ مجھے ہنسی آگئی مگر فوراً ہی میں نے تحارت سے جواب دیا۔ ”مجھے

میں سنبھل نہ سکا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ذہنی طور پر معطل ہونے سے قبل لوہان کی خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا اس کے بعد ہر سمت تاریکی چھا گئی۔

میں کتنی دیر بیہوش رہا مجھے ٹھیک طور پر اس کا احساس نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب اندھیرا دور ہوا تو میں نے خود کو ایک سنگلاخ اور ناہموار زمین پر پڑا پایا۔ میرے ذہن پر اب بھی ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو جسم میں جھرجھری آگئی، میرے سامنے اس وقت وہی بزرگ موجود تھے جنہوں نے مجھے کفر کے راستوں سے دور کیا تھا۔ لوہان کی چیز ملک میرے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ مجھ پر اس دقت جو کیفیتیں طاری تھیں وہ عجیب و غریب تھیں۔ میں عقیدت بھری نظروں سے بزرگ کو دیکھ رہا تھا کہ بزرگ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ ”شیر حسن خاں“ مجھے خوشی ہے کہ تم اب راہ راست پر گامزن ہو، خدا تمہارے اوپر اپنا رحم و کرم نازل کرے۔“

”یہ سب آپ کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے اے بزرگ!“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے میری خضر منزلت کی ہے، میں گمراہ ہو چکا تھا، بھٹک گیا تھا، کفر کی ٹپاک سازشوں نے مجھے گھیر رکھا تھا۔“

”گمراہ نہیں میرے بچے، توبہ کے دروازے ابھی تمہارے اوپر بند نہیں ہوئے۔“ بزرگ نے نرم لہجہ میں جواب دیا۔ ”قدرت کو جو منظور تھا وہ پورا ہوا اب ہمیں تدریس کا کام لینا ہو گا۔“ مجدد کی مقدس روح نے تمہاری رہنمائی کی ہے، یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تم، یہ سن میں کامیاب ہوئے، تم نے پورن لال کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ اسلام کے عین مطابق تھا۔ یہی طریق ہمیں گویاں داس کے ساتھ بھی اختیار کرنا ہو گا اس کے بعد تمہیں اپنا راستہ بنانا ہو گا۔“

”اے نیک اور مقدس بزرگ، آپکی عنایتیں بیشمار ہیں۔“ میں نے بڑی عقیدت سے کہا۔ ”کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کیونکر آپ نے مجھ گنہگار کو اس کرم نوازی کے لائق سمجھا۔“

”ان چکروں میں مت پڑو میرے بچے، یہاں کوئی کام رضائے الہی کے بغیر ممکن نہیں، انسان کی نیت صاف ہو تو اسباب غیب سے رومنا ہو جاتے ہیں۔“ بزرگ نے اپنے ہاتھ میں دبی تسبیح کے دانوں پر انگلیاں گھماتے ہوئے جواب دیا۔ ”ابھی تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک محاذ اور سر کرنا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ آنے والا وقت تمہیں بتائے گا۔“

”کہیں۔“ میں پوری قوت سے چلایا پھر میں نے اپنے موکل کو اشارہ کیا تو اس نے اپنی گرفت پورن لال کی گردن پر اور ٹنگ کر دی، پورن لال کی آواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی، اس کے چہرے پر مردنی چھا رہی تھی، اچانک پورن لال کا جسم ہوا میں معلق ہو گیا۔ میرے موکل نے اسے گردن سے پکڑ رکھا تھا۔ پورن لال کی حالت مضحکہ خیز تھی، اس کی آنکھیں حلقوں میں دھستاک طور پر پھٹی پھٹی نظر آ رہی تھیں۔ کئی سے باہر نکل کر میں دوسری سمت بڑھ گیا لیکن میری آنکھیں بدستور پورن لال پر مرکوز تھیں جو فضا میں معلق ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس پر اسرار کیفیت نے قرب و جوار میں گھومنے پھرنے والے پنڈت پجاریوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، دیکھتے ہی دیکھتے پورن لال کے گرد اچھا خاصا جھوم اٹھا ہو گیا کچھ تماشائی دور رہے، لوگوں میں چہ گویاں شروع ہو چکی تھیں۔ چند پجاری مندر کے اندر بلند سیڑھیوں پر کھڑے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، میں قدم بڑھانا مجمع سے خاصا دور نکل آیا پھر ایک جگہ رک کر میں نے مندر کی جانب نظر ڈالی تو وہاں پنڈت پجاریوں اور دوسرے تماشائیوں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہو چکا تھا۔ میرے لئے اب پورن لال کا وجود ناقابل برداشت تھا چنانچہ میں نے موکل کو یاد کر کے اسے آخری ہدایت کر دی، دوسرے ہی لمحے پورن لال یلکھت فضا میں یوں اوپر کی جانب اچھلا جیسے کسی مادرائی قوت نے اسے اچھال دیا ہو، اوپر پہنچ کر اس نے قلابازی کھائی پھر بلندی سے سر کے بل نیچے تیا، پنڈت پجاری خوفناک انداز میں چیختے چلاتے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجمع کالی کی طرح بھٹ گیا میں دور ہونے کے سبب پورن لال کا عبرتناک انجام نہ دیکھ سکا مگر جو منظر دور سے نظر آ رہا تھا وہ بھی بڑا روح فرسا تھا۔ مندر کی پیردنی سیڑھیوں پر خون، پانی کی طرح بہتا نظر آ رہا تھا۔ پورن لال کی لاش یقینی طور پر مسخ ہو چکی تھی۔ میں نے وہاں رکتا مناسب نہیں سمجھا، موکل کو رخصت کر کے میں شر کی جانب چل پڑا، مجھے پورن لال کی موت پر خوشی تھی، میرا ایک دشمن کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ اب مجھے گویاں داس سے نمٹنا تھا لیکن اس سے پہلے نغمہ کی تلاش بھی ضروری تھی۔ نہ جانے وہ کس حال میں تھی اور کہاں تھی؟ میرا ذہن نغمہ میں الجھ گیا، شر کی حدود میں داخل ہو کر میں نے سوچا کیوں نہ موکل سے نغمہ کا پتہ دریافت کروں اور اس کی مدد سے گوہر مقصود تک پہنچوں۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن ڈوب رہا ہو۔ میرے اعصاب پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی، مجھے اپنے چاروں طرف دھند پھیلتی نظر آ رہی تھی میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر بیہوشی کے اثرات اس قدر تیزی سے مجھ پر طاری ہوئے کہ

دیوی کی اچھا کے انوسار تجھے شاکر چکا ہوں، پر تو تو شاید سیدھی طرح نہیں مانے گا۔
 ”ماراج کیوں ہوتے ہو ماراج، سیوا کرنا کوئی پاپ تو نہیں۔“ میں نے سجدگی سے
 جواب دیا پھر بولا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں گویا داس جی کہ تم منزل سے باہر آکر مجھ سے باتیں
 کرو۔“

”نادان مت بن مورکھ، میں پھر کہتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جاتیرے پلید قدم میرے
 استحقاق کو گندا کر رہے ہیں۔“ گویا داس نے حقارت سے کہا۔ ”شیو شکر ماراج کی سوگند
 کر تو نے اب بھی میری آگیا کا پالنہ نہ کیا تو میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی
 سدا بیاکل رہے گی۔“

”اس دھیان کو من سے نکال دو گویا داس جی۔“ میں نے درشت لہجہ اختیار کیا۔
 اب تمہارے دیوی دیوتاؤں کا رعب مجھ پر نہیں چلے گا، میں اس وقت منور لال کی حیثیت
 سے نہیں بلکہ شبیر حسن خاں کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ اگر مرد ہو تو منزل سے باہر آ
 کر بات کرو، میں تمہارا کچھ پچھلا حساب بیاق کرنا چاہتا ہوں۔“

”اپرا دھی، تیری یہ مجال کہ تو گویا داس سے آنکھ ملا رہا ہے، گویا داس غراتا ہوا
 اٹھ کھڑا ہوا، گرج کر بولا۔ ”مسلے، میں آج تجھے بتاؤں گا کہ میں کس قسم کی کالک ہوں،
 پورن لال نے شاید تجھے بہت ڈھیل دے رکھی ہے۔“

”بکواس بند کر پھر کے پجاری۔“ میں نے بھی آپے سے باہر ہو کر کہا۔ ”مگر تجھے اپنی
 قسمتی پر سمجھنا ہے تو میرے مقابلے پر آ، میں بھی تجھے بتاؤں گا کہ کون کتنے پانی میں ہے،
 تیری حیثیت کیا ہے؟“ گویا داس میرا جواب سن کر میری جانب بڑھا، منزل سے نکلنے ہی
 اس نے مجھ پر وار کیا، اس کے منتر کے بیروں نے میرے اوپر آگ کے شعلے برسانے شروع
 کر دیے لیکن وہ دھکتی ہوئی آگ میرے قریب نہ آسکی، بھڑے ہوئے، فٹے میری جانب لپکتے
 پھر از خود راستے سے واپس پلٹ جاتے۔ گویا داس نے الٹا پاؤں زور سے زمین پر مارا تو
 آگ کے شعلے یکھٹ غائب ہو گئے اور مجھ پر خطرناک دردوں نے نمودار ہو کر حملہ کیا
 لیکن ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ گویا داس نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام دیکھا تو پھر دوسرا
 پاؤں زمین پر مارا۔ اس کے منتر کے خطرناک بیر آنا، فنا، میری نظروں سے اوجھل ہو
 گئے۔ میں نے گویا داس کو چڑانے کی خاطر کہا۔ ”ماراج، میری مانو تو اب اپنی لمبی چٹیا
 موڑ ڈالو اور میری طرح سلمان بن جاؤ، پھروں پھر بھروسہ کرنا تمہاری حماقت ہے۔“ گویا
 داس جو غصہ سے پاگل ہو رہا تھا میرا جواب سن کر اور بھڑک اٹھا، اس نے تیزی سے کوئی

میری نظریں اس بزرگ کے چہرے پر مرکوز تھیں جو مجسم نور نظر آ رہا تھا، میں اس
 نیک بزرگ کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔ ایک ایک نصیحت ذہن نشین کر رہا تھا، میں
 نے بزرگ سے گفتگو کے دوران کئی بار اس کی شخصیت کے راز سے آگاہ ہونا چاہا لیکن مجھے
 اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے اس سے نصیحت کی بابت دلی زبان میں دریافت
 کیا، بزرگ نے بڑی شفقت سے مجھے محض اتنا بتایا کہ نصیحت خیریت سے ہے اور میں بہت
 جلد اسے دوبارہ پالوں گا اتنا کہہ کر وہ نیک مرد میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہڑبڑا کر
 تیزی سے اٹھا قرب و جوار پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ اس وقت پہاڑ کے کسی ویران گوشے
 میں موجود ہوں۔ کچھ دیر کے لئے میں گھبرا گیا مگر جب غور کیا تو میرے خون کی حدت تیز ہو
 گئی۔ میں اس وقت ہمالیہ کی ترانی میں اس مقام سے کچھ دور کھڑا تھا جہاں میں نے ایک غار
 میں داخل ہو کر گویا داس سے ٹکرانے کی کوشش کی تھی اور ان تمام قوتوں کو کھو بیٹھا تھا
 جو مجھے دیوی دیوتاؤں نے عارضی طور پر دے رکھی تھیں۔ میرا دل دھڑکنے لگا، انتقام کی
 آگ روشن ہو کر بھڑکنے لگی، نیک بزرگ نے مجھے اس مقام تک پہنچا دیا تھا جو میرا آخری
 محاذ تھا۔ اسے سر کرنے کے بعد میری منزل آسان تھی، میرے قدم اس غار کے دہانے کی
 جانب اٹھنے لگے جو گویا داس کا مسکن تھا!

میں غار میں داخل ہوا تو گویا داس وہاں منزل میں بیٹھا کسی چاپ میں مٹھتا۔ مجھے
 اس بات کا بخوبی علم تھا کہ منزل میں داخل ہونا میرے لئے خطرناک تھا لیکن اب مجھ میں
 مہر کی تاب کہاں تھی، میں جلد از جلد گویا داس کو بھی ٹھکانے لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔
 چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھانے شروع کئے ابھی میں منزل سے دور ہی تھا کہ
 مندی خوشبو کا ایک تیز جھونکا غار میں داخل ہوا اس کے ساتھ ہی گویا داس نے یوں
 اچانک پوکھلا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کسی نے اسے سوتے سے اچانک جھنجھوڑ کر جگا دیا
 ہو۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے کے تاثرات یکھٹ
 غصہ ناک ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورا پھر بگڑتے ہوئے بولا۔ ”
 پاپی تو پھر میرے چاپ میں روزا اٹکانے آگیا۔ جا چلا جا یہاں سے، بھاگ جا نہیں تو تیرا
 انجام بھیانک ہو گا۔“

”میں اس سے تمہاری سیوا کرنے آیا ہوں گویا داس جی، ماراج!“ میں نے ذہر خند
 سے کہا۔ ”دھر ماتھاؤں کی یہی مرضی ہے۔“

”مورکھ، تو آگ سے کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ گویا داس کڑک بولا۔ ”ایکبا، میں

متر پڑھ کر زور سے تالی بجاتی، اس کا تالی بجانا تھا کہ بھیاک آواز سے پورا غار دہل اٹھا بڑے بڑے پتھر روٹی کے گالوں کی طرح اڑاڑ کر میری جانب آئے۔ مگر میرے موکل نے اس بلا سے بھی مجھے محفوظ رکھا۔ گویا داس بری طرح تھلا رہا تھا، میں نے سنجیدگی سے کہا ”تمہارے یہ چٹکار اب بیکار ہیں گویا داس، تم اگر چاہو تو اپنے دھرماتماؤں کو مقابلے پر بلا لو پھر بھی تمہیں مایوسی ہوگی۔ نجات چاہتے ہو تو مسلمان بننے کا اقرار کر لو، میں عہد کرتا ہوں کہ تمہیں معاف کر دوں گا، دوسری صورت میں تمہاری موت بڑی عبرتاک ہوگی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

گویا داس جو پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے بری طرح تھلا رہا تھا، میرا فیصلہ سن کر لال پیلا ہو گیا۔ فوری طور پر اس نے مجھ پر ایک آخری حملہ کر ڈالا، اس بار اس کے ہیر جنگلی سور کے روپ میں نمودار ہو کر میری جانب لپکے۔ میرے لئے اب برداشت کرنا ناممکن تھا، میں نے اپنے موکل کو دل ہی دل میں ہدایت دی کہ ایک سور کے علاوہ تمام سوروں کو فٹا کر دیا جائے۔ میرا دل میں یہ سوچنا تھا کہ ایک سور کے سوا باقی تمام سور زمین پر منہ کے بل گرے اور آگ کے شعلوں نے نمودار ہو کر انہیں پلک جھپکے میں کاندھ کی طرح جلا کر رکھ دیا، گویا داس اپنے بیروں کا یہ انجام دیکھ کر چونکا لیکن قفل اس کے کہ وہ کچھ کرتا آخری سور نے اپنے کھر زمین پر مارے پھر دندناتا ہوا آگے بڑھا اور ایک ہی جھلے میں گویا داس کا پیٹ چاک کر ڈالا، وہ منظر انتہائی خوفناک تھا۔ گویا داس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ وہ کرناک آواز میں چیخا ہوا بھاگا لیکن دوسرے ہی لمحے خونی درندے نے دوسرا حملہ کیا اور گویا داس کو سر مار کر اتنی زور سے اچھالا کہ وہ اڑتا ہوا جا کر سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرایا، ٹکراتی شدید تھی کہ اس کا سر درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور بھیجا باہر نکل کر ترپنے لگا۔ گویا داس کی آخری چیخ اتنی شدید تھی کہ میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری بار کچھ توقف سے آنکھیں کھولیں تو وہ خونی درندہ غائب تھا اور گویا داس کی ادھڑی ہوئی لاش غار میں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ میرا موکل ادب سے میرے سامنے کھڑا میرے دوسرے حکم کا منتظر تھا۔ ”معا“ مجھے ساجدہ سے کئے ہوئے وعدہ کا خیال آیا، میں نے اس کی مقدس روح سے عہد کیا تھا کہ اپنے دشمنوں کو فٹا کرنے کے بعد موکل کو آزاد کر دوں گا میں ایک لمحہ کو ہچکچایا، مجھے ابھی فیصلہ کی تلاش بھی کرنی تھی، فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار تھا، میں نے ذہن پر زور دیا پھر موکل کو مخاطب کر کے بولا ”میری خواہش ہے کہ تم مجھے اس بزرگ تک“

دو جس نے میری رہنمائی کی تھی اس کے بعد تم آزاد ہو گئے۔“ ابھی میں نے اپنا جملہ ختم ہی کیا تھا کہ خوفناک ہواؤں نے غار میں داخل ہو کر مجھے اپنے ہمنور میں لے لیا۔ گرد و غبار کی وجہ سے میں نے بوکھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔ آندھی اتنی شدید تھی کہ میرے لئے سانس لینا بھی دشوار تھا۔ میں آنکھیں بند کئے ہاتھ سے ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے، پھر میں کہاں تھا؟ اس خیال نے مجھے خوفزدہ کر دیا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، ہوا کی شدت میرے آنکھیں کھولنے ہی ختم ہو گئی لیکن میرے چاروں طرف اس قدر گھٹا ٹپ اندھیرا طاری تھا کہ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں زمین پر کھڑا ہوں مگر وہ کوئی جگہ تھی؟ اچانک میں روشنی سے اندھیرے میں کس طرح آگیا؟ وہ آندھی کیسی تھی جس نے مجھے تنکے کی طرح اڑا دیا تھا؟ میرا موکل کہاں گیا؟ کیا اسے میری خواہش منظور نہیں تھی؟ میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا کہ اچانک تاریکی میں ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شیر حسن خاں، میرے بچے، غور سے میری سمت دیکھو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔“

اس آواز کو سن کر میرے بدن میں جھرجھری آگئی میں نے پلٹ کر بائیں جانب دیکھا تو وہی نیک مرد میرے سامنے کھڑے تھے جنہوں نے مجھے کفر کے راستوں سے ہٹایا تھا۔ ان کے چہرے پر نور برس رہا تھا، اس دقت بھی وہ سرکا سفید لباس میں لبوس تھے، تعجب خیز بات یہ تھی کہ صرف اس نیک بزرگ کا جسم روشنی میں تھا اور باقی تمام چیزیں گھپ اندھیرے میں تھیں، میں ابھی ششدر ہو رہا تھا کہ بزرگ نے کہا۔

”تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی تھی، میں تمہارے سامنے موجود ہوں، کو تم کیا چاہتے ہو؟“

”اے نیک بزرگ میں نے اپنا آخری عہد سر کر لیا، اب مجھے فیصلہ کی تلاش ہے، اس ضمن میں بھی میری رہبری کیجئے۔“ میں نے دلی زبان میں درخواست کی پھر جلدی سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔“

”میں کون ہوں یہ جاننے کی کوشش مت کرو، اس کیلئے تمہیں بڑی عبادت اور ریاضت کی ضرورت ہے، فی الحال تم صرف اتنا سمجھ لو کہ میں خداوند کریم کے حکم پر تم کو

میں اس نیک مرد کا احسان مند ہوں جنہوں نے گمراہی کے راستوں پر میری خضر منزلت کی مجھے سچائی کے راستوں پر گامزن کیا، میرے دل کے سیاہ خانوں میں نور الہی کی وہ شمع روشن کر دی جس سے میرا دل آج بھی منور ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ بزرگ مجھے نہ ملتے تو کیا ہوتا؟ فیصہ مجھے خیالات میں مستغرق دیکھ کر اس کا سبب دریافت کرتی ہے تو میں اسے بڑی خوبصورتی سے غال جاتا ہوں۔!!



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اردو کے منفرد اور صاحب طرز ادیب قمر اجٹالوی
کا ایک انتہائی پُر اسرار سنسنی خیز اور تحیر خیز ناول

مقدس مورتی

وہ جیون بھید کیا تھا۔ جس کی خاطر ساؤ خاندان تین صدیوں تک نسل در نسل بودھ کی ایک مورتی کو تلاش کرتا رہا؟

تنہا گت بدھ کے فلسفہ نروان اور بودھ تاریخ و آثار کے پس منظر میں بودھ گیلانی تھارو کشپ کی لرزہ خیز آبِ ہیتی جسے پڑھ کر آپ رائیڈر بیگرڈ کی کہانیوں کو بھول جائیں گے۔ دو ٹیڑھ الوارڈ
قیمت: حصہ اول - 200/- حصہ دوم - 200/-
یاد شاہکار

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2